ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

Please examine the book before taking it out. You will be responsible for damages to the book discovered while returning it.

DUE DATE

Cl. No. *Acc. No.*

Late Fine Ordinary books **25 Paise** per day. Text Book **Re. 1/-** per day. Over Night book **Re. 1/-** per day.

Regd. No. L 404

المبشر

DELHI

A MAGAZINE FOR THE WHOLE FAMILY/

Press. Anarkali Lahore.

دستور العمل

خریداروں کیلئے

(۱) یہ رسالہ بالعموم ہر ماہ انگریزی کی دسویں تاریخ تک قادیان سے شائع ہو جاتا ہے۔

(۲) رسالہ نہ پہونچنے کی اطلاع اس ماہ کے اواخر تک دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ رسالہ مفت روانہ نہیں ہوگا۔

(۳) اس رسالہ کی سالانہ قیمت دو روپیہ سالانہ ہے۔ جو بہر صورت پیشگی ادا ہونی چاہیئے۔ نمونہ کے لئے دو آنہ کے ٹکٹ آنا لازمی ہیں۔

مضمون نگاروں کیلئے

(۴) طلباء اور طالبات کی دلچسپی کے لئے مذہبی علمی۔ تعلیمی۔ ادبی۔ مزاحیہ مضامین بقلب صمیم قبول کئے جاتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ مختصر ہوں۔ اور طلباء کے مذاق کو مدنظر رکھ کر لکھے جائیں۔ کہانیاں اور افسانے صرف ایسے شائع کئے جاتے ہیں جن میں عریانی نہ ہو۔

(۵) مضامین روشنائی سے فل سکیپ کاغذ کے صرف ایک طرف نہایت خوشخط لکھے جانے چاہئیں۔ ورنہ قابل التفات نہ ہوں گے۔

(۶) ناقابل اشاعت مضامین واپس منگوانے کے لئے محصول ڈاک بھیجنا ضروری ہے۔ ورنہ انہیں تلف کر دیا جائے گا۔ یہ جاننے کے لئے کہ آیا مرسلہ مضمون شائع ہو سکے گا یا نہیں جوابی کارڈ یا لفافہ بھیجنا چاہیئے۔ یا بالمشافہ دفتر سے معلوم ہو سکتا ہے۔

(۷) دفتر سے متعلق خط و کتابت پر سٹاف کے کسی شخص کا نام نہیں لکھنا چاہیئے ورنہ تعمیل میں دیر ہو جائے گی۔ صرف ایڈیٹر یا مینجر" رسالہ المبشر قادیان" لکھئے:

دفتر رسالہ المبشر الحکم سٹریٹ قادیان

(چوہدری عطاء اللہ مولوی فاضل پرنٹر و پبلشر نے اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں چھاپ کر دفتر المبشر الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع کیا)

طلباء اور طالبات کیلئے تعلیمی علمی و ادبی ماہوار مجلہ

المبشر

قادیان

ایڈیٹر
عبدالرحیم تبلی بی اے
مینجنگ ایڈیٹر
محمد سلیمان عرفانی

چندہ سالانہ
مقامی ایک روپیہ
بیرونی ڈیڑھ روپیہ

سٹوڈنٹ ایڈیٹر۔ عبدالستار قمر (اجنالوی)

قیمت فی پرچہ ۲ر

نمبر ۱۲ بابت جولائی سنہ ۱۹۳۷ء جلد ۱

نمبر	بشارات	صفحہ
۱	پیش گفت	۴
۲	طارق فاتح ہسپانیہ (تاریخ اسلام)	۹
۳	پرجنوں راتیں (نظم)	۱۱
۴	تیل کا بادشاہ (مشاہیر عالم)	۱۲
۵	کاش! (فارسی نظم)	۱۴
۶	امید (ادب لطیف)	۱۵
۷	بدلے (نظم)	۱۶
۸	ساسان (تاریخی ڈرامہ)	۱۷
۹	~~پہلی محبت (تمثیلی کہانی)~~	۲۳
۱۰	صابن کی ٹکیہ (نظم)	۲۴
۱۱	فوٹو کے نیچے تین انجمنوں کے نام	۲۵
۱۲	احمدی بچے کی دعا (نظم)	۲۶
۱۳	معمہ و اشتہار	۲۷

باسمہ سبحانہ
المبشر
قادیان

ایڈیٹر۔ عبدالرحیم شبلی بی۔ کام　　مینجنگ ایڈیٹر۔ محمد سلیمان عرفانی

جلد ۱ | بابت جولائی سنہ ۳۷ء | نمبر ۱۲

پیش گفت

از

محمد سلیمان عرفانی

Accession Number 123818
Date 21.3.96

شبلی نمبر کی مقبولیت

شبلی نمبر ہماری توقعات سے بڑھ کر مقبول ہوا۔ یہ نمبر بھاری تعداد میں شائع کر کے اکنافِ عالم میں پھیلا دیا گیا تھا۔ ہمارا اندازہ ہے کہ کم از کم دس ہزار زن و مرد نے اس کو نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھا۔ جو آراء دفتر میں موصول ہو رہی ہیں وہ نہایت دل خوش کن اور حوصلہ افزا ہیں۔ ہمارے بعض مہربانوں نے لکھا ہے کہ ایسے شبلی نمبر روز شائع ہونا چاہئے۔ ہم ان کے اس جذبۂ علم نوازی کی قدر کرتے ہیں۔ اور ہم ایسا کرنے کے لئے بھی تیار ہیں بشرطیکہ رسالہ المبشر کی مالی حالت متوازن و مستحکم ہو جائے۔

شبلی نمبر علی الخصوص اس بات کے لئے بہت سراہا گیا کہ اس میں متنوع نگارشات مندرج ہیں۔ درحقیقت یہ ہندوستان کی ادبیات میں اولین تجربہ تھا۔ آج تک کوئی نمبر ایسا شائع نہیں کیا گیا۔ جس میں ایک ہی شخص کے مختلف موضوعات پر مضامین شامل ہوں۔ آپ نے "چغتائی نمبر" اور "طالب نمبر" کا ذکر تو اکثر سنا ہوگا۔ لیکن یہ صرف ایک ہی اقسام کے مضامین کے مجموعی اور زیادہ تر افسانوں پر مشتمل تھے۔ حضرت شبلی نے نہ صرف افسانہ اور ڈرامہ لکھا۔ بلکہ صحافیات، سیاسیات۔ مذہبیات اور معاشیات ایسے وقیع مضامین پر بھی خامہ فرسائی کی۔ اور اس کے علاوہ [illegible]۔ ادب لطیف اور کہانیوں [illegible]

[illegible] حقیقت میں ہر ایک کا کام نہیں ؎

این سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد بخشندۂ خدا

شبلی نمبر پر ہم نے تنقید و تبصرہ کے لئے قارئین کو دعوت دی تھی۔ اور اس کے لئے شبلی نمبر میں ایک انعام کا بھی اعلان کیا گیا تھا۔ ہر چند کہ غلطی سے جواب کے لئے آخری تاریخ ۲۰ جون مقرر کی گئی تھی۔ تاہم اس ضمن میں بہت سی آراء موصول ہوئی ہیں۔ اور تمام تحریریں وصول ہو رہی ہیں۔

چونکہ قادیان سے باہر کے لوگوں کو اس میں کافی حصہ لینے کا موقعہ نہیں مل سکا۔ اور ہم کسی کی حق تلفی نہیں کرنا چاہتے۔ اس لئے ہم اس مقابلہ کی تاریخ اکتیس ۳۱ جولائی ۱۹۳۶ء بڑھا دیتے ہیں۔ جو ناظرین اس مقابلہ میں حصہ لینا چاہیں۔ وہ شبلی نمبر کے متعلق اپنی رائے اور بہترین مضمون جو اُن کو پسند آیا اس تاریخ تک ہمیں تحریر فرمائیں۔ انعام کا فیصلہ انشاء اللہ اگست نمبر میں شائع کیا جائے گا۔

ہندوستانی ذہنیت

جو آراء ہمیں اس وقت تک موصول ہوئی ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زیادہ تر "ہماری تصویر" "اسکول کی شرارتیں" "پیمبر عیسیٰ کا تذکرہ" "اشعار جو میں کہتا ہوں" "محبت کی سہانی راتیں" "ایک دوست کے نام خط" "دعا" اور "اس کی اہمیت طلباء کیلئے" اور "فالسٹاف کی کہانی" وغیرہ مضامین بہت پسند کئے گئے۔

ہم یہ تو نہیں کہتے کہ منتخبین کا اندازہ غلط ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ ان میں سے جنہوں نے پسندیدگی کی وجہ کو زیادہ احسن طریق سے لکھا ہے اُن کو اپنے تبصرہ کے لئے انعام بھی مل جائے۔ لیکن ہمارے دل میں اس سے ایک خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ ہندوستانی طلباء اور دوسرے نوجوان زیادہ تر Light literature یعنی لطیف ادبیات پسند کرتے ہیں۔ جس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ سنجیدہ اور ٹھوس مضامین پر غور کرنے کے اہل نہیں۔ اور یہی آجکل کے نوجوانوں میں ایک بھاری نقص ہے کیا یہ حیرت خیز بات نہیں۔ کہ ہندوستان میں تو ایک آگ لگ رہی ہو۔ ملک اپنی گوناگوں مصائب و آلام کے بوجھ سے دل سوز آوازیں کر رہا ہو۔ اور اس کے مقدس سپوت عیش و عشرت اور رنگ رلیوں میں مصروف ہوں ؎

تفو بر تو اے چرخ تفو

کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ والدین اور اساتذہ طلباء کے دماغ کو زیادہ دقیق مسائل پر غور کرنے کے اہل بنائیں۔ اور ان کو ملک و ملت کے متعلق اپنی ذمہ داری محسوس کرنے کی ترغیب دیں۔ کاش کہ موجودہ نظام تعلیم کے ماتحت ایسا ہو سکتا ــــــ!

نیا سال اور نئے انتظامات

الحمد للہ رسالہ البشریٰ نے اپنی عمر کا ایک سال ختم کر لیا۔ یہ سال ہمارے لئے گوناگوں مصائب اور پریشانیوں کا سال تھا ہم نے یہ رسالہ پہلے ٹریکٹوں کی صورت میں شائع کرنا شروع کیا تھا جو کو گورنمنٹ کی منظوری سے اس کو رسالہ کی صورت دے دی گئی۔ چونکہ درمیان میں ایک ناگریز وقفہ آگیا۔ اس لئے بعض لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ شاید رسالہ البشریٰ دیگر رسائل کی طرح ؎

خوش درخشید و لے دولت مستعجل بود

ہو کر رہ جائے گا۔

لیکن الحمد للہ شبلی نمبر نے بہت سی بدگمانیوں کو دور کر دیا۔ اور ہم نے ؎

صد منزل است و منزلِ اوّل قیامت است

کی مہم بہ احسن الوجوہ سر کر لی۔

آئندہ ماہ سے انشاء اللہ رسالہ کی نئی جلد اور نئے سال کا آغاز ہوگا۔ ہم ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے مدِ نظر بہت سی تجاویز ہیں۔ جن کو اگر عملی جامہ پہنایا گیا تو رسالہ البشریٰ ہندوستان کی صحافت نگاری کے لئے نہ صرف ایک زندہ مثال بلکہ رہنمائی کا ایک درخشندہ ستارہ ثابت ہوگا۔

نئے سال سے رسالہ میں بہت سی جدت طرازیاں کی جائیں گی۔ اور اقسام مضامین طباعت و کتابت اور گٹ اپ وغیرہ کے لحاظ سے رسالہ کو بہترین سے بہترین بنایا جائے گا

موجودہ ضخامت اس مقصد کے لئے بہت کم ہے۔ اس لئے نئے سال سے رسالہ کے صفحات زیادہ کر دیئے جائیں گے۔

زرِ چندہ میں تبدیلی

پہلے مقامی اصحاب کے لئے ایک روپیہ اور بیرونی اصحاب کے لئے ڈیڑھ روپیہ زرِ چندہ مقرر تھا۔ لیکن اب فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس کو مساوی کر دیا جائے چنانچہ اب آئندہ دو روپیہ سالانہ چندہ بیرونی و مقامی اصحاب دونوں سے یکساں وصول کیا جائے گا۔

اس کاغذ کی گرانی کے زمانہ میں۔ اور البشریٰ کی معنوی و صوری خوبیوں کے پیش نظر یہ بدل اشتراک

بالکل برائے نام ہے۔ اور ہمارا اس سے اصل خرچ بھی پورا نہیں ہوسکتا۔ لیکن چونکہ رسالہ جلبِ منفعت کی غرض سے جاری نہیں کیا گیا۔ اس لئے ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ ہم ناظرین سے صرف اس قدر درخواست کرتے ہیں کہ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ رسالہ المبشر کے اجراء کا کوئی حقِ جواز ہے تو وہ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اس کی توسیع اشاعت کی طرف متوجہ ہوں۔ اور کم از کم ایک ایک خریدار بنا کر اس کی سالانہ قیمت دفتر ہٰذا میں بھجوا دیں۔ اگر ناظرین اتنی سی تکلیف گوارا فرمالیں تو ہمارے استقلال اور باقاعدگی میں انشاء اللہ تعالےٰ کوئی فرق نہیں آئے گا ـــــ !

پرچہ زیرِ نظر یہ پرچہ صرف اٹھائیس ۲۸ صفحے کا شائع کیا جارہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو شبلی نمبر کی اشاعت کی وجہ سے کام میں زیادتی ہوگئی۔ جو ہم اپنی تعلیمی مصروفیات کے دوش بدوش اکیلے ختم نہیں کرسکتے۔ چنانچہ اس نمبر کے مضامین شبلی صاحب سے ایڈٹ کروا کے حوالہ پریس کر رہے ہیں۔ دوسرے کاغذ اتنا گراں ہوگیا ہے۔ کہ المبشر ایسے غریب رسالے تو کجا بڑے بڑے جغادری رسائل و جرائد بھی اپنی ضخامت کم کر رہے ہیں۔ پس اس بات میں ہماری مجبوری ظاہر ہے۔

اگرچہ اس پرچہ کی ضخامت کم ہے۔ لیکن معنوی لحاظ سے یہ نہایت مکمل ہے۔ اس میں حضرت نازؔ ایم۔ اے کی قابلِ قدر نظم شائع کی جارہی ہے۔ امید ہے حضرت موصوف آئندہ بھی "المبشر" کا حق اپنی مصروفیات پر مقدم رکھیں گے۔ جناب ضیاء کی "امید" کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ شبنم صاحب سرحدی کی فارسی نظم لائقِ ستائش ہے۔ ہم جناب حسن رہتاسی کے ممنون ہیں کہ آپ نے بکمال شفقت نوازی اپنی ایک دلچسپ نظم "صابن کی ٹکیہ" برائے اشاعت المبشر کو مرحمت فرمائی۔ جناب احسن صدیقی جناب مصلح راجیکی کا بھی از حد شکریہ کہ انہوں نے اپنا کلام عنایت فرمایا۔

عبد الرحمٰن خاں اور احسن صاحب صدیقی کے نہایت قابلِ قدر مزاحیہ مضامین افسوس ہے بوجہ قلتِ گنجائش درج نہیں ہوسکے۔ انشاء اللہ آئندہ شائع ہونگے

جناب قمرؔ کا ڈرامہ تاریخی نوعیت
اور اس لحاظ سے کہ یہ ایک مڈل پاس نوعمر لڑکے کا لکھا ہوا ہے حد درجہ قابلِ تعریف ہے۔

صاحبزادہ مولینا میاں عبد الوہاب صاحب عمر اس پرچہ میں صاحبزادہ میاں عبد الوہاب صاحب عمر کی ایک تازہ تصویر شامل کی جارہی ہے۔ آپ حکیم الامۃ حضرت مولینا مولوی نور الدین اعظم خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے منجھلے صاحبزادہ ہیں۔ آپ

رسالہ المبشر کے خاص معاونین میں سے ہیں۔ اور اس پرچہ میں آپ کا ایک مضمون بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ آپ نہایت خلیق۔ ملنسار۔ خوش باش۔ اور تصنع و تبختر سے مبرا مرنجان مرنج انسان ہیں۔ آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ آپ نہایت سوشل اور معاشرتی روابط قائم کرنے کا شوق رکھنے والے شخص ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ متعدد انجمنوں اور سوسائٹیوں کے سیکرٹری اور رکن رہ چکے ہیں۔ علی الخصوص احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن سیکرٹری ہونے کی حیثیت سے آپ ملکی و ملی نہایت قابل قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس سے بھی بڑھ کر خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے

ایک معاصر کی بددماغی

المبشر نے جہاں ایک طرف علم پرور اور ادب نواز حلقہ میں غیر معمولی مقبولیت حاصل کی۔ وہاں اس نے اپنے رذیل خصلت حاسدوں کے سینے بھی چھلنی کر دیئے۔ سنا ہے ایک معاصر نے "المبشر" پر ریویو کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ کیا یہ بھی کوئی مزاحیہ مضامین لکھنے کا وقت ہے؟ درآنحالیکہ قارئین شاہد ہیں - کہ پہلی نمبر میں مزاحیہ مضامین کا عنصر بہت کم تھا۔ اور ہمارے اکثر مہربان زیادہ تر اس بات کے شاکی نظر آتے تھے۔ کہ اس میں مزید مزاحیہ مقالات کیوں نہیں شامل کئے گئے۔ لیکن اس بدذوقی کو کیا کہئے۔ کہ جسے مذہبیات روحانیات۔ تاریخ۔ معاشیات و سیاست ایسے بلند پایہ موضوعات کو چھوڑ کر صرف مزاح ہی قابل اعتراض نظر آتا ہے۔ حالانکہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ اور ضروری نہیں کہ ہر شخص ایسے ایڈیٹر کی طرح خشک اور عبوس ذہنیت کا حامل ہو اس کا خدا ہی محافظ ہے۔

دراصل جو شخص صرف چند کتابیں پڑھا ہوا ہو۔ اس سے یہ توقع رکھنی کہ وہ علم و ادب کے دقیق مسائل سمجھنے پہ قادر ہو سکے گا۔ ادبیات کے ساتھ تمسخر ہے

افسوس! ایسے معاصرین کیوں اس قدر بخل سے کام لیتے ہیں۔ گویا وہ یہ خیال فرما لیتے ہیں کہ اگر ہم نے ریویو کر دیا۔ تو ان کے ریویو کے شائع ہوتے ہی خدا معلوم کس قدر فائدہ ان کو پہنچ جائیگا۔ یا پھر وہ اپنی قلم کو سلطان القلم خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ اخباری دنیا کے تعلقات ان کو اخلاقاً بھی مجبور کرتے ہیں۔

ہم کو افسوس ہے کہ ایسے معاصر سے ہمارے ادارہ نے کیوں ان سے ایسی خواہش کی جبکہ علم و ادب سے بالکل کورا ہے؟

[illegible]

مرحوم

([illegible] مسلم [illegible])

(۱) احمدیہ [illegible]

(۲) احمدیہ ہوسٹل ایسوسی ایشن لاہور ۱۹۳۵

(۳) [illegible] ایسوسی ایشن لاہور

(۱۹۳۵-۳۶ء [illegible])

تاریخ اسلام

طارق فاتح ہسپانیہ

از جناب مولٰینا میاں عبدالوہاب صاحب عمرؔ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اسی سال بعد آٹھویں صدی کا ابتدائی زمانہ ہے۔ ہسپانیہ گوتھک کے ظالم و جابر حکمرانوں کے زیر استبداد ہے۔ غریب لوگ ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے انتہائی مصیبت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہودیوں پر ہسپانیہ اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو رہا ہے۔ انہوں نے ایک دفعہ بغاوت کی۔ مگر اسے جلد ہی دبا دیا گیا۔ امراء عیش کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مگر غریبوں کے بچوں۔ عورتوں اور بوڑھوں کو غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ انہیں زبردستی عیسائی بنایا جاتا۔ اور ان کی عورتوں کی شادی عیسائی غلاموں سے کر دی جاتی۔ جانوروں سے ہل چلانے کا کام بیلوں کی طرح لیا جاتا۔ مظلوم رعایا کی آنکھیں مدد کے لئے آسمان کی طرف اٹھتیں۔ مدد آئی مگر ایسی جہت سے جس کی کسی کو بھی توقع نہ تھی۔

بحر الکاہل کے کنارے کھڑے ہو کر تلوار کو میان سے نکال کر ہوا میں ہلاتے ہوئے اوکابا پکارا ! اے مولے اگر یہ سمندر روک نہ ہوتا۔ تو میں تیرا نام دنیا کے کناروں تک پھیلاتا۔ یہ وہ روک تھی جس کی وجہ سے مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات میں ہسپانیہ فتح نہ ہوا۔ یہ سعادت موسیٰ اور طارق کے حصہ میں لکھی تھی۔

آٹھویں صدی کی ابتداء کا ذکر ہے۔ موسے بن نصیر نے جو افریقہ کا گورنر تھا۔ خلیفہ ولید سے سپین فتح کرنے کی اجازت مانگی۔ اس سے کچھ عرصہ قبل حجاج بن یوسف کے بھتیجے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ کی فتح کے لئے فوجیں بھیجی جا چکی تھیں۔ مسلمان سپاہیوں کی کمی کا خیال کر کے خلیفہ کو اس درخواست کے ماننے میں تردد ہوا۔ مگر موسے نے جب سپین کے باشندوں کی مظلومیت اور وہاں کے سرسبز میدانوں کی کیفیت بیان کی تو خلیفہ نے اجازت دے دی۔

بن زیاد کی سرکردگی میں ہسپانیہ کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ وہاں کا حال معلوم کرے۔ تجویز یہ تھی کہ بعد میں موسے ایک بڑا بیڑا لے کر طارق کی امداد کو پہنچے گا۔ موسے نے طارق کو تاکید کی کہ جب تک میں فوج کا بڑا حصہ لے کر پہنچ نہ جاؤں دشمن سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ کیونکہ سپاہ کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

طارق کا بیڑا ہسپانیہ کے ساحل پر پہنچا۔ اس مقام کا نام جبرالٹر یا جبل الطارق ہے۔ رات کے وقت طارق نے بیڑے کے سرداروں کو بلایا۔ اور حکم دیا۔ کہ خاموشی سے اپنے تمام جہاز جلا دو۔ جرنیل نے پہلے تو انکار کیا۔ پھر طارق کے سمجھانے پر بیڑے کو آگ لگا دی۔ جب سپاہیوں کو خبر پہنچی تو وہ بہت حیران ہوئے

طارق چوں بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطا است
دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم
ترکِ سبب ز روئے شریعت کجا روا است
خندید و دستِ خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

طارق کی دُور اندیش نگاہوں نے جو دیکھا تھا وہی ہوا۔ مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ اب فرار کی کوئی صورت نہیں۔ ساحل پر ہر طرف دشمن نے گھیرا ڈالا ہوا ہے۔ ذلت کی ہار سے کٹ مرنا بہتر ہے۔ انہیں اپنے آقا کا قول بھی پیش نظر تھا۔

"جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے"

اگر مر گئے تو جنت میں جائیں گے۔ زندہ رہے تو اس ملک کو فتح کئے بغیر دم نہ لیں گے۔

اس وقت سپین پر شاہ راڈرک کی حکومت تھی جب اُسے طارق کی آمد کا حال معلوم ہوا۔ تو اس نے تمام صوبوں کی فوجوں کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ اور ایک لاکھ فوج اکٹھی کر کے طارق پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ طارق کی فوج میں پانچ ہزار سپاہی اور کمک تھی۔ پہلے اکیلے اکیلے بہادروں کی لڑائیاں ہوئیں۔ پھر دونوں فوجوں کی مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ گیارہ ہزار سپاہیوں کا ایک لاکھ سپاہ سے مقابلہ تھا۔ فوج کے قلب کی کمان خود طارق کر رہا تھا۔ فوج کے دائیں بائیں حصے نے آگے بڑھنا شروع کیا اور ہسپانوی فوجوں کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ خون اور قتل کا بازار گرم ہوا۔ تھوڑی دیر میں دشمن کو پتہ لگ گیا کہ اسلامی سپاہی ہم سے زیادہ منظم اور بہادر ہیں۔ ان کے لشکر میں ہراس پھیل گیا۔ دشمن کی سپاہ نے بھاگنا شروع کیا۔ بہت سے سمندر میں ڈوب گئے۔ جو بچ رہے وہ مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوئے۔ اس شکست سے گوتھک حکومت کا خاتمہ ہوا۔

طارق نے فوج کے چار حصے کئے۔ اور ان کو ملک کے مختلف حصوں میں روانہ کیا۔ اور خود دارالسلطنت کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں جہاں وہ پہنچے لوگوں نے گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا۔ اور شہروں کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے۔ اور ملک کا اکثر حصہ اسلامی فتح کے سائے تلے آ گیا۔

موسیٰ بن نصیر بھی اٹھارہ ہزار فوج لے کر ہسپانیہ پہنچ گیا۔ اور دو سال میں سارا اسپین ساسانی فوجوں نے فتح کر لیا طارق کی ہمت بڑھ گئی۔ اس کے ارادوں میں پہلے سے بھی بلندی پیدا ہو گئی۔ اور یورپ کے بقیہ حصوں کو بھی فتح کرنے کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا۔ عین اس وقت خلیفہ ولید نے دونوں جرنیلوں کو واپس بلا لیا۔ اس قبل از وقت واپسی سے اسلامی فتوحات معرضِ تعویق میں پڑ گئیں ٭

پُرجنوں راتیں

از جناب چوہدری محمد طفیل صاحب نازؔ ایم۔ اے

مجھے یوں بے وطن کرکے ملا کیا اے وطن والو
مری معصوم امیدوں کی دنیا کو اجاڑا ہے
مرا سازِ محبت توڑ ڈالا ہے بگاڑا ہے

امنگیں، آرزوئیں، حسرتیں، میری تمنائیں
تمہیں نے لوٹ لیں مجھ سے مجھے برباد کرنے کو
تمہیں نے چھین لیں مجھ سے مجھے ناشاد کرنے کو

کسی قسمت کے مارے کو ہے مارا اے وطن والو
میں جن سے پیار کرتا تھا وہ مجھ سے پیار کرتے تھے

خدا شاہد انہیں رو رو کے اکثر یاد کرتا ہوں
نہیں گو یاد کی فرصت برابر یاد کرتا ہوں

مجھے مغموم رکھتی ہیں محبت کی تمنائیں

کسی کی یاد نے لوٹی ہیں میری پُرسکوں راتیں
مجھے پردیس میں حاصل ہوئی ہیں پُرجنوں راتیں

وہ مجھ کو بھول بیٹھے ہیں کبھی جو مجھ پہ مرتے تھے
مگر شکوہ نہیں مجھ کو ذرا بھی دیس والوں کا

وہ مجھ کو یاد آتے ہیں میں ان کو یاد کرتا ہوں
مجھے ان سے محبت ہے مگر کہنے سے ڈرتا ہوں
نہیں ہوں یاد کے قابل گر میں یاد آؤں گا
او مجھ کو بھولنے والو ستاؤں گا رلاؤں گا

خدا ظالم نہیں ہوتا کبھی پردیس والوں کا

مشاہیر عالم

تیل کا بادشاہ

از جناب احسن اسمٰعیل صاحب صدیقی۔ گوجرہ

آپنے "انسانوں کا بادشاہ" تو ہر روز سنا ہوگا۔ لیکن "تیل کے بادشاہ" کے متعلق آپ کو کوئی واقفیت نہ ہوگی آئیے آج ہم آپ کو بتائیں کہ یہ تیل کا بادشاہ کون تھا اور اس کا یہ نام کیوں مشہور ہوا۔

۱۸۳۹ء کا ذکر ہے۔ کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی ایک بستی نیویارک میں ایک شخص جان راک فیلر پیدا ہوا۔ ابتداء میں یہ شخص نہایت معمولی حیثیت کا مالک تھا۔ چنانچہ اس نے ۱۸۵۵ء میں اپنے خاندان ہمراہ مالی مشکلات کے باعث نیویارک کو خیرباد کہا۔ اور کلیولینڈ میں رہائش اختیار کی۔ یہاں راک فیلر کو ایک معمولی سی کلرکی کی ملازمت مل گئی۔ اس وقت اس کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ چند سال کی ملازمت کر بعد اس نے تجارتی دنیا میں قسمت آزمائی شروع کر دی شروع شروع میں کسی کے ساتھ کچھ حصے پر تجارتی کاروبار شروع کیا۔ لیکن جلد ہی وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اس نے اپنے حصہ دار کی شرکت ترک کر دی۔ اور اپنا روپیہ واپس لے کر تیل کی ایک مشہور کمپنی میں کافی حصے خرید لئے۔ جس کی وجہ سے کمپنی کے مالک کے نام کے علاوہ جان راک فیلر کا نام بھی مالک کمپنی کی حیثیت سے مشہور ہونے لگا

اس کمپنی کی شرکت سے راک فیلر کو تجارتی دنیا میں اپنی غیر معمولی کامیابی کے آثار نظر آنے لگے۔ چنانچہ ۱۸۷۰ء میں اس نے ایک کروڑ ڈالر کے کثیر سرمایہ سے تیل کی ایک نئی کمپنی کی بنیاد ڈالی۔ جو "سٹینڈرڈ آئل کمپنی" کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ کمپنی راک فیلر کی اپنی ہی نگرانی اور صدارت میں جاری ہوئی۔ اور اسی وجہ سے اس کمپنی کو کل سرمایہ کے تین گنا سے بھی زیادہ کا فائدہ رہا چنانچہ اس کمپنی کی وجہ سے راک فیلر نہ صرف تیل کے دوسرے تاجروں میں بلکہ امریکہ بھر میں متمول ترین انسان سمجھا جانے لگا۔

تیل کی اس عظیم الشان تجارت کی نسبت سے وہ دنیا بھر میں Oil King یعنی تیل کا بادشاہ کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ فن تجارت میں اس کی کامیابی کا یہ عالم تھا۔ کہ موٹروں کے بادشاہ "مسٹر فورڈ" ایسے بھی بسا اوقات اس کے مفید مشوروں سے استفادہ کرتے۔

جب جان راک فیلر اسی سال کی عمر کو پہنچا۔ تو بڑھاپے کی وجہ سے اس نے تجارتی معاملات میں بذاتِ خود

حصہ لینا بند کر دیا۔ اس وقت اس کی جائیداد کا اندازہ کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ راک فیلر نہ صرف امریکہ ایسے امیر ترین ملک میں سب سے زیادہ دولت مند انسان ہے۔ بلکہ دنیا بھر میں بھی اس ایسی مالدار اور صاحب جائداد ہستی کوئی نہیں۔ اس کی جائیداد تیل کی کمپنیوں کے علاوہ لوہے کی کانوں۔ جہازوں اور اسی قسم کی دیگر بیش قیمت اشیاء پر مشتمل تھی

کہا جاتا ہے کہ دولت انسان کو بخیل اور تنگدل بنا دیتی ہے۔ لیکن اس مقولہ کی صحت میں شک پڑ جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ تیل کا بادشاہ۔ جان راک فیلر دنیا میں متمول ترین انسان ہونے کے باوجود اپنی سخاوت میں بھی بے نظیر تھا۔ اُس نے ملک کی طبی خدمات کے لئے مختلف ادارے قائم کئے۔ اور لاکھوں روپیہ ملیریا بخار اور زرد بخار اور اسی طرح دیگر بیماریوں کے تدارک کے لئے پانی کی طرح بہا دیا۔ ہزاروں ہسپتال اُسی کی جیب سے چل رہے تھے۔ ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم کے ایام میں راک فیلر کی ملکی خدمات جو عموماً خیراتی روپیہ کے رنگ میں ہوتی تھیں۔ زبان زدِ خاص و عام تھیں۔ اپنے خاندان کی امداد میں بھی راک فیلر نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

طبی اداروں کے علاوہ اس نے اپنے ملک کی تعلیمی ترقیوں میں بھی شاندار حصہ لیا۔ کئی ایک درسگاہیں مثلاً شکاگو یونیورسٹی وغیرہ خود قائم کیں۔ اور بے شمار ایسی تھیں جو مالی لحاظ سے اس کی شرمندۂ احسان رہتی تھیں۔ اُس کے مذہب کی انجمنیں بھی اُس سے بہت امداد حاصل کرتیں۔ راک فیلر کا حلقۂ سخاوت چونکہ بہت وسیع ہوتا جا رہا تھا۔ اور اکیلا آدمی اس کام کو نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے یونیورسٹیوں اور دیگر تعلیمی اداروں کو باقاعدہ اور بطریقِ احسن مالی امداد بہم پہنچانے کا کام ایک انجمن کے سپرد کر دیا۔ جسے "جنرل ایجوکیشن بورڈ" کہا جاتا تھا۔

راک فیلر اکثر ان دیہات کا دورہ کیا کرتا جنہیں اُس کی طرف سے مالی امداد دی جاتی تھی۔ اس کی یہ بڑی خواہش تھی کہ وہ سو سال کی عمر پائے۔ لیکن قدرت کو منظور نہیں تھا۔ اور امریکہ کا تیل کا بادشاہ سالِ رواں کی چوبیس مئی کو راہ ملک عدم ہو گیا۔ اگرچہ وہ آج دنیا میں موجود نہیں ہے۔ لیکن اس کا کا نام اس کے خیراتی کاموں کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ رہے گا۔

پیارے بھائیو! آپ کو جان راک فیلر کی زندگی سے مختلف سبق سیکھنے چاہئیں۔ ایک تو یہ کہ امورِ تجارت میں صبر ہمت اور استقلال کو اپنا خضرِ راہ بناؤ۔ اور دوسرے یہ کہ دولت مند ہونے پر کبھی بخیلی یا تنگدلی اختیار نہ کرو۔ بلکہ خلقِ خدا کی خدمت کر کے نیکنامی حاصل کرو۔

کاش!

از جناب شبنم سرحدی بی۔ اے

بارد بوادیِ دلم ابرِ بہار کاش!
خیزد ز گلشنِ من آوائے ہزار کاش!
پیرِ مغاں شکست ز نخوت سبوے من
گیرد ازیں سبوئے شکستہ خمار کاش!
خورشیدِ طالعم فرو رفتہ بظلمتے
یارب کند طلوع مہِ روے یار کاش!
مینائے آسماں راز خونِ دلم فروغ
ناید بطبعِ او مئے من سازگار کاش!
جوے کہ میچکد ز دو چشمم فرو شود
یا ہمکنارِ قلزمے یا بیکنار کاش!
ایں دل ز ابتدا کہ غمِ روزگار خورد
طعمہ کند نہ اورا غمِ روزگار کاش!
یارب ستمگرے راکہ تابم ز دل ربود
ناید ز شورِ نالہ ام امشب قرار کاش!
آں پیرِ پارسا بمے آلودہ دامنش
آید بروں ز خلوتے بے اختیار کاش!

جان و دولت ربود و نہ کرد التفات ہیچ
شبنم کنی باو نہ دگر اعتبار کاش!

ضروری اطلاع

جن حضرات کی خدمت میں رسالہ المبشر بطور نمونہ یا باُمید خریداری بھیجا جا رہا ہے۔ مہربانی فرما کر اپنے ارادے سے ایک ہفتہ کے اندر اندر بذریعہ پوسٹ کارڈ دفتر کو مطلع کر دیں کہ وہ خریدار ہوں گے یا نہیں؟ جن احباب کی طرف سے پرچہ وصول کر لینے کے بعد کوئی اطلاع موصول نہ ہو گی۔ تو دفتر ان کو باقاعدہ خریدار تصور کر کے وصولی قیمت کے لئے وی پی جاری کرنے میں حق بجانب ہو گا۔ **مینیجر رسالہ المبشر الحکم سٹریٹ قادیان دار الامان۔**

ادب لطیف

امید

از جناب ضیاء الدین احمد صاحب سلہری شملہ

افق کی ایک جانب سے اٹھ کر۔
یہ نور آسماں پر پھیلا جا رہا ہے۔
ہلکا ہلکا
دھیما دھیما
چاند کی ضو کی طرح
کیسا خاموش۔
کیسا دلآویز
نرم خیز نسیم کی مانند
سبک خرام بدلیوں کی مثل۔
یہ نور
یہ روشنی
کہاں سے آئی
کہ جس کے تبسم آفریں اثر
فرحت زا جذب نے
اپنی نزہت و نکہت سے
نیم محسوس ٹیس
غیر محسوس طریق پر پیدا کر دی
دل کی کبیدگی
پژمردگی
اور خمار کو۔
گلابی کے ایک ساتگین
سے دور کر کے
شگفتہ و شاداب کر دیا
طائران نرم آواز
و گرم رفتار
کسی کی راگنی سن کر خاموش ہو گئے
ساکت و صامت
نغمہ سرائی کو بھول کر
کم نوائی پر نثار ہو گئے
اس سمے میں
غیر فانی و غیر ارضی لمحے میں
چنگ ارباب کے پردے کیوں نیچے ہو گئے
اور مغنیوں کے زیر و بم کیوں افسردہ!
شاید اس صبح رنگ نے
جو ایک نظروں سے اوجھل نقطے سے
ایک گوشۂ آسمان سے
موجزن و متموج ہو رہا ہے
اپنے ہلکے ہلکے
دھیمے دھیمے
نیم کاہی نیم سنہری۔

منظر سے
سب کو فراموش کر دیا
ندیم !
غمگسار !
کیا بھلا ہے یہ رنگ
خواب کی طرح غیر حقیقی
اور توقعات کی طرح امٹ
آہ یہ رنگ
رنگ رنگ چڑھتا ہوا رنگ
خیرہ کن
وطوفان گیر !
جسے دیکھ کر
اے میرے ازلی و ابدی رفیق
تو حیرت ہے
اور میں مسرت
تو جانتا ہے یہ کیا ہے
یہ میری آرزوؤں کا پرتو ہے
میری کھوئی ہوئی تمناؤں کا عکس
جسے لاہوتی تخیل
آسمان کی دوسری جانب سے ڈال رہا ہے !!

بدلے

از جناب مصلحؔ راجیکی

ادھر بے چین رہتا ہوں تمہاری یاد کے بدلے
نہ بدلے تم بھی اے جاناں دلِ ناشاد کے بدلے

کبھی چرخِ کہن بدلوں میں لے بدلہ جدائی کا
تیری بیداد کو بدلے میری فریاد کے بدلے

خدا شاہد ہے یہ دنیا ستم سازوں کی دنیا ہے
کسی طائر سے لیتے ہیں کسی صیاد کے بدلے

تمہیں جانو تمہارا کام میرا بھی خدا حافظ
میں بے آباد رہتا ہوں کسی آباد کے بدلے

بدل جائیں گے سب بدلے میرے مٹی میں ملنے پر
نہ پھر ہوں گے تیرے بدلوں میں میری یاد کے بدلے

کہاں جنت کہاں فردوس بس اتنا غنیمت ہے
خدا کی یاد مل جائے خدا کی یاد کے بدلے

ساسان

افسانہ بطرز ڈرامہ

از جناب عبدالستار قمر دہلوی

افراد

ساسان ...... شاہی گوالا
شاحم ...... ساسان کا ہمراز
ضحاک ...... ایک بزرگ آدمی
پاپک ..... شاہ فارس
ہرمزد ..... دانشمند درباری۔
وزیر اعظم ۔ سپہ سالار۔ درباری ۔

پہلا منظر

{ ایک پرخار جنگل۔ حدِ نگاہ تک کانٹے دار جھاڑیاں اور کہیں کہیں سبز گھاس اُگی ہوئی ہے۔ گھنے درختوں کے نیچے ایک بڑی چٹان پر ساسان اور شاحم بیٹھے محو گفتگو ہیں۔ آس پاس مویشی چر رہے ہیں }

ساسان۔ نہیں شاحم میں نہیں مان سکتا تقدیر..... قسمت......

شاحم۔ میرے بھولے آقا! جو قسمت میں لکھا ہو۔ وہی سامنے آتا ہے۔

ساسان۔ تو کیا ہماری قسمت میں دشت کی خاک چھاننا ہی لکھا تھا۔ آخر یہ کیوں۔ اور یہ مصیبت ہم پر کیوں لائی گئی۔ اس کا کون ذمہ وار ہے۔

شاحم۔ اس مصیبت کے ذمہ وار ہم خود ہیں۔ نہ کوئی اور۔ قسمت میں یہ دن بھی لکھے تھے۔ سو آخر ختم ہو جائیں گے۔ بے شک آپ ان تکالیف کو برداشت کرنے کے قابل نہیں۔ مگر استقلال بھی تو کسی شئے کا نام ہے۔

ساسان۔ بے شک استقلال ترقی کے بڑھنے اور مصیبت کے ختم ہونے کا ایک زینہ ہے۔ جو ہمت کر کے اسے طے کر گیا۔ اس کے ایّام مصیبت ختم ہو گئے۔ مگر شاحم میں تو اپنی گذشتہ حالت کو یاد کر کے خون کے آنسو روتا ہوں۔ بادشاہی سے اب یہ عالم ہے کہ نوکری کر کے پیٹ پال رہے ہیں۔ کس قدر ذلت کی زندگی ہے۔ پرانی عزت۔ گذشتہ عظمت۔ ہاتھوں سے گئی ہوئی بادشاہت بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہی ہے۔

شاحم۔ آقا قسمت کا لکھا ہوا کون بدل سکتا ہے۔ خدائی قانون تو اٹل ہوتے ہیں۔ زمانہ میں مصیبتیں ہوا ہی کرتی ہیں۔ ہر تکلیف کے بعد راحت اور ہر راحت کے بعد تکلیف ہوتی ہے۔ ہمیں تو صبر و استقلال کے زینے کو عبور کرنا چاہیئے۔

ساسان۔ ہاں ہم مجبور ہیں۔ کچھ نہیں کر سکتے۔ اور مجبوری دوسرا نام ہے صبر کا۔ بلاشبہ زمانہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے۔ تغیرات ہوتے ہی رہتے

ہیں ۔ زمانہ کی فضا اکثر دفعہ بگڑ جاتی ہے۔ مگر فلک کج رفتار کے ہاتھوں جو مصیبت ہم جھیل رہے ہیں ۔ وہ سب سے انوکھی ہے۔

دوسرا منظر

[ساسان اور شاحم ایک اونچے ٹیلے پر کمانوں پر چلے چڑھائے کسی طاق میں بیٹھے ہیں۔ تمام مویشی سہمے ہوئے ٹیلے کے عقب میں کھڑے ہیں۔ وہ دونو بار بار سامنے والے درختوں کے جھنڈ کی طرف دیکھتے ہیں]

شاحم۔ شہزادے سنبھل کر تیر چلانا۔ یہ شکار کئی دفعہ ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ذرا سی سستی سے لینے کے دینے پڑ جائیں۔

ساسان۔ ہاں یہ شیر کئی دفعہ ہم سے بچا ہے۔ دیکھو درختوں کے جھنڈ میں دو خوفناک آنکھیں کس طرح شعلے برسا رہی ہیں۔ کس قدر خوفناک آنکھیں ہیں۔

شاحم۔ بس سنبھل جاؤ۔ جونہی شیر ذرا سامنے آئے تیر چھوڑ دو۔

ساسان۔ غرانے کی آواز۔ اُف کس قدر خوفناک ہے

شاحم لو وقت آگیا۔ جلدی کمان کھینچو۔ (دونو ایک ساتھ تیر چھوڑتے ہیں۔ مگر قبل اس کے کہ تیر شیر کو کوئی نقصان پہنچائیں۔ وہ جھاڑیوں میں چھپ جاتا ہے۔ اور تھوڑی دیر میں ایک چھلانگ لگا کر بالکل ان کے سامنے آجاتا ہے)

شاحم۔ ساسان جلدی ایک طرف ہٹ جاؤ۔ اور تلوار نکال لو۔ ذرا سی بھی سستی سے ہم دونوں کی جان خطرہ میں ہے

ساسان۔ (لپک کر ایک طرف ہو جاتا ہے۔ اور تلوار نکال کر شیر پر حملہ کر دیتا ہے) دیکھو شاحم آج بچ کر نہ جائے۔

(دونو بڑے زور سے شیر پر حملہ کرتے ہیں۔ شیر ایک جست لگا کر ساسان کو زخمی کر دیتا ہے۔ اور وہ بیہوش ہو کر گر جاتا ہے۔ مگر شاحم کے متواتر حملوں سے شیر کا بھی کام تمام ہو جاتا ہے۔ اور پھر وہ جلدی سے بیہوش ساسان کی طرف متوجہ ہوتا ہے)

شاحم۔ میرے آقا ہوش میں آئیے۔ شیر مارا گیا ہے۔

ساسان۔ (ایک دھیمی آواز میں) شاحم ... پا ... نی۔

شاحم۔ آہ! اس ویرانے میں پانی کہاں۔ میرے سردار کہاں سے پانی لاؤں۔ اے آسمان آج تو کہیں سے بادل ہی لے آ۔ اچھا اپنے شہزادے کے لئے دودھ لاتا ہوں۔

(شاحم مویشیوں کی طرف نگاہ کر کے دیکھتا ہے مگر چند سؤروں کے اور کوئی مویشی نظر نہیں آتا۔ مایوس ہو کر ساسان کے چہرے کی طرف دیکھتا ہے۔ اور بے اختیار ہو کر "پانی پانی" کہتا ہوا ایک سمت کو بھاگ جاتا ہے)

تیسرا منظر

[بوڑھا ضحاک اسی پر خار جنگل میں ایک پانی کی چھاگل لئے ایک سمت کو جا رہا ہے۔ شاحم "پانی پانی" کی پُر درد صدا لگاتا ہوا اُس کے پاس آتا ہے۔ اور بوڑھے ضحاک کے پاس پانی کی چھاگل دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے]

شاحم۔ اے نیک سیرت انسان۔ مجھے پانی .....

ضحاک۔ میرے پاس پانی بہت تھوڑا ہے۔ اور صرف میرے اس بیمار لڑکے کے واسطے ہے جو جھونپڑی میں پانی کے لئے تڑپ رہا ہے۔

شاحم۔ آہ! میرا معصوم شہزادہ تشنہ پانی کے زندہ نہیں رہ سکے گا جس طرح بھی ہو سکے تھوڑا سا پانی عنایت کر دو۔ آہ! .... ایک بے کس کی جان محض ایک گھونٹ پانی کی خاطر جاتی ہے

ضحاک۔ نیک آدمی یہ دو گھونٹ پانی دو آدمیوں کے لئے ناکافی ہے۔ مجھے جانے دو میرا لڑکا بغیر پانی کے تڑپ رہا ہوگا۔ آہ! میرا پیارا بچہ بغیر پانی کے ہمیشہ ہمیش کے لئے مجھ سے چھوٹ جائے گا۔

شاحم۔ اے بزرگ آدمی میں تم سے تمہارے بیمار لڑکے کا صدقہ مانگتا ہوں۔ میرا آقا شیر کے ہاتھوں سے زخمی ہو گیا ہے۔ صرف ایک گھونٹ پانی دے دو۔

نیک سیرت ضحاک سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ پھر تھوڑی سی دیر کے بعد پانی کی چھاگل شاحم کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے۔

ضحاک۔ لو یہ سارا پانی لے جاؤ۔ اور اپنے آقا کو پلا دو۔

شاحم۔ مرحبا۔ اے بزرگ انسان مرحبا۔ بہتر ہے کہ آپ آدھا پانی اپنے پیارے لڑکے کے لئے لے جائیں۔ تاکہ اس کی جان بھی بچ جائے۔

ضحاک۔ نہیں اس طرح سے پانی ضائع ہو جائیگا۔ اور دونوں میں سے ایک کے لئے بھی کارآمد نہ ہوگا۔ میرا لڑکا اگر ایک انسان کی خاطر قربان ہوتا ہے تو ہونے دو۔

شاحم۔ آفرین۔ صد آفرین۔

ضحاک۔ جاؤ جلدی جا کر اپنے آقا کو پلا دو۔

(شاحم بوڑھے ضحاک کو ہزار ہزار دعائیں دیتا ہوا واپس لوٹتا ہے۔ اور کافی جنگل طے کرنے کے بعد اس ٹیلے پر پہنچتا ہے۔ مگر وہاں پر ساسان کا نام و نشان بھی نظر نہیں آتا۔ وہ حیران ہو کر ادھر ادھر آوازیں دیتا ہے۔ مگر جواب نہیں آتا ہے)

شاحم۔ (آسمان کی طرف دیکھ کر) اے فلک کجرفتار! تو نے تکلیفوں اور مصیبتوں کا دائرہ اور بھی وسیع کر دیا۔ آہ! .... پیارے ساسان کو کہاں تلاش کروں۔ ساسان ... ساسان ..... (وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑتا ہے)

چوتھا منظر

[شاہ پاپک اپنے درباریوں سمیت ایک عالیشان محل میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے چہرے سے فکر و تردد کے آثار نمایاں ہیں۔ درباری خاموش بیٹھے اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ تخت شاہی کے نزدیک ہی پاپک کے دربار کا اعلےٰ دانشمند اور معتبر ہرمزد نامی بڑی شان سے ایک کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھا ہے۔ وزیراعظم بار بار شاہ پاپک کے چہرے کی طرف دیکھتا ہے۔]

وزیر اعظم۔ آقائے نامدار۔ آج آپ کس سوچ میں پڑے ہیں۔ حضور کے خادموں کا اضطراب دم بدم بڑھ رہا ہے۔

شاہ پاپک۔ میرے وفادار۔ کچھ پُر اسرار خواب مجھے رہ رہ کر یاد آتے ہیں میں انہی کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ کہ آیا ان کی کچھ اصلیت بھی ہے یا کہ نہیں۔

وزیر اعظم۔ اس میں سوچ و بچار کی کیا بات ہے۔

جبکہ ہرمزد ایسے فلسفہ دان دانشمند اور معبّر آپ کے دربار میں حاضر ہیں۔ تو پھر عالیجاہ کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت

ہرمزد۔ ہاں جاہ والا۔ خداوند نعمت۔ حضور کا کمترین حاضر خدمت ہے۔ آپ وہ خواب بیان فرمائیے جن کی وجہ سے آپ پریشان ہو رہے ہیں۔

شاہ پاپک۔ شاباش ہرمزد تم واقعی میرے دربار کی زینت ہو۔

ہرمزد۔ حضور کی ذرہ نوازی شفقت پروری کا نتیجہ ہے۔ ورنہ کمترین کی کیا عزّت تھی۔

شاہ پاپک۔ ہرمزد بادشاہ تو صرف ملک کے نظام کو برقرار رکھنے کے لئے ہوتا ہے۔ مگر ایک عالم۔ ایک فلسفی۔ ایک دانشمند ایک معبّر کے بغیر بادشاہ کے دربار کی کوئی زینت نہیں۔

ہرمزد۔ حضور انور۔ جہاں پناہ اگر بادشاہ کا دربار نہ ہو تو پھر عالموں۔ فلسفیوں۔ دانشمندوں اور معبّروں کی کون قدر کرے۔ دراصل ایک عالم اور دانشمند کی عزّت بادشاہ کے وجود سے ہی ہوتی ہے اور بادشاہ کی عظمت ایک عالم سے ہوتی ہے۔

شاہ پاپک۔ آفرین۔ ہرمزد تیری عقل پر۔ مجھے امید کامل ہے کہ تم ضرور مابدولت کے خوابوں کی تعبیر بتا سکو گے۔

ہرمزد۔ حضور اپنے خواب فرمائیے۔

پانچواں منظر

{شاہ پاپک کسی سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ ہرمزد خوش ہو رہا ہے کہ بھرے دربار اس کی کافی عزت ہوئی۔ غرور گھمنڈ سے اس کا سر بلند ہے۔ اور بار بار منہ پہ ہاتھ پھیرتا ہے}

شاہ پاپک۔ (چند لمحات کے بعد) میرے ہاں ایک ساسان نامی گوالا ہے۔ جو کہ عرصہ گذرا میری نوکری کر رہا ہے۔ میں خواب دیکھتا ہوں کہ اس کے سر سے ایک آفتاب نکلا ہے۔ جس کی روشنی نے تمام عالم کو منوّر کر دیا ہے۔ اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔

ہرمزد۔ (کچھ دیر سوچتا ہے) والا جاہ۔ ساسان کا ستارہ قسمت اوج پر دکھائی دے رہا ہے۔ وہ یا اس کی اولاد میں سے کوئی ایسا زبردست بادشاہ ہوگا کہ دنیا اس کے سامنے پانی بھرے گی۔ بڑے بڑے بادشاہ اس کے آگے جھکیں گے۔ اور وہ ان سب پر حکمران اعلیٰ ہوگا۔

(شاہ پاپک اور تمام درباری یہ تعبیر سن کر محو حیرت ہو جاتے ہیں۔ بادشاہ کچھ دیر کے بعد پھر مخاطب ہوتا ہے)

شاہ پاپک۔ میرا دوسرا خواب یہ ہے کہ ساسان کے ہمراہ تمام کشور کے لوگ ہیں۔ اور وہ ایک سپید ہاتھی پر سوار ہے۔ جس پر قیمتی اور خوبصورت جھول پڑی ہے۔ سب لوگ اس کے نام کے نعرے لگاتے ہیں۔

ہرمزد۔ میرے آقائے نامدار۔ حضور انور۔ جہاں پناہ عالی جاہ کا یہ خواب پہلے خواب کی تائید میں ہے۔ سورج کا نکلنا۔ قیمتی جھول والا ہاتھی۔ اور اس کے نام پہ نعرے سب زور۔ طاقت اور فتحمندی کے نشان ہیں۔ میرے حضور ساسان یا اس کی اولاد میں سے کوئی ضرور

دنیا کا بادشاہ ہوگا۔

شاہ پاپک۔ تیسری رات میں نے دیکھا کہ ساسان کے گھر میں آتش فروبہ گشپ اور مہر روشن ہے جس کی وجہ سے تمام دنیا میں اجالا ہو رہا ہے۔ اور ہر چیز جگمگا اٹھی ہے۔

ہر مزد۔ عالی جاہ۔ آگ ایک مقدس چیز ہے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ اس کا کسی گھر میں دیکھا جانا بڑی عزت کی علامت ہے۔ آتش فروبہ کے معنی وہ آدمی ہے جو اپنے ساتھیوں اور ہمسروں میں باعزت اور رتبے والا ہو۔ جو مذہب کو اچھی طرح جانتا ہو۔ کیونکہ مقدس آگ کا تعلق مذہب سے ہے۔ دوسرے آتش گشپ سے مراد بہادر جنگجو اور جرگوں کے افسر اعلیٰ سے ہے۔ یعنی ساسان جو اس وقت شاہی گوالا ہے بہادر جنگجو اور جرگوں کا سردار ہوگا۔ اور اس کا تعلق ضرور کسی شاہی نسل سے ہے۔ عالی جاہ۔ حضور کے تمام خواب ساسان کی تائید میں ہیں۔ پس لازمی اور لابدی امر ہے کہ اس کو یا اس کی اولاد کو ضرور بادشاہت نصیب ہوگی۔ اور وہ دنیا پر حکومت کرے گا۔

(یہ سن کر تمام درباری حیران ہو جاتے ہیں۔ بادشاہ سپہ سالار کی طرف دیکھتا ہے سپہ سالار اپنی جگہ سے اٹھ کر بادشاہ کو سجدہ کرتا ہے۔ اور باادب ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے)

شاہ پاپک۔ میرے بہادر سپہ سالار جاؤ ساسان کو حاضر کرو۔

سپہ سالار۔ عالی جاہ!

(سپہ سالار دربار سے باہر چلا جاتا ہے)

چھٹا منظر

{دربار اسی طرح لگا ہوا ہے۔ تمام درباری خاموش ہیں۔ سپہ سالار زخمی ساسان کو ایک طرف لئے کھڑا ہے جس کے بازو میں سے خون بہ رہا ہے۔ اور عجیب بے کسی کی حالت میں کھڑا ہے۔}

شاہ پاپک۔ میں ساسان کو کس حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم نے اسے زخمی کیا ہے کہ شاید میں خوش ہو جاؤں۔ یاد رکھو جو کچھ تم نے کیا برا کیا۔ تم سزاوار ہو۔

سپہ سالار۔ خداوند نعمت خاکسار سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔ بلکہ شہر سے باہر جہاں کہ اکثر مویشی چرائے جاتے ہیں۔ ایک بلند ٹیلے پر میں نے ساسان کو اسی حالت میں بے ہوش پایا۔ اور اس کے نزدیک ایک بڑا بھاری ببر کم شیر بھی مرا پڑا تھا۔ کمترین نے اسے ہوش دلائی اور حاضر خدمت کیا۔

شاہ پاپک۔ شاباش میرے بہادر سپہ سالار۔ ساسان یہ کیا ماجرا ہے۔

(ساسان نہایت کمزور آواز میں سب واقعہ شیر پر حملہ کرنے اور اپنے زخمی ہونے کا اور شاہم کا شیر کو مارنے کا بلاکم و کاست بادشاہ کے گوش گذار کرتا ہے۔ سب کو اس کے ساتھ ایک ہمدردی سی پیدا ہو جاتی ہے)

شاہ پاپک (سپہ سالار سے) جاؤ میرے وفادار شاہم کو تلاش کرکے دربار میں لاؤ۔

(سپہ سالار پھر اسی طرح اُلٹے پاؤں واپس چلا جاتا ہے)

شاہ پاپک۔ ساسان میں تم سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم نے سچ سچ بتا دیا تو سمجھو تمہاری قسمت بدل گئی۔ اور جھوٹ ہوا تو بہت بُرا ہوگا۔

ساسان۔ عالی جاہ۔ آپ شوق سے دریافت کریں۔ خاکسار ہر جواب صحیح صحیح دینے کی کوشش کریگا۔

شاہ پاپک۔ اوّل یہ کہ تم کس نسل اور خاندان سے ہو۔ دوم کس ملک کے رہنے والے ہو۔

ساسان۔ جہاں پناہ اگر جان بخشی ہو تو عرض کروں

شاہ پاپک۔ ساسان تم بلا خوف و خطر کہو۔ تم ہر طرح سے محفوظ ہو۔ تم کو یہاں پر کوئی گزند نہیں پہنچ سکتی۔

ساسان۔ شاہ معظم۔ میں در اصل دارا ابن دارا کی اولاد . . . میں سے ہوں۔ اور میرا نسب نامہ پانچویں پشت پر بہمن سے ملتا ہے۔ میں ملک ایران کا شہزادہ تھا۔ آہ! جب اسکندریہ کے بُرے دن آئے۔ تو میں اپنے وفادار شاحم کے ساتھ مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔ اور چھپتا چھپاتا اصفہان پہنچا مگر وہاں پر بھی قسمت نے یاوری نہ کی۔ پھر اپنا سر چھپاتا ہوا اصطخر پہنچا۔ اور افشائے راز کے خوف سے بہت عرصہ تک چھپا رہا پھر آخر آپ کے یہاں پیٹ کی خاطر نوکری کرنا شروع کر دی۔ اور شاہی پوشاک اتار کر معمولی گوالوں ایسا لباس پہنا۔

شاہ پاپک۔ ساسان تمہاری مصیبت کے دن ختم ہو گئے۔

(پاپک کے حکم سے ایک شاہی پوشاک حاضر کی جاتی ہے اور اس کے کہنے پر ساسان اس کو پہن لیتا ہے)

ساتواں منظر

{سپہ سالار شاحم کے ہمراہ دربار میں داخل ہوتا ہے اس کے ہاتھ میں ایک پانی کی چھاگل ہے۔ وہ حیران ہو کر تمام دربار میں نگاہ دوڑاتا ہے۔ سپہ سالار اور شاحم تخت کے سامنے آ کر بادشاہ کو سلام کرتے ہیں۔ اور ساسان کے قریب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پہلی نظر میں شاحم ساسان کو نہیں پہچانتا}

ساسان۔ (شاحم سے مخاطب ہو کر) شاحم

شاحم۔ کون . . . . ساسان . . . . میرے آقا۔ (یہ کہہ کر وہ جلدی سے اس سے لپٹ جاتا ہے)

شاحم۔ آہ کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ آخر یہ کیا ماجرا ہے۔ کیا غم و آلام کے دن ختم ہو گئے۔ مگر یہ کیونکر ہوا میرے . . . . . . آقا . . . . .

ساسان۔ شاحم بے اختیاری کی حالت کو ترک کرو۔ دیکھو یہ درباری آداب کے خلاف ہے۔

شاہ پاپک۔ اے مظلوم ہستیو! ایام مصیبت ختم ہو گئے۔ پہلے تم میرے خدمت گاروں میں سے تھے کیونکہ اصل حقیقت پردہ راز میں تھی۔ مگر اب تم شاہی مہمان ہو۔

شاحم (جلدی سے حیران ہو کر) کونسی اصل حقیقت پردہ راز میں تھی میرے حضور۔ (پھر ساسان کے چہرے کی طرف دیکھنے لگ جاتا ہے)

ساسان۔ میرے وفادار میں نے اپنا راز افشا کر دیا

شاحم۔ آہ ۔۔۔۔ غلطی۔ دھوکا ۔۔۔ فریب ۔۔۔۔

وزیر اعظم۔ نہیں شاحم شاہ پاپک کے دربار میں دھوکہ فریب نہیں ہو سکتا۔ تم بالکل مطمئن رہو۔

شاحم۔ یہ کیسے ممکن ہے۔

وزیر اعظم۔ قولِ مرداں جان دارد۔

ساسان۔ شاحم تسلی رکھو دھوکہ نہیں ہوگا۔

شاحم۔ آہ فلک کج رفتار۔ جس کے ساتھ ہر دفعہ دھوکہ کرے وہ ہر بات کو فریب ہی خیال کرتا ہے۔

شاہ پاپک۔ شاحم! مطمئن رہو۔

شاحم۔ عالی جاہ۔

شاہ پاپک۔ تخت فارس کے وفادارو! تمہارے لئے خوشی کا امر کہ ایران کا مایہ ناز شہزادہ ہمارے دربار میں جلوہ افروز ہے۔ میری وفات کے بعد اس تاج کے لائق مجھے کوئی نظر نہیں آتا۔ اس سلسلے میں اپنی لڑکی کی شادی ساسان سے قرار دیتا ہوں۔ تاکہ میرے بعد یہ تخت کا وارث ہو۔ اور میرے خواب سب پورے ہو جائیں۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ ایسا کر دیا جائے۔

درباری۔ ضرور ضرور شہزادہ اسی لائق ہے۔

شاہ پاپک۔ میں خوش ہوں کہ تم نے میرے ساتھ تعاون کیا۔ اور میری رائے کو پسند کیا۔

(بادشاہ ساسان کو اپنے برابر شاہی تخت پر بٹھاتا ہے۔ اور شاحم بھی ایک قیمتی خلعت دے کر اپنے درباریوں میں شامل کرتا ہے۔ ایک دفعہ پھر ساسان اور شاحم گلے ملتے ہیں۔)

شاحم۔ تقدیر۔ قسمت

ساسان۔ بجا!

صابن کی ٹکیہ

از جناب حسن رہتاسی

تالاب کنارے روتی تھی کل بڑھیا اک بیراگن کی
سر ننگے پا برہنہ تھی "او کاگا کاگا" کہتی تھی
تھے بال بھی لت پت صابن میں پوشاک بھی تن ڈھانکتی تھی
کہتی تھی صابن دے میرا اور لے آئیں اس پاپن کی
اتنے میں زمیں پہ گری ٹکیہ دیکھا لپک کر ہاتھ میں لی
جب غسل میں تھے مصروف حسن کچھ یونہی طبیعت آ جو گئی
جب ظالم کاگا لے بھاگا بن پوچھے ٹکیا صابن کی
اک ہاتھ سے تھامے دامن تھی اک ہاتھ میں ٹہنی جامن کی
تھا اس میں سوچ بھی پنہاں اور رنجیدہ ہوا تھی بھاگن کی
سنگھوا اس ہو تیرے بچوں کا اور خیر ہو تیری کاگن کی
یوں خوش تھی جیسے ہاتھ لگی ہو چٹھی پیارے ساجن کی
یہ نظم زباں پر جاری تھی اور ہاتھ میں ٹکیا صابن کی

فوٹو کے نیچے تین انجمنوں کے نام

آپ کو مولٰنا عبد الوہاب صاحب عمر کے فوٹو کے نیچے تین انجمنوں کے نام لکھے ہوئے نظر آئیں گے۔ طبعاً آپ کے دل میں سوال پیدا ہوگا کہ ان انجمنوں نے کچھ کام بھی کیا یا مسلمانوں کی انجمنوں کی طرح "نشستند، گفتند، برخاستند"۔

یعنی ایسوسی ایشن کا جلسہ ہوا۔ کچھ باتیں ہوئیں اور جلسہ برخواست ہوگیا۔ کام دیکھو تو صفر۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان انجمنوں کی مختصر کارگزاری عرض کر دی جائے۔ تاکہ آپ کو ان کے کام کا اندازہ ہوسکے

(۱) سب سے پہلے احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ کو لیجئے اس انجمن نے سوا لاکھ کے قریب تبلیغی ٹریکٹ شایع کئے۔ "احمدی نوجوانوں کے فرائض" پر آنریبل چوہدری سر محمدؐ ظفر اللہ خاں کا لیکچر کرادیا۔ غیر ممالک کے مبلغین کی خاطر کثیر تعداد میں انگریزی ٹریکٹ چھپوا رہی ہے۔ عنقریب چوہدری صاحب کا لیکچر بھی چھپوائے گی۔

(۲) احمدیہ ہوسٹل ایسوسی ایشن نے بھی مفید تبلیغی ٹریکٹ شائع کئے۔ اور نوجوانوں کی اصلاح اور تربیت کے لئے جلسے کئے گئے۔

۳۔ احمدیہ انٹرکالیجیٹ ایسوسی ایشن نے قادیان کے دو ٹرپ کئے۔ مولانا محمد یار عارف کو انگلستان سے واپسی پر ایڈریس پیش کیا۔ حضرت امیر المومنین نے ایسوسی ایشن کی تقریبوں میں دو اہم تقریریں کی۔ حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب نے از راہ نوازش ایسوسی ایشن کو پارٹی دی۔ جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ نے پارٹی دی۔ حضرت مفتی صاحب۔ حضرت میر محمدؐ اسحٰق صاحب۔ جناب ملک بشیر احمد صاحب آف امریکہ۔ جناب شیخ بشیر احمد صاحب۔ جناب چوہدری اسد اللہ خانصاحب۔ میاں معراج الدین صاحب عمر اور دیگر بہت سے بزرگوں نے ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام تقریریں کیں۔ ایسوسی ایشن نے آنریبل چوہدری سر محمدؐ ظفر اللہ خانصاحب کا "احمدیت کا پیغام" کے موضوع پر لیکچر کرایا۔ اور اس لیکچر کو چھپوا کر پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کیا۔ ایسوسی ایشن نے لاہور کالجوں کے احمدی طلباء میں اجتماعی زندگی پیدا کرنے اور ان کے دینی نگرانی کرنے کے سلسلہ میں مفید کام کیا۔ اور سر محمدؐ ظفر اللہ خاں کا لیکچر چھپوانے میں ایسوسی ایشن کا بجٹ دو سو روپے کے قریب تھا۔

احمدی بچے کی دُعا

از جناب احسن اسمٰعیل صاحب صدیقی آف گوجرہ

الٰہی! فضل و رحمت سے عطا صدق و صفا کر دے
تو چاہے گر تو پتھر کو بھی لعلِ بے بہا کر دے
کھڑا ہوں ہاتھ پھیلائے ترے دربارِ عالی میں۔
غمِ افکارِ عالم سے مجھے نا آشنا کر دے
مرے دم سے زمانے بھر کی ظلمت دور ہو جائے
غریبوں کا معاون ناتوانوں کا عصا کر دے
اِدھر ہو مذہبِ اسلام کی الفت مرے دل میں
اِدھر خاکِ درِ پاکِ محمد مصطفٰےؐ کر دے
مرا طرزِ تکلّم بھی سحر انگیز ہو جائے
غلامانِ مسیحِ پاکؑ کا بس ہمنوا کر دے
صداقت کے لئے قربان ہوتے ہیں جہاں مومن!
اسی وادی میں مجھ کو بھی ہم آغوشِ قضا کر دے
الٰہی! جل مروں میں مشعلِ نورِ صداقت پر
مرے اس ابتدائے عشق کو بے انتہا کر دے
بدل جائے یہ سیلِ کفر پر انوارِ کوثر سے۔
دلِ یزداں پر کچھ ایسا اثر آہِ رسا کر دے
بھٹکتے پھر رہے ہیں لوگ راہِ حق نہیں ملتا
الٰہی! چشم ہائے دشمنانِ دیں وا کر دے
چلے آویں بطرفِ قادیاں نورِ صداقت لے۔
مرے پیغام کو تو مشتہر بادِ صبا کر دے
مری امید کے غنچے الٰہی پھول ہو جائیں ؛ نہیں تو پھر مجھی کو بے نیازِ مدعا کر دے

حل طلب معمہ

نمبر شمار	اشارات	غیر ترتیب حروف	کتنے کم کرنے ہیں	جوابات
۱	ایک مسلمان لڑکا	ف و ن ص م م را د ح ظ	۲	
۲	ایک دریا	وگ ی ات ای سن رس	۳	
۳	ایک مشہور رسالہ	ہ ق اور ن ح غ	۲	
۴	ایک اخبار	ل م گ ی پ ان زادی ک	۲	
۵	سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک مشہور کتاب	س ل ہ ہ اااا ز ر م م و	۳	
۶	ایک سابق بادشاہ	س س ی ی ل ل اا ہ	۱	
۷	ایک مشہور شہر	م م ر ر ت اس گ	۲	
۸	ایک پھول کا نام	ی ی ب ب ج ل ل ن	۲	

شرائط (۱) حل ڈیڑھ آنہ کے ٹکٹ کے ساتھ ۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء تک ذیل کے پتہ پر آجانا چاہیئے

۲۔ ایک سے زائد حل بھی ایک آدمی بھیج سکتا ہے۔ دو حل کے لئے دو آنے کے ٹکٹ آنے لازمی ہیں۔

انعامات (۱) صحیح حل کرنے والے کو ایک سوین انک کی بوتل بمعہ ایک فونٹین پن۔ ایک غلطی والے کو ایک ریشمی رومال دیا جائے گا۔

نوٹ:۔ ایک سے زائد حل آنے کی صورت میں انعام قرعہ اندازی سے تقسیم ہوگا۔

پتہ

شیخ محمود مظفر محلہ دار الرحمت قادیان۔ ضلع گورداسپور پنجاب

المبشر بک ڈپو کا پہلا اور جلیل القدر کارنامہ

المبشر بک ڈپو کے زیر اہتمام مصر کا ایک دلآویز افسانہ فاحزہ شائع کیا جائے گا - یہ بمبئی کے مشہور و معروف متعدد رسائل وجرائد میں شائع ہو چکا ہے۔ اور علم نواز حلقہ میں نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جا چکا ہے - پہلی دفعہ یہ کتابی صورت میں جلوہ گر ہوگا -

یہ اخبار "سالار" بمبئی کے مدیر منتظم جناب شیخ یوسف علی صاحب عرفانی (انگلستانی) کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے - آپ اس کو پڑھیں گے اور گھنٹوں بحر تحیر میں مستغرق ہو کر ایک غیر مرئی استغراق اپنے اندر محسوس کرینگے ابھی سے اپنے کے لئے ایک جلد محفوظ کروا لیجئے - ورنہ بعد کو گنجائش نہیں رہے گی - اس کتاب کی بہت تھوڑی جلدیں شائع کی جا رہی ہیں اور مانگ بہت ہے - قیمت صرف ۸ر

المبشر بک ڈپو کے ذریعہ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور دیگر علمی و ادبی تعلیمی و درسی کتب منگوائیے آپ کو سستے داموں پر ملیں گی -

---

نہایت سستی زود اثر دوا، کھانے میں لذیذ - اور خوشبودار ہے

یاقوتی گولیاں (رجسٹرڈ)

قوت مردمی کو بڑھاتی ہے۔ دل - دماغ - ہاضمہ کو طاقت بخشتی ہے۔ نامردی سستی - سرعت انزال اور جریان کو جڑ سے اکھیڑتی ہے - قیمتی ادویات مثلاً مروارید - مشک - عنبر - یاقوت - ورق طلا و نقرہ جیسی انتیس ادویات کا مرکب ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی مایوس کیوں نہ ہو چکا ہو - طاقت مردمی سے بالکل محروم ہو گیا ہو - جریان - احتلام اور سرعت انزال نے جسم کو کھوکھلا کر دیا ہو صرف بیس پچیس روز کے لگاتار استعمال کے بعد از سر نو نوجوان بنا دیتی ہیں - دوران استعمال میں اگر اکسیر مالش کا استعمال بھی کیا جائے تو سونے پر سہاگہ کا کام ہوگا مستورات کے ضعف قلب - کمر درد - اور سیلان الرحم وغیرہ کو روکنے کیلئے اس سے بڑھ کر کسی اور چیز کا ملنا مشکل ہے عورت اور مرد یکساں استعمال کر سکتے ہیں لطف یہ کہ ہر ملک اور ہر موسم میں استعمال کی جاتی ہیں - زیادہ تعریف فضول ہے مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید آزمائش شرط ہے - قیمت فی شیشی خوراک پچیس یوم صرف ۵ روپیہ علاوہ محصولڈاک -

دوسرا اکسیر مالش مردوں کے خارجی استعمال کے لئے جو لجی لاغری سستی اور کمزوری وغیرہ کو دور کر کے کئی گنا طاقت کو بڑھاتا ہے ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے - اور ہر قسم کے آبلہ تکلیف اور بدبو سے مبرا ہے اور نہایت مجرب ہے - قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ ہے ۔ ملنے کا پتہ **منیجر یاقوتی گولیاں بٹالہ ضلع گورداسپور**

بمنظوری نظارت تالیف و تصنیف

علمی، ادبی و اصلاحی ماہوار مجلہ

المبشر

اڈیٹر
ک۔ عبدالرحیم شبلی بی کام
مینجنگ اڈیٹر
محمد سلیمان عرفانی

چندہ سالانہ
عوام کیلئے دو روپیہ
طلباء کیلئے ڈیڑھ روپیہ
قیمت فی پرچہ ۳؍

جو ہر ماہ کی پچیس ۲۵ تاریخ کو قادیان (پنجاب) سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	بشارات		صفحہ
۱	پیش گفت	اڈیٹر	۴
۲	انسدادِ خمریات	"	۶
۳	فنِ خطابت	جناب احسن صدیقی	۸
۴	پیار کی باتیں کریں (نظم)	جناب عبدالرشید صاحب تبسم	۹
۵	کونسل کا ممبر	جناب عبدالستار صاحب قمر	۱۰
۶	بھوت؟	شبلی - بی۔کام	۱۴
۷	اشارات	جناب احسن الصدیقی	۱۷
۸	دور و نزد و نزد و دور	جناب ضیاء الدین احمدؔ صاحب سلہرتی	۱۸
۹	ذرا لکھنؤ تک	جناب عبدالسلام صاحب شملوی	۱۹
۱۰	قطعات	جناب کاملؔ دہلوی	۲۱
۱۱	یتیم کی غیرت	جناب برخیا	۲۳
۱۲	شریکِ زندگی سے خطاب (نظم)	جناب میرزا سیف اللہ خانصاحب فاروقی	۲۶
۱۳	علم و ادب	جناب احسن اسمٰعیل صاحب صدیقی۔	۲۸
۱۴	میری آخری خواہش	جناب میرزا سیف اللہ خانصاحب فاروقی	۳۰
۱۵	اسکول کا ایک منظر	جناب نثار	۳۱
۱۶	ریویو	ادارہ	۳۳

پیش گفت

اڈیٹر

المبشر کے لئے علمی و ادبی مضامین فراہم کرنے میں بہت دقت پیش آ رہی ہے۔ تاہم اپنے مہربانوں سے جو کچھ مل جاتا ہے وہ سرتاپا رحمت ہے۔ ہم حضرتِ تبسم کے ممنون احسان ہیں کہ آپ نے باوجود گوناگوں مصروفیات کے المبشر کو اپنا بلند پایہ کلام عطا فرمایا۔ آپ کا اسم گرامی علمی حلقہ میں محتاج تعارف نہیں۔ ایک عرصہ سے آپ کی کیف باریاں تشنگانِ علم و ادب کو سیراب کر رہی ہیں۔ شاعری کے علاوہ آپ کے حقیقت افروز مضامین بھی نہایت دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔ جناب ضیاء کا شاہپارہ المبشر کے لئے باعث فخر ہے۔ آپ ایک گداز دل کے مالک ہیں۔ جس میں سے سوز و ساز کا ایک ایسا نغمہ بہ پڑتا ہے۔ کہ سننے والا متکیف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جناب احسن صدیقی ہمارے پرانے نامہ نگار ہیں۔ آپ کی نظم و نثر دونوں نہایت خوب ہیں۔ ہمیں صرف یہ شکایت ہے کہ آپ اپنی نوازشات سے ہمیں براہِ راست نہیں نوازتے جس کا نتیجہ بسا اوقات غیر معمولی تعویق ہو جاتا ہے۔ حضرت فاروق بہاولپور کے درباری شاعر ہیں۔ اور آپ کے کلام کی ندرت اور چستی علم و ادب کا ذوق رکھنے والوں سے بسا اوقات خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ امید ہے المبشر کے ساتھ آپ کا تعلق دائمی رہے گا۔ جناب عبد السلام صاحب شملوی نے (جن کو لوگ شبلی بھی کہتے ہیں۔ لیکن ہم اپنی حین حیات میں انہیں یہ تخلص چھیننے کی اجازت نہیں دے سکتے) ایک عمدہ مزاحیہ مقالہ لکھا ہے جس میں زبان کی لطافت قابل داد ہے۔ جناب قمر اس نوعمری میں بیک وقت شاعر، ادیب، نظم گو اور مصور ہیں۔ آپ کی چار تصانیف اس وقت لاہور میں زیر طبع ہیں۔ آپ کا مستقبل نہایت خوش آئند ہے۔ جن نامساعد حالات میں آپ اپنی مساعی کو جاری رکھ رہے ہیں۔ وہ ہمارے نوجوانوں کے لئے قابل رشک اور تقلید ہے۔ جناب برخیا کا افسانہ امید ہے دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ آپ نے وہی کچھ لکھا ہے جو دل پر اثر انداز ہوا۔ حضرت کامل فن شاعری کے استاد ہیں۔ امید ہے آئندہ ہم آپ کی کوئی ادبی چیز پیش کر سکیں گے۔ جناب نثار نے انگریزی زبان کی خامیوں کو دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

اصلاحِ معاشرت

انسدادِ خمریات

اور

حکومتِ نظام کی مساعی جمیلہ

رسالہ "المبشر" ایک علمی، ادبی و اصلاحی مجلّہ ہے۔ اُس کا مقصدِ اعلیٰ جہاں علمی و ادبی بشارات دینا، اور پاکیزہ لٹریچر مہیا کرنا ہے۔ وہاں وہ معاشرتی اصلاح کے لئے بھی انشاءاللہ تعالےٰ ایک مبشر ثابت ہوگا۔ اس مضمون میں ہم خمریات کے استعمال پر ایک اجمالی تبصرہ کر رہے ہیں۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ محض محاصلِ آبکاری یا چنگی زیادہ کرنے سے شراب نوشی کا انسداد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے قلع قمع کے لئے ضروری بات یہ ہے کہ اُردو ادبیات میں خمریات کا جو مذموم اور قبیح عنصر داخل ہوگیا ہے اُس کو دُور کیا جائے۔ اِس سلسلہ میں ہم نے نظام گورنمنٹ کی مساعی جمیلہ کو بنظرِ استحسان دیکھا ہے کہ انہوں نے بھی شراب نوشی کے انسداد کے لئے ایک عظیم الشان لائبریری قائم کی ہے۔ جس میں منشیات کے خلاف اصلاحی لٹریچر مہیا کیا جائے گا۔ اور اس طرح رائے عامہ میں ایک قابلِ ستائش انقلاب برپا کرنے کی سعی کی جائیگی

ہم انشاءاللہ اس موضوع پر مفصل پھر بھی لکھیں گے۔

اڈیٹر

حکومت برطانیہ اور ہندوستانی ریاستیں اپنی آمد کا معتدبہ حصّہ منشیات پر محاصلِ چنگی و آبکاری لگا کر حاصل کرتی ہیں۔ اگرچہ منشیات میں بھنگ، چرس اور افیون بھی شامل ہے لیکن اکثر حصّہ ٹیکس کا شراب نوشی سے وصول ہوتا ہے۔

۱۸۶۱-۶۲ء میں منشیات سے برطانوی ہند کی آمدنی ایک کرور اٹھتر لاکھ روپیہ سے کچھ زائد تھی۔ جس میں تیرہ لاکھ روپے کے قریب محکمہ آبکاری پر خرچ ہوئے ۱۹۲۹-۳۰ء میں یہ آمدنی بیس کرور اکتالیس لاکھ روپیہ سے بھی زائد ہوگئی اور خرچ دو کرور اُنیس لاکھ روپیہ ہوگیا۔

آیا یہ زیادتی اس بات کا ثبوت ہے کہ ہندوستان میں منشیات کا استعمال روز بروز بڑھ رہا ہے یا نہیں۔ یہ مختلف فیہ امر ہے۔ لیکن گورنمنٹ کا بیان ہے کہ اس زیادتی کی متعدد وجوہات ہیں۔ مثلاً اس عرصہ میں آبادی بڑھ گئی۔ لوگوں کی خوشحالی میں اضافہ ہوا۔ آبکاری کے محصول میں ایزاد کیا گیا۔

اور چنگی وغیرہ کے محکمہ میں معائنہ زیادہ کڑا کر دیا گیا۔ اس بات کا ثبوت کہ آمدنی کی ترقی لوگوں کی عام خوشحالی کی وجہ سے ہوئی یہ بھی ہے کہ ۱۹۳۲-۳۳ء میں عالمگیر کساد بازاری کی وجہ سے محاصل منشیات میں کمی وارد ہوئی۔ اور آمدنی بیس کروڑ کی بجائے چودہ کروڑ رہ گئی۔

گورنمنٹ کے اس بیان کے باوجود اس بات کے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ کہ ہندوستان میں منشیات کا استعمال روز افزوں ہے۔ اور اس میں ہر لحہ اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر معائنہ کڑا کر دیا گیا ہے یا آبادی بڑھ گئی ہے۔ یا لوگوں کی خوشحالی زیادہ ہوئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی منشیات کے استعمال میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ اس کا استعمال اسی نسبت سے بڑھ چکا ہے۔ تو یہ تو اس بات کا مزید ثبوت ہے کہ لوگ شراب نوشی وغیرہ کے زیادہ عادی ہو رہے ہیں۔

اس امر پر تو دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ معاشرتی اصلاح کے لئے خمریات کا سدباب اشد ضروری ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انسداد کیسے ہو؟

گورنمنٹ آج تک اس کے لئے محاصل چنگی کے ازدیاد پر ہی منحصر رہی ہے۔ یعنی وہ محصول آبکاری زیادہ کر دیتی ہے اس امید پر کہ شاید منشیات کا استعمال کم ہو سکے۔ لیکن وہ ان محاصل میں اس حد تک اضافہ نہیں کر سکتی۔ کہ لوگ ناجائز طور پر شراب کی کشیدگی بند کر دیں۔ محاصل سے زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ لوگ سر بازار شراب کی خرید و فروخت نہ کریں گے۔ لیکن چوری چھپے شراب کی کشید اور خرید و فروخت کو کون روک کر سکتا ہے؟

پھر خمریات کے انسداد کے لئے اور بھی بہت سے طریق استعمال کئے گئے ہیں۔ مثلاً لائسنس جاری کر کے دکانوں کی تعداد میں کمی واقع کی گئی ہے۔ شراب کی جتنی بوتلیں ایک دکاندار رکھ سکتا ہے ان پر تحدید لگائی گئی ہے۔ شراب بیچنے کے اوقات مقرر کئے گئے ہیں۔ اور شراب کی تیزی پر حد بندی لگائی گئی ہے۔

بلاشبہ یہ طریق شراب نوشی کی عادت کو کسی حد تک روکنے میں ممد ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان سے قطعی انسداد نہیں ہو سکتا۔ جب ہم محصول چنگی زیادہ کرتے ہیں تو کیا دوسرے الفاظ میں ہم شراب نوشی کو جائز قرار نہیں دے رہے ہوتے؟ پھر شراب تو ایسی چیز ہے کہ جس کو ایک دفعہ اس کا چسکا پڑ گیا وہ روپیہ کی پرواہ نہیں کرتا۔ خواہ وہ کتنی مہنگی ہو وہ اپنا گھر بار بیچ کر بھی اس کو ضرور خریدے گا۔

پھر شراب مہنگی ہو جائے گی تو لوگ اسے خریدنے کے لئے قرضہ لینا شروع کر دیں گے۔ اس طرح پر مقروضات میں جو پہلے ہی ہندوستانیوں کی کمر توڑ رہے ہیں معتدبہ اضافہ ہو جائے گا۔ اور یہ اقتصادی ترقی پر ایک مزید تبر ہو گا۔

پس ہمارے نزدیک محض محصول کی زیادتی ہی شراب کا انسداد نہیں کر سکتی بلکہ اس کے قطعی قلع قمع کے لئے وسیع پروپیگنڈے اور اشاعت تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔

حال ہی میں کانگرس نے اعلان کیا ہے کہ وہ ہندوستان کے سات صوبوں میں سے جن پر اس کی حکومت ہے اس وبا کو دور کرنے کی پوری کوشش کرے گی۔ اور مسٹر گاندھی

کے اعلان کے مطابق ایک تین سال کا پروگرام بنایا جائے گا جس کی رُو سے شراب نوشی ہندوستان کے اکثر حصہ میں بالکل ممنوع کر دی جائے گی۔

شراب نوشی اَور دیگر منشیات آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اس لئے اگر ہنگامی فرامین کے ذریعہ سے انسداد کیا جائے تو اِس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہندوستان کی مالیات اُلٹ پلٹ جائے گی۔ اور حکومت کو شدید مالی نقصان ہوگا۔

پس ایک ذہین و فہیم ماہرِ مالیات کے لئے ضروری ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر قدم اُٹھائے۔ اور ایک کم سے کم ایسا عرصہ مقرر کر دے جس میں وہ انسداد منشیات کے پروگرام پر عمل کر سکتا ہے۔ اس عرصہ میں وُہ آمدنی حاصل کرنے کے دیگر ذرائع معرضِ عمل میں لا سکتا ہے۔ اَور منشیات کے ذرائع آمد کو آہستہ آہستہ بند کر سکتا ہے۔

ہمیں یہ جان کر نہایت خوشی ہوئی کہ نظام حیدرآباد دکن کی گورنمنٹ نے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ وہ بھی اپنی ریاست سے منشیات کی لعنت کو جلد از جلد دور کرنے کی کوشش کرے گی۔ چنانچہ وہاں اسی مقصد کے لئے ایک محکمہ بنایا جا چکا ہے۔ جس کے ماتحت ایک عظیم الشان لائبریری بھی بنائی گئی ہے۔ جس میں منشیات کے خلاف لٹریچر مہیا کیا جائے گا۔

ہمارے خیال میں شراب نوشی کی بڑھتی ہوئی وبا کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری ادبیات میں خمریات کا عنصر بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ اگر لٹریچر کو اس مسموم عنصر سے منزہ کر دیا جائے تو انقلاب انگیز نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

آجکل اُردو شاعری کا رجحان خمریات کی طرف ہو رہا ہے اَور اس موضوع پر نہایت کیف آور نظمیں بہت دلآویز پیرایہ میں لکھی جاتی ہیں۔ کیونکہ نظمیں لکھنے والے ہندوستان کے چوٹی کے شعراء ہیں اس لئے رائے عامہ پر اس کا بہت مذموم اثر پڑتا ہے۔ ایک عام آدمی جب اِن منظومات کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ شعریت کی وجہ سے اُن پر جھوم جھوم جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے انسانی طبیعت پر نہایت ناگوار اثر پڑتا ہے۔ اور اگرچہ عارضی طور پر محض شعر بندی کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ لیکن بالآخر یہ اشعار نوجوانوں کی طبیعت پر مستقل اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ اَور وہ خمریات کو قبیح کی بجائے مباح خیال کرنے لگ جاتے ہیں۔

پس اگر منشیات کا انسداد کرنا ہے تو اس کے لئے سوائے اس کے اور کوئی بہتر طریق نہیں کہ ہم ایک عظیم الشان لائبریری قائم کریں۔ جس میں خمریات کے خلاف تحقیقی لٹریچر مہیا کیا جائے۔ اور اس باب میں رائے عامہ پر ایک مستحسن اثر ڈالا جائے۔ نظام گورنمنٹ کی مساعی جمیلہ اس بات کے پیش نظر سزاوارِ صد تحسین و آفرین ہیں۔ کہ ہندوستان کی سب سے بڑی مسلمان ریاست نے **ایک اہم معاشری اصلاح** کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور ہم **محکمہ انسداد منشیات نظام گورنمنٹ** کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارا تعاون اور ہماری ہمدردی ہمیشہ اُن کے ساتھ ہوگی۔

رسالہ "المبشر" ایک علمی، ادبی و اصلاحی مجلہ ہے

اس کا مقصد اعلیٰ جہاں علمی و ادبی بشارات دینا ہے۔ وہاں وہ معاشرتی اصلاح کے لئے بھی لازماً ایک مبشر ثابت ہوگا۔ کیونکہ ہمارا یقین ہے کہ منشیات کے سدباب کے لئے اردو ادبیات اور اردو شاعری میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم اپنی تمام تر کوششیں اسی مقصد قصوے کو حاصل کرنے کے لئے خرچ کردیں گے۔ اور "المبشر" اس مطمح کو حاصل کرنے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا۔ ہم انشاءاللہ اس موضوع پر آئندہ ہمیشہ لکھتے رہیں گے۔ اُمید ہے کہ دیگر مقالہ نگار بھی ہمارے ساتھ تعاون کریں گے ؞

فنِ خطابت

از جناب احسن اسمٰعیلؔ گوجرہ

کچھ عرصہ ہوا ایک فرانسیسی نے، جو "فنِ خطابت" کے مشہور ماہرین میں سے بتایا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل دس اصول مرتب کئے جو اس فن میں کامیابی حاصل کرنے کا یقیناً ایک خاصہ ذریعہ ہیں۔ امید ہے کہ قارئین میں سے تقریر کرنے کا شوق رکھنے والے انہیں دلچسپی سے پڑھیں گے

(۱) ہمیشہ نرم اور آہستہ آواز سے بولنا شروع کرو۔ اور رفتہ رفتہ آواز کو بلند کرو۔

(۲) ہر لفظ کو زبان اور لب کی پوری حرکت سے صاف صاف ادا کرو۔

(۳) ہر لفظ دوسرے لفظ سے علیحدہ ادا کرو تاکہ بھد گڑ مل نہ جائیں۔

(۴) ٹھہر ٹھہر کر گہری سانس لے کر تقریر کرو۔ اور ایسا کبھی نہ ہو کہ تم کچھ بول رہے ہو۔ اور تمہارے دانت بند ہوں۔

(۵) اپنے سامنے سامعین کی طرف دیکھتے رہو۔ اور اگر کوئی تحریر پڑھ رہے ہو تو کوشش کرو کہ آواز کی موجوں کا رُخ سامعین کی طرف سے نہ ہٹے۔

(۶) میٹھی چیزیں زیادہ استعمال کرو۔

(۷) جب خطبہ دو تو پوری طرح تن کر کھڑے ہونے کی کوشش کرو۔

(۸) تقریر کے وقت کبھی تنگ اور چست کپڑے استعمال نہ کرو۔

(۹) کھانا کھانے کے بعد تقریر سے احتراز نہایت لازمی ہے۔

(۱۰) اور اگر ان تمام احتیاطوں کے باوجود تمہاری آواز کام نہیں دیتی تو کسی طبیب کی طرف رجوع کرو ؞

پیار کی باتیں کریں!

از جناب چودھری عبد الرشید صاحب تبسم بی۔ اے

بزرگِ محترم خان ذوالفقار علی خان صاحب گوہر میرے کلام میں غیر معمولی دلچسپی لیتے ہیں۔ یہ چند اشعار میں ان کے اسمِ گرامی سے معنون کرتا ہوں۔ یہ غلط ہے کہ مجھے ان دنوں ان سے کم نگاہی کا گلہ ہے۔ تبسم بی۔ اے

فکرِ فردا اور مآلِ کار کی باتیں کریں
یا یہ سب کچھ چھوڑ دیں اور پیار کی باتیں کریں
کیا عجب کوئی تڑپ کر پھر انا الحق کہہ اُٹھے
آؤ ہم افشائے راز اور دار کی باتیں کریں
جھانک کر دیکھے کوئی شاید غرورِ حسن سے
زیرِ روزن طاقتِ دیدار کی باتیں کریں
دل پہ ہر ذرّے کے ناگہ بجلیاں گرنے لگیں
ہم ذرا چھپ کر نگاہِ یار کی باتیں کریں
وہ خفا ہوتے ہیں ذکرِ چشم سُن کر بار بار
آؤ اب ہم نرگسِ بیمار کی باتیں کریں
عقل نے چھیڑی ہے پھر محفل میں بحثِ ممکنات
آتشِ نمرود اور گلزار کی باتیں کریں
کم نہیں دلچسپ کچھ اپنوں کی رودادِ کرم
کس لئے ہم بیٹھ کر اغیار کی باتیں کریں
حُسن نے ہم کو سُنا کر ذکرِ رسوائی کیا
کیوں نہ ہم بھی مصر کے بازار کی باتیں کریں
آج اُن کے روبرو ہو دل کے زخموں کا شمار
اور بظاہر اُن سے لالہ زار کی باتیں کریں
اُن پہ اپنی لغزشوں کی سب حقیقت کھول دیں
مصلحت یہ ہے کسی میخوار کی باتیں کریں
پھر فرشتے شرم سے اقرارِ لاعلمی کریں
ہم اگر اسمائے پُر اسرار کی باتیں کریں
مدّتیں گزریں تبسم مر گیا جانے بھی دو
تا کجا ہم اُس خدائی خوار کی باتیں کریں

مشاہیر عالم

کوئل کا ہیرا

یعنی

گارفیلڈ کی زندگی کے مختصر حالات

از جناب عبدالستار صاحب قمر اجالوی

(۱)

۱۹ر نومبر ۱۸۳۱ء کی شام کو جب کہ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل چھا رہے تھے اور خوبصورت چاند کبھی کبھی بادلوں کے سیاہ آنچل سے اپنا حسین چہرہ چھپا لیتا تھا۔ امریکہ کے ساحل سمند کے نزدیک ضلع اوہیو میں گارفیلڈ زمانہ غربت میں لکڑی کی ایک چھوٹی سی ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں پیدا ہوا۔ مست خرام ہوا کے جھونکوں نے اس کی پیدائش کے وقت ایک روح پرور ساز چھیڑا۔ اور اس کی آمد پر... فلک نیلگوں کے بادلوں میں سے مہتاب نے جھانک کر اہل زمیں کو دیکھا۔ آسمان شہرت پر چمکتے ہوئے ستاروں نے ایک دلکش گیت گایا اور قسمت نے پیشوائی کر کے شہرت کے پھولوں کا ایک گندھا ہوا ہار اس کی ننھی سی گردن میں ڈال دیا۔ اور یہ طفل نوخیز آہستہ آہستہ والدین کے سایہ میں ابتدائی منازل طے کرنے لگا۔

(۲)

تھوڑے عرصہ میں ہی زمانہ نے ایک عجیب کروٹ بدلی اور گارفیلڈ کے خوشگوار دنوں کی مست خرامیاں آخر کار تھک کر یتیمی کی گود میں جا سوئیں۔ یعنی اس کی بہت چھوٹی عمر میں ہی اس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ اب یتیمی کے سمندر میں غربت کی موجیں اٹھیں۔ اور بیوہ ماں کے اشکوں کے سیلاب نے سبھی کو رنج والم کے گھونٹ پلائے۔ اس کی غم نصیب ماں نے اپنی چھوٹی چھوٹی خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ مل کر اپنی چند کمزور بھیڑوں کی ریشم کاتی (جو ان کی زندگی کا سہارا باقی تھیں)، اور غریب باپ کے غریب بیٹے گارفیلڈ کو اس کی ساتویں سالگرہ کے تیسرے دن گاؤں کے سکول میں بغرض تعلیم بٹھا دیا گیا۔

اب فضائے بسیط میں ایک اور ساز چھیڑا گیا۔ اور دو سال میں ہی اس نے اوہیو کی کھلی ہوا میں پرورش شدہ دماغ سے پورا کام لیا۔ اور اپنی اعلیٰ ذہانت کے لئے جلد ہی مشہور ہوگیا۔ تیسرے سال اس کی علمیت اور لیاقت کا بحیثیت ایک طالب علم کے عام چرچا تھا۔ قرب وجوار کے علاقہ کے لوگ اس سے روشناس ہوگئے۔ اور اس نے

بھی اپنے کام پر پورا زور دیا۔ بارھویں سال اس کی زندگی میں ایک غیر معمولی انقلاب رونما ہوا۔ باپ کی جائیداد جو چند بھیڑوں پر مشتمل تھی ختم ہوگئی۔ اور مصائب غربت سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس نے ایک کشتی بنائی۔ اس کو کرایہ پر چلایا اور اس طرح محنت و مشقت کرکے اس نے کچھ عرصہ اپنے کنبہ کا پیٹ پالا۔ اور ساتھ ساتھ تعلیم کے اہم فرائض بھی سرانجام دیتا رہا۔

اسی دوران میں وہ اکثر اوقات اپنی والدہ اور چھوٹی بہنوں کو سمندر کی سیر کراتا۔ ان کو ہنسی خوشی کی باتیں سناتا۔ تاکہ ان کے دلوں کے مرجھائے ہوئے غنچے ہر وقت زربکف رہیں۔ وہ اپنی والدہ کو کہا کرتا تھا۔

"ماں! چھوٹے چھوٹے پودے آہستہ آہستہ بڑھ کر درخت بن جاتے ہیں۔ ننھے ننھے خون کے لوتھڑے ماں کی گود میں پرورش پاتے ہوئے مدت کے بعد جوان ہوتے ہیں۔ قطرے مل کر چشمے۔ چشمے مل کر نہریں۔ اور نہریں مل کر دریا کی صورت اختیار کرلیتی ہیں۔ اور دریاؤں کا ملاپ ایک زبردست سمندر پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح تعلیمی غربت اور ناداری مل کر امیری کا بیج بوتی ہیں۔ مگر اس میں محنت کی اشد ضرورت ہے۔"

غریب ماں بیٹے کے یہ آب زر سے لکھنے والے کلمات سن کر اس کی پیشانی کو چوم لیتی اور کہتی۔ "گارفیلڈ تم ہی میری امیدوں اور آرزوؤں کا ایک پودا ہو۔ جس کا حقیقی مالی ہمیشہ ہمیش کے لئے مرگ کی آغوش میں گہری نیند جا سویا ہے"

(۳)

جس کام کے لئے امریکہ کی کائنات کا ذرہ ذرہ بیتاب تھا۔ اور جس عمارت کے تعمیر ہونے کے واسطے امریکہ کی کھلی اور وسیع زمین منتظر تھی۔ آخر اس کی بنیاد رکھ دی گئی۔ نسیم سحری نے گارفیلڈ کو ایک نوید جانفزا سنائی۔ اس کی غربت کے دن خوشحالی میں تبدیل ہوگئے۔ یعنی زیادہ علمی استعداد کی وجہ سے وہ ایک گاؤں کے سکول میں مدرس ہوگیا۔ اور پوری قابلیت سے لڑکوں کو پڑھانے لگا۔ ہر نئے سال جو سبق لڑکوں کو پڑھاتا اس کی ابتدا یہاں سے شروع ہوتی۔ کہ

"دنیا کی کوئی چیز فنا ہونے تک اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہتی۔ اور بعض اوقات دوست دشمن اور دشمن دوست بن جاتے ہیں۔ بھیڑیں چرانے والا انسان اگر چاہے تو ترقی کرکے ایک بہت بڑا آدمی بن جاتا ہے۔ مگر ہر طرح کی قربانی کرنا اس پر فرض ہوگا"

اس نے کچھ عرصہ ہی میں تھوڑی سی نقدی جمع کرلی۔ اور تکمیل تعلیم کے لئے ہیرام کالج میں داخل ہوگیا۔ تعلیم حاصل کرنے کا اس کو بہت شوق تھا۔ لہٰذا ہیرام کالج کے کورس ختم کرنے پر وہ ولیم کالج میں داخل ہوا۔ یہاں پر اس نے جلدی جلدی ترقی کی اور ایک بڑا آدمی بن گیا۔ مگر باوجود ہائی پوزیشن رکھنے کے اس نے اپنی پرائیویٹ ڈیوٹیاں بھی سرانجام دیں۔ مثلاً بھیڑوں کی ریشم مہیا کرکے فروخت کرنا کشتی کرایہ پر چلانا وغیرہ وغیرہ۔ اور اس طرح سے ان کی آمدنی کو اپنی تعلیم پر خرچ کرتا رہا حتیٰ کہ یہ صابر اور مستقل مزاج

امتحان ۱۸۵۶ء میں سند حاصل کرکے ہیرام کالج کا پروفیسر السنہ مقرر ہوا۔ جہاں کہ وہ کچھ عرصہ قبل سٹوڈنٹ کی حیثیت میں زندگی کے ایام گذار چکا تھا۔ اپنی حسن قابلیت کی وجہ سے دوسرے سال یعنی ۱۸۵۷ء کو وہ اسی کالج کا پریسیڈنٹ مقرر ہوگیا۔

گارفیلڈ خوبصورت نوجوان تھا۔ ضلع اوہیو میں اس کی کافی قدر و منزلت ہوگئی۔

ایک مس لک رینڈلف نامی نے جوکہ کافی مالدار تھی ۔ پریسیڈنسی کے ایام میں اس سے میل جول کا سلسلہ قائم کیا ۔ وہ اکثر اس کے مکان پر جاتی۔ اور اس کی بوڑھی والدہ اور چھوٹی بہنوں سے محبت کرتی۔

اسی اثنا میں وہ بیمار ہوگیا۔ مس لک رینڈلف نے اس کی بہت خدمت کی جس کی وجہ سے گارفیلڈ کے دل میں محبت کا ایک نہ مٹنے والا جذبہ پیدا ہوگیا۔ بالآخر اس رابطۂ محبت نے ان دونوں کے درمیان میاں بیوی کے تعلقات پیدا کردئیے ۔

اس تعلیم کے شائق نے ان ایام میں اپنی پرائیویٹ تعلیم (مطالعہ قانون) کو بھی جاری رکھا۔ جس سے اس کو خاص اُنس تھا ۔ تھوڑے عرصہ میں ہی اس نے وکالت کا امتحان پاس کرکے سند حاصل کرلی۔ مدبر اور قابل ہونے کی وجہ سے سینکڑوں سنگین مقدمے اس نے جیتے ۔ اور لاکھوں روپیہ کمایا۔ ریاست بھر میں اس کی اعلےٰ وکالت کی دھوم مچ گئی۔ جس سے اس کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا۔

پولیٹیکل معاملات میں بھی اس کو کافی دلچسپی تھی۔ چنانچہ وکالت کے ساتھ اس نے اپنی زندگی پولیٹیکل حالت میں تبدیلی کرلی۔ اس نے اپنی پرجوش تقریروں سے ریاست کے اندر بیداری کے آثار پیدا کردئیے ۔ لوگوں کے دلوں میں جوش پیدا ہوگیا۔ وہ بھی سیاست میں کافی حصہ لینے لگے ۔ گارفیلڈ ہر دلعزیز ہوگیا۔ آخر ۲۸ سال کی عمر ۱۸۵۹ء میں وہ ایک صاحب الرائے اور زبردست پولیٹیکل مدبر ہونے کی وجہ سے ریاست کی کونسل کا ممبر منتخب ہوا ۔ جہاں بڑے بڑے دانشمندوں نے اس کے سامنے سر جھکا دئیے۔ امریکہ میں اس کی قابلیت کی دھاک بیٹھ گئی ۔ اور اس نے اپنی جوشیلی اور دھواں دار تقریروں سے ملک میں نئی روح پیدا کردی ۔

۴

ایک قابل صاحب الرائے اور مدبر ہونے کے علاوہ گارفیلڈ بہادر اور جنگجو آدمی بھی تھا۔ انہی دنوں امریکہ کے آسمان پر مشہور خانہ جنگی کے گھٹا ٹوپ بادل چھا رہے تھے۔ طوفان جنگ کی موجیں ہر آدمی کو اپنے ساتھ بہائے جا رہی تھیں ۔ ہمفری مارشل کی توپوں کی زہرہ گداز آوازوں سے اہل امریکہ کے دلوں پر ایک ہیبت طاری تھی ۔ اور آتش پیکار کے شعلے لوگوں کو ہمیشہ کی گہری نیند سلا رہے تھے ایک والنٹیرز کور کا کرنل بنا کر گارفیلڈ کو ہمفری مارشل کے مقابلے کے لئے بھیجا گیا۔ پینٹ ول کے میدان جنگ میں اترتے ہی فتح نے اس کے قدم چومے۔ اژدہا توپوں نے اس کی نصرت پر بڑے بڑے گولے اگلے۔ ہمفری مارشل کو مع اس کی پانچ ہزار سپاہ کے شکست فاش ہوئی۔

اور کامیابی کا سہرا بہادر گارفیلڈ کے سر رہا۔ ریاست کنٹکی میں امن قائم ہو گیا۔ اور لوگوں نے اس فاتح کے نام پر نعرے لگائے۔

اس بہادری اور جگر داری کے عوض اس مشہور فاتح کو بریگیڈیئر جنرل کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔ گارفیلڈ اور بریگیڈیئر جرنیلوں سے کم عمر تھا۔ مگر اس کی لیاقت اور قابلیت کے سامنے سبھی نے پانی بھرا۔ بڑے بڑے بہادروں کے زہرے اس کے مقابلہ میں آب ہو گئے۔ اس نے جنگ میں خوب کارہائے نمایاں دکھائے۔ اور اس کو میجر جنرل کے ممتاز عہدہ پر مقرر کر دیا گیا۔ اس کی ذہانت اور فطانت کا سکہ تمام ریاست پر بیٹھا تھا۔ جس کی وجہ سے ایک زبردست پارٹی اس کی موافقت میں ظہور پذیر ہو چکی تھی اس پارٹی کے نمائندوں نے اس کو کانگریس میں ممبر بنا کر بھیجنا چاہا۔ چنانچہ اس تجویز کے ماتحت گارفیلڈ کو میدان جنگ سے واپس لوٹنا پڑا۔ اور کانگریس کی ممبری قبول کرنا پڑی۔ فتح کانگریس میں بھی اس کے ساتھ تھی۔ اور تقدیر اس کو کسی اعلےٰ مقام پر کھڑا کرنے کے لئے بیتاب تھی۔

اس کی لیاقت سب کانگریسی ممبروں کے دلوں میں گھر کر گئی۔ وہ اس قدر لائق تھا کہ متواتر سات دفعہ وہ کانگریس کی ممبری کے لئے منتخب ہوتا رہا۔ جلد ہی وہ اپنی دانشمندانہ کارروائیوں کے ذریعہ "کونسل کے پیلر" کے نام سے مشہور ہوا۔

جنوری سنہ ۱۸۷۰ء میں گارفیلڈ نے کامیابی کا ایک اور زینہ طے کیا۔ یا دوسرے لفظوں میں ضلع اوہیو کی طرف سے امریکہ کی سینٹ کا ممبر مقرر ہوا۔ لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور آخر سنہ ۱۸۶۹ء کو امریکہ کی صدارت کے انتخاب میں اس کا بھی نام رکھا گیا۔ چونکہ قسمت کے زبردست ہاتھ اس کی موافقت میں تھے۔ اور لوگوں کے دلوں پر اس کی قابلیت کی حکومت تھی۔ لہٰذا لوگوں نے اس کے حق میں کثرت سے ووٹ دیئے۔ اور سنہ ۱۸۸۰ء کو یہ کثرت رائے سے امریکہ کی اعلیٰ طاقت کا پریسیڈنٹ مقرر ہوا۔ اور ۴ مارچ سنہ ۱۸۸۱ء کو امریکہ کی کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوا۔

اس طرح ایک غریب باپ کا بیٹا لائق طالب علم سے مدرس۔ مدرس سے پھر طالب علم اور پروفیسر سے کالج کا پریسیڈنٹ بنا۔ پھر اس نے وکالت کے ساتھ پولیٹیکل زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ جس کے نتیجہ میں وہ کونسل کا ممبر منتخب ہوا۔ پھر اس نے اپنی بہادری اور لیاقت سے میجر ایسا ممتاز عہدہ پایا۔ پھر سات مرتبہ مسلسل کانگریس کا ممبر منتخب ہوتا رہا۔ آخر ترقی کرتے کرتے امریکہ کا پریسیڈنٹ بن گیا۔ سچ ہے۔

"محنتی۔ لائق۔ مدبر اور مستقل مزاج لوگ ہی دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں۔"

* * *

افسانہ

بھوت؟

از شبلی۔ بی۔ کام

گزشتہ دنوں برادرم سلیمان عرفانی نے بھوت پریت کے متعلق چند قصے اس قدر وثوق اور حق الیقین کے ساتھ بیان کئے کہ میرے جیسا سائنٹفک دماغ رکھنے والا شخص بھی ان سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ لہٰذا یہ افسانہ انہی کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں شاید کوئی "کافر" "مسلمان" ہو سکے۔

(۱)

جن دنوں میں کالج میں پڑھا کرتا تھا۔ یونس سال اول میں داخل ہوا۔ وہ کافی ہونہار اور لائق شخص تھا۔ اس لئے مجھے اور میرے کمرہ کے ساتھی مسٹر نظیر کو یہ سن کر چنداں ملال نہ ہوا۔ کہ اُسے ہمارے ساتھ والا کمرہ جس میں شریف رہتا تھا۔ دیا گیا ہے۔

یونس از حد پڑھاکو تھا۔ اور ہر وقت کتابوں کا کیڑا بنا رہتا۔ یہ بات اُس کے ساتھی شریف کو نہایت ناگوار گزرتی کیونکہ اس بیچارے کو سب کام اکیلے ہی سرانجام دینا پڑتے تھے۔ مثلاً اگر سٹوو جلانا ہوتا، یا توس سینکنا ہوتے، یا انڈے ہاف بوائل کرنا ہوتے تو سب دوڑ بھاگ بیچارے شریف کو ہی کرنا پڑتی تھی۔ کیونکہ یونس تو ان کاموں سے بالکل بے بہرہ تھا۔ اور اگر وہ نیک نیتی سے اُن کو سرانجام بھی دینے کا ارادہ کرتا، تو بھی اُسے چنداں کامیابی حاصل نہ ہوتی۔ کیونکہ آخر کتابوں کے کیڑے کو عملی زندگی سے کیا واسطہ؟

ایک دن میں اپنے کمرہ میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے "لندن نیوز" کی تصویریں دیکھ رہا تھا کہ کھٹ سے دروازہ کھلا اور یونس جھپٹ سے اندر آیا۔ اُس کا منہ زرد پڑ رہا تھا۔ چہرے کی ہوائیاں اُڑی ہوئی تھیں۔ بال پریشان تھے۔ اور آنکھیں کچھ پتھرائی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔

"ہیلو" میں نے کہا "کیا کوئی بھوت دیکھا ہے؟"

"نہیں تو"۔ یونس نے کہا "وہ کیا ہوتا ہے؟ لیکن ہاں! میں تو اس لئے آیا تھا۔ کہ مجھے بتائیے کہ انڈا کتنے منٹ میں اُبالا جاتا ہے۔ اور میں اُسے اُسی کیتلی میں جس میں چائے کے لئے پانی اُبل رہا ہو کیسے پکا سکتا ہوں؟"

میں مسکرایا اور کہا "کیوں نہیں۔ تم انڈے کو اُسی چائے کے پانی میں ڈال دو۔ اور جب تک شریف واپس نہیں آتا۔ اُسے اُبلتا رہنے دو۔"

"تو کیا آپ آکر میری امداد نہ فرمائیں گے؟" یونس نے ملتجیانہ نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے اپنے ساتھی نظیر کو اُن کے ساتھ کر دیا

تاکہ وہ اُس کی امداد کرے اور خود رسالہ پڑھنے میں مصروف رہا۔

جب وہ دونوں کمرہ کے باہر جانے لگے تو نظیر نے یونس سے کہا "آپ نے پہلے بھی تو کئی دفعہ چائے بنائی ہوگی۔ ہے نہ؟" یونس نے کہا "ہاں، بنائی تو ہے۔ لیکن آج بعض خاص وجوہ سے آپ کی امداد ضروری ہے!"

یہ "خاص وجوہ" کیا تھیں۔ میں بالکل نہ سمجھ سکا۔

(۲)

کئی ماہ تک میں اس سوچ میں رہا کہ آخر یونس کا شریف کے ساتھ کیسے نبھا ہو رہا ہے۔ کیونکہ یونس عام کام بالکل نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس کے بغیر ہوسٹل میں گزارہ مشکل ہے۔

آخر ایک دن میں نے خود ہی معاملہ چھیڑا۔ اور یونس سے پوچھا "بھئی تمہاری شریف کے ساتھ کیسے نبھا ہو رہی ہے؟"

اُس نے جواب دیا "اچھی نبھا ہو رہی ہے۔ لیکن وہ عجیب سا شخص ہے۔ جب بھی وہ کمرہ میں آتا ہے۔ روشندان بند کر کے بیٹھتا ہے۔ نہ جانے وہ سرد ہوا سے ڈرتا ہے"

"سرد ہوا سے" میں نے تعجب خیز لہجہ میں کہا "سرد ہوا یہاں کہاں؟ سردیوں میں بھی اتنا پالا نہیں پڑتا۔ کہ روشندان بند کرنے کی ضرورت پڑے"

"لیکن میرا خیال ہے ——" یونس ٹھہر گیا۔

میں نے کہا "کیوں بھئی کیا بات ہے۔ سناؤ سناؤ"

وہ آہستہ سے کہنے لگا "بھئی مجھے خواہ بیوقوف سمجھو۔ لیکن یہ بتاؤ کیا بھوتوں کا کوئی وجود ہے؟"

"بھوت" میں نے ویران آواز میں کہا۔ "میں تو نہیں مانتا"

"ارے یار جانے بھی دو ان خرافات کو" پاس سے نظیر بولا "آؤ چائے پئیں"

"مجھے کہنے کی جرأت تو نہیں" یونس دبی ہوئی آواز سے کہنے لگا "لیکن کیا اس ہوسٹل میں بھوت پریت کا بسیرا ہے؟ کیا آپ نے کبھی کوئی افواہ سُنی"؟

"ہم تو نہیں مانتے" نظیر نے ایک فیصلہ کن انداز سے کہا۔ پھر یونس بولا "میں نے تین ہفتے تک برداشت کیا ہے۔ لیکن اب تو مجھے دہشت سی معلوم ہونے لگی ہے۔ کیونکہ وہ میرا نام لے لے کر پکارتا ہے"

"تم کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے پوچھا "تو کیا تم نے بھوت دیکھا؟"

"نہیں میں نے اُس کی آواز سُنی" یونس نے کہا۔ "جب میں توس بنا رہا تھا تو آواز آئی "کام کرو۔ میں دیکھ رہا ہوں"۔ پھر اس کے بعد آواز بند ہو گئی"

"کیا تمہیں اُس کے حرف بحرف الفاظ یاد ہیں؟" نظیر نے کہا "ہاں جہاں تک مجھے یاد ہے اُس نے یہی کہا تھا" یونس بولا "اس کے بعد میں نے بیسیوں مرتبہ اس آواز کو سنا ہے۔ میرے کمرہ میں ضرور کوئی بھوت ہے۔ میں اسے دیکھ نہیں سکتا۔ لیکن اس کے وجود سے انکار ممکن نہیں۔ اب تو چند دن سے وہ میرا نام لے لے کر پکارتا ہے"

مجھ پر ایک خوف کا جذبہ طاری ہو گیا۔ باوجود

مضبوط دل ہونے کے مجھے اپنے کمرہ کی میز بھی بھوت معلوم ہونے لگی۔ اگر میرے پاس وہ دو ساتھی نہ بیٹھے ہوتے تو میں ضرور چیخ مارتا۔

"بھوت نہیں ہو سکتا" نظیر نے کہا۔ "وہ انسانوں کی طرح کیسے بول سکتا ہے؟"

"اس کو تمہارا نام کیسے معلوم ہوا؟" میں نے پوچھا "بھوت کو انسانوں کے نام کیسے معلوم ہو سکتے ہیں؟"

"کچھ بھی ہو" یونس نے کہا۔ "جرح سے کیا فائدہ؟ میں نے خود اس کی آواز کو سنا ہے۔ اس دن جب میں تمہاری امداد لینے کو آیا تھا۔ بھوت نے پہلی مرتبہ میرا نام لیا تھا۔"

"شریف کو بھی اس بات کا علم ہے؟" میں نے دریافت کیا

"نہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ جب شریف کمرہ میں ہوتا ہے تو بھوت نہیں بولتا۔ ایک دفعہ آواز آئی تھی۔ شریف نے اوپر دیکھا۔ لیکن چپ سا ہو رہا۔ اس کو کوئی حیرانی نہیں ہوئی۔"

یونس یہ باتیں کر کے چلا گیا۔ میں اور نظیر اس مسئلہ پر دیر تک غور کرتے رہے۔ لیکن عقدہ نہ کھلا۔

"گراموفون کے متعلق کیا خیال ہے۔ اگر ریکارڈ میں یہی الفاظ بھر دیئے جائیں؟" میں نے نظیر سے پوچھا۔

"لیکن گراموفون تو پہچانا جاتا ہے؟" نظیر نے کہا۔

"اور پھر گراموفون کو نام کا کیسے علم ہوا؟"

(۳)

اگلے دن نظیر یونس کے ساتھ ہی اس کے کمرہ میں چلا گیا۔ اور چارپائی کے نیچے جا کر چھپ رہا۔ شریف کو اس بات کا علم نہ ہوا۔ اور یونس چائے بنانے میں مصروف ہو گیا۔

بعد میں نظیر نے بتایا کہ فوراً ہی وہ آواز آنا شروع ہو گئی۔ یعنی "کام کرو میں دیکھ رہا ہوں۔"

"تو کیا تم نے بھی بھوت دیکھا؟" میں نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں ابھی اس بھوت کا انتظام کرتا ہوں۔" پھر اس نے ایک تھالی میں کچھ چنے منگوائے۔ مجھے ساتھ لے کر شریف اور یونس کے کمرہ کی طرف چل پڑا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔

"تشریف لائیے" شریف کی آواز آئی۔

ہم دونوں اندر چلے گئے۔ چائے کی پارٹی اڑ رہی تھی۔ ہم کو دیکھ کر انہوں نے ایک زور سے قہقہہ لگایا۔ لیکن نظیر نے چنداں پرواہ نہ کی۔ اور تھالی ہاتھ میں پکڑے رکھی۔

"شریف کے طوطے کے لئے دانے لائے ہو؟" چائے پینے والی پارٹی میں سے عزیز نے کہا۔ اور پھر سب نے ایک دفعہ زور سے قہقہہ لگایا۔

"ہاں" نظیر نے معصومانہ انداز میں کہا "لیکن ہم اس طوطے کو بولتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"کیا واقعی تمہارے پاس کوئی پرندہ ہے؟" عزیز نے کہا۔ "میں نے یونہی مذاقاً کہہ دیا تھا۔"

"کیوں نہیں؟" نظیر نے کہا۔ "وہ اُسے الماری نما روشن دان میں چھپائے رکھتا ہے۔ جب وہ تختہ ہٹاتا ہے تو طوطا بولنے لگتا ہے۔ میں طوطوں کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں۔ ہم نے خود پالے تھے۔ انہیں الفاظ بھی سکھائے جا سکتے ہیں۔ وہ اندھیرے میں نہیں بولتے چنانچہ ...."

"ٹھہرئیے" عزیز نے کہا۔ اور پھر شریف سے مخاطب ہو کر کہا۔ "شریف صاحب طوطا نکالئے۔ ذرا ہم بھی تو دیکھیں۔"

شریف کا کچھ نہ پوچھئے۔ بچارے کے اوسان خطا تھے۔ اس کو غصہ بھی آیا۔ لیکن بچارا کیا کر سکتا تھا۔ آخر اُس نے الماری نما روشن دان کا تختہ ہٹایا۔ اور فوراً ہی آواز آنی شروع ہو گئی۔ "کام کرو میں دیکھ رہا ہوں۔ یونس۔"

پس فوراً ہی بھرم کھل گیا۔ شریف نے بچارے یونس سے کام لینے کی خاطر یہ طوطا پال رکھا تھا۔ جب وہ تختہ ہٹاتا تو "کام کرو میں دیکھ رہا ہوں" کی آواز آتی۔ اور یونس بچارا لرز جاتا۔ اور بھوت سمجھ کر کام دلجمعی سے کرتا۔

اشارات

از جناب احسن صدیقی

یوں ملا دیجئے گا اپنے دل کو میرے دل کے ساتھ
جس طرح موجیں لپٹتی ہیں لبِ ساحل کے ساتھ

دیں گیا، دنیا گئی، کافر ہوئے، پاگل بنے
کچھ ملا بھی دل لگانے سے بُتِ غافل کے ساتھ

تو سراپا حسن ہے اور حسن عالمگیر ہے
کیوں نہ میں تشبیہ دوں تیری مہِ کامل کے ساتھ

اس ہوا پر قیس کی آہوں کا ہوتا ہے گماں
شوخیاں کرتی ہے جب وہ پردۂ محمل کے ساتھ

خود تو شب بھر چاند سے ہوتی ہیں ہم آغوشیاں
ایک ضد ہے تو فلک کو عاشقِ بیدل کے ساتھ

مشکلیں ساری مری آسان ہو کر رہ گئیں
تھا فریبِ آرزو کا ساتھ ہر مشکل کے ساتھ

سُن کے عرضِ حال میرا یہ تغافل کیشیاں
بندہ پرور! بے رُخی اچھی نہیں سائل کے ساتھ

کیوں سیہ بختی پہ اپنی قوم روتی رات دن
گر وفا کرتی وہ احسن ہستیٔ کامل کے ساتھ

ادب لطیف

دُور و نزد و نزد و دُور

از جناب ضیاء الدین احمد صاحب سلہری

خواب

میرے خواب !
آہ میرے خواب !!
شرابی آنکھوں کے خواب
ارغوانی جاموں کے خواب
سیمیں جوانیوں کے خواب
رنگین الفتوں کے خواب
فردوس کے کینوں کے خواب
جنت کے حزینوں کے خواب
نغموں کی بارش کے خواب
ترنم کے جھونکوں کے خواب
انبساط انگیز کیفیتوں کے خواب
فسردگی آفریں کہانیوں کے خواب
شگفتہ کلیوں کے خواب
محزون دلوں کے خواب۔
گزری خوشیوں کے خواب۔
بیتے غموں کے خواب
درون سینہ کے احساسات کے خواب
گم شدہ تخیلات کے خواب
دیکھے خوابوں کے خواب!
آہ میرے خواب !
میرے خواب !!!

کیفیت

اُمڈ اُمڈ کے بیٹھ جانے والی آہیں
میرے لبوں کو لرزا رہی ہیں ۔
خاموش واقعات !
اپنے لمبے سائے مجھ پر ڈال رہے ہیں ۔
ناپید خیالات غمگینی لا رہے ہیں ۔
نظموں کی صورت میں ۔
تاثرات اشعار بنتے جا رہے ہیں ۔
آہ آنسو تھمنے میں نہیں آتے ۔
کلیجہ مسلا جا رہا ہے ۔
غم کی دھمک ہے
میں بیتاب ہوں ۔
بے قراری
مجھے ایک نہ معلوم سمت بہائے لئے جا رہی ہے ۔
شاید دعائیں سُنی گئیں
منزل قریب آ رہا ہے ۔!
آہ خاتمہ نزدیک ہے
میری رُوح مائل پرواز ہے
ناکامیوں کی خلیج سے پار ۔ !
زندگی کے جھمیلوں سے آزاد ۔ !!

مزاحیہ

ذرا لکھنؤ تک!

از جناب عبد السلام صاحب شملوی

لیجئے صاحب! تعطیلات موسم گرما شروع ہوئیں۔ اور ما بدولت نے گشت لکھنو کی ٹھانی۔ چنانچہ بجانب لکھنو روانہ ہوئے۔ امرتسر سے ہوڑہ ایکسپریس میں سوار ہوئے۔ ہمارے ہم سفر ایک عدد علمائے کرام مع اپنے ایک گربہ مسکین صورت حواری کے موجود تھے۔ مولانا کی صورت بالکل پان کے شاہ کی سی تھی۔ واللہ! کیا عرض کروں۔ چڑھی داڑھی خم دار تاؤ شدہ مونچھیں جو گیسوئے خمدار کو بھی مات کرتی تھیں ان کے ہم سفر تو بالکل ایسے معلوم ہوتے تھے گویا بڑ کی کے اگالدان' یا ہاپڑ کے پاپڑ' لمبی صراحی دار گردن۔ ہونٹ موٹے اور کالے' ناک بالکل پکوڑے کی مانند' مونچھیں جھینگر کی سی' غرض اپنے پیر کے سعادت مند مرید معلوم ہوتے تھے۔

ہمارے درجے میں بیٹھتے ہی حضرت بولے کہ ”ہاں کدھر سے آرہے ہو اور کدھر کا قصد ہے“ اسی لہجہ میں عرض کی ”حضور انور بٹالہ سے ذرا لکھنؤ تک جا رہا ہوں“ پھر فرمانے کیا ہیں ”حضرت کچھ گانے وانے کا بھی شوق ہے۔“ میں نے عرض کی ”قبلہ سن تو لیتا ہوں۔ گایا وایا نہیں کرتا۔“ انہوں نے کہا ”ہاں ہم تمہیں سنائیں۔ واللہ لوٹ جاؤ گے لوٹ!“

یہ کہہ کر جناب نے پوری تندہی سے گلا پھاڑ پھاڑ کر

ع ”بالم آئے بسو مورے من میں“ والا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ ذرا ان حضرت کی سفید بگلے کی سی ریش مبارک کا تصور کیجئے۔ اور ”بالم آئے بسو مورے من میں“ والے گیت کا خیال کیجئے۔ واللہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی کہنہ مشق مینڈک ٹرا رہا ہے یا ہمارے وطن کے بیاہ میں بھٹی ڈھولکی بج رہی ہے۔

غرض ان زاہد صد سالہ نے بالم غریب کی خوب مٹی پلید کی۔ ہم تو سونے کے لئے بیچین تھے ہی۔ آنکھوں میں اونگھ آگئی۔ دفعتہ چٹاخ پٹاخ کی آواز بلند ہوئی۔ ہم نے گھبرا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت کے مرید باصفا بالم کے نام سے وجد میں آکر اپنا سر کسی ناکام محبت کی طرح ریل کی دیوار پر پٹخ رہے تھے۔ خیر تو صاحب ہمیں نیند آگئی۔ صبح آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ ملا جی کہیں رستے میں ہی رفو چکر ہو چکے تھے۔

ہم منہ اندھیرے لکھنؤ پہونچے۔ ابھی پلیٹ فارم پر اترے ہی تھے کہ ایک صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان کے فرزند ارجمند سرکش گھوڑے کی طرح سے فرار ہو چکے تھے۔ بدقسمتی سے ہم ان بھگوڑے حضرت کے ہم شکل وہم صورت تھے۔ بس صاحب انہوں نے ہمیں دیکھتے

سی اپنا آدھ پاؤ بھر جوتا نکالا۔ وہ قریب تھا کہ ان کا جوتا ہم سے تہذیبی اشتراک عمل شروع کر دے۔ ہم نے کہا "ابا جان آپ سمجھ ہو گی کیفیت تو معلوم نہیں پہلے میرا حال سن لیجئے۔ پھر ایک افسوس ہوا ہیں تر جو چوری کی سزا سو میری؟"

یہ سن کر حضرت ٹھنڈے پڑے۔ خیر ہم بھی لطف اٹھانے کے لئے ابا کی بیوقوفی کا ان کے ساتھ ایک پسندیدہ برخوردار کی طرح پیش دیئے۔ اب گھر پہنچے۔ ہماری اندر طلبی ہوئی۔ میسر آئی جان سے جو کہ جبراً و قہراً ہم کو قبول کرنا پڑیں۔ معافی ملی۔ ہمارے ابا جان نے ہماری "ان" سے کہا کہ جاؤ تمہارے میاں آگئے۔ خیر ہماری بھابی جان اور "وہ" یعنی دیورانی و جٹھانی صاحبہ آئیں۔ بھابی جان کے متعلق ہمارا قیاس ہے کیونکہ وہ ہمارے جبری والد صاحب کے بیٹے کی جورو معلوم ہوتی تھیں۔ خیر دونوں نے اندر آکر جھانکا۔ اور غضب سے گرمیں۔

اب ہمارے متعلق جو گفتگو شروع ہوئی وہ ملاحظہ ہو۔

بھابی جان۔ اری بڑھا کسی مراقی مردوے کو گھیر لایا

ہماری وہ۔ اے ہوا نہ معلوم یہ کون بھڑوا ہے۔

بھابی۔ لے دیکھو تو لنگوڑا کیا مزے سے گھر میں گھس آیا۔

ہماری وہ۔ اے منے سے کہیو موئے کو نکالیں۔

غرض انہوں نے ہمارے جبری "ابا جان" سے کہا کہ یہ تو کوئی اور مردوا ہے۔ بڑے میاں کو جب معلوم ہوا کہ یہ کوئی اور ذات شریف ہیں تو جناب دہاڑے کہ سالے سسرے بھڑوے کو مار ڈالوں گا۔ اتنا ماروں گا کہ جوتوں کے زور سے بھیجا نکل جائے۔

خیر صاحب بندہ نکل کے بھاگا۔ اور وہ اپنا آدھ پاؤ کا وہ جوتا جس سے محبت تھی کان پکڑے۔ ملئے لئے ہمارے پیچھے ہو لئے۔ کچھ دور جاکر وہ گالیاں دے دلا کر لوٹ گئے۔ اور ہم ذرا بازار کو گئے۔ وہاں ایک پیسے کی ریوڑیاں لے کر پھنکے لگانے شروع کئے۔ اتنے میں ایک بے فکرے چودھری کی صورت چپڑاسی کے غلام سے ملتی تھی آئے اور بولے کہ "ابے ہمارے یاں کی ریوڑیاں اس بے دردی سے چباتا ہے۔" ہم نے کہا دیکھو چونچ سنبھالو ورنہ ٹانٹ رگڑی جائے گی۔ اگرچہ یہ تین فٹ کے کسرتی جوان تھے۔ مگر سر ہلاتے چل دیئے ورنہ بیطرح ان کو چھٹی کا دودھ یاد آجاتا۔

اس دن طبیعت ایسی گھبرائی کہ بندہ شام ہی کو لکھنؤ چھوڑ کر بھاگا نہیں بلکہ بھاگا۔ اسٹیشن پہ آیا۔ تیسرے درجے کا ٹکٹ لیا۔ کیونکہ افسوس کوئی چوتھا نہیں تھا۔

خیر تو جناب اس میں سوائے ہمارے سب دیہاتی بھرے ہوئے تھے۔ ہم کو اکیلا اور خاموش پا کر انہوں نے ہمارے متعلق جو رائے زنی کی وہ نہایت پرلطف ہے،

بدلو۔ ابے دینو! یو صاحب کچھ بولت چالت ناہیں۔

دینو۔ ابے گروا ان پنگے مار کر سالے کا سر پھوڑ دیبو رے۔ دمچڑ میں گھسن تو پاوت ناہیں۔ اس پہ مجاج اتا ہے۔

غرض ان لفنگوں نے جو ہمارا مذاق اڑانا شروع کیا تو اینجانب نے اگلے اسٹیشن کا ڈبہ لکھنؤ کے متعلق یہ کہتے ہوئے تبدیل کر دیا کہ

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

قطعات

از حضرت کامل دہلوی

جن کے واقف بھی نہ تھے جن سے شناسائی نہ تھی
انقلاب دہر دیکھو اُن کی یہ حالت ہوئی
بڑھ رہی ہے دم بدم لحظہ بہ لحظہ اُن کی آج
دشمنوں سے دوستی اور دوستوں سے دشمنی

بارہا دیکھا ہے کامل بارہا ہم نے سنا
دیر کی بگڑی ہے اُس کے فضل سے بنتے ہوئے
آج دعوے ہیں بڑائی کا بیاں جن کو بہت
پھر وہی آئیں گے اُس کے در پہ کل روتے ہوئے

شیخ کی باتوں کا ہم کو کس طرح آئے یقین
جو بعید معرفت ہیں اور بعید عقل و دیں
یہ بھی اچھا قول ہے کامل کسی کا دیکھئے
جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں"

کہتا ہوں تجھ سے میں یہی میرے خدا سے ڈر
مکر و ریا کو چھوڑ دے کر اُس سے تو حذر
ٹکڑے* کرے گا تیرے وہ تیرے تبر سے ہی
"لے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر"

---

* نادان ترین عدو کے لئے ہوشیار رہو

افسانہ

یتیم کی غیرت

از جناب "برجیا"

اسکول میں چھٹی ہوئی۔ ننھے ننھے بچے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے تیزی سے نکلنے شروع ہوئے۔ تھوڑی دُور جاکر ٹولیوں میں تقسیم ہوکر باتیں کرتے ہوئے چلنے لگے۔ اس دن ننھا حمید اسکول میں داخل ہُوا تھا۔ سب اُسی کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے۔ حمید ایک غریب اور بیوہ ماں کا بیٹا تھا۔ یتیموں کو سوسائٹی میں جس نظر سے دیکھا جاتا ہے اس کا اثر ان معصوم چھوٹے دماغوں پر بھی تھا۔

وہ حمید کو نہیں جانتے تھے کیونکہ وہ ایک سنجیدہ بچہ تھا۔ اور اس طبعی سنجیدگی کی وجہ سے بہت کم آمیز تھا۔ بچے اس کے متعلق چہ مگوئیاں کرتے چلے جارہے تھے۔ کہ ایک شریر بچہ بلند آواز سے طنز کے ساتھ کہنے لگا "چھوڑو یار کس حمید کی باتیں کرتے ہو یہ بھی کوئی لڑکا ہے۔ یہ تو لڑکیوں کی طرح ہمیشہ اپنی ماں کی بغل میں گھسا رہتا ہے"۔ سب لڑکوں کی نگاہیں حمید پر گڑ گئیں۔ وہ اس کی طرف دیکھ دیکھ کر ایک دوسرے کے کان میں کھُسر پھُسر کرتے چلے جارہے تھے۔ شرمیلا حمید سر جھکائے ان کے ساتھ ساتھ جارہا تھا۔ لڑکے اُسے دق کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ اس کے گرد ایک چکر باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ وہ تعجب اور حیرت سے ان کے درمیان سر جھکائے کھڑا تھا۔ وہ شریر لڑکا جس نے ابھی بلند آواز سے اس کا ذکر کیا تھا۔ اپنے ہونٹوں پر طنز آمیز تبسم لئے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" جواب ملا "حمید"

"حمید؟" شریر نے طنز سے دُہرایا "ہاں حمید" ننھے نے جواب دیا۔

"تم رہتے کہاں ہو؟" "وہاں گھر میں" حمید نے جواب دیا

"کچی جھونپڑی کو گھر کہتا ہے۔ ہاں جی گھر تو ایسے ہی ہوتے ہیں"۔ اس پر سب لڑکے کھلکھلا کر ہنس دیئے۔ وہ شریر فاتحانہ انداز سے مزید یوں کہنے لگا "اچھا تو تمہارا ابا کہاں رہتے ہے؟" حمید نے رقت آمیز انداز سے جواب دیا۔ "میرا ابا نہیں رہتے"۔ ایک سکوت چھا گیا۔ سب لڑکے مبہوت ہوکر رہ گئے۔ انہیں یہ عجیب سی بات معلوم ہو رہی تھی۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کسی بچے کا باپ نہ ہو۔ ان کے لئے یہ انکشاف تھا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا باپ تھا۔ ننھا حمید درخت سے سہارا لگائے کھڑا تھا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ تمام لڑکوں کی متجسس نگاہیں اس کے قوار کو [illegible] کر رہی تھیں۔ جواب دینے کی کوشش کی لیکن بول نہ سکا۔ آخر بڑی کشمکش کے ساتھ یوں گویا ہُوا "ہاں میرا ابا ہے"

"کہاں ہے؟" "کہاں ہے" اس شریر لڑکے نے دریافت کیا

حمید خاموش تھا کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ وہ کہاں ہے۔ خاموشی سے بچوں کے تجسس میں اشتعال سا پیدا ہو گیا۔ کسانوں کے بچوں میں موروثی جہالت کی وجہ سے حیوانیت کا عنصر غالب تھا۔ ان کی وہ حیوانی تحریک بھڑک اٹھی تھی۔ جو درندوں میں اپنے ایک مجروح ساتھی کو فوراً ہڑپ کرنے کیلئے مشتعل ہو جاتی ہے۔ یہ بالوں والے بگڑے ہوئے بچے جنہیں علم نہیں تھا کہ یتیمی کیا بلا ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو طاقتور سمجھتے ہوئے اس معصوم کو نگل جانا اپنا قدرتی حق سمجھتے تھے۔ جس کا والد فوت ہو چکا تھا۔ یہ ان کی تربیت کا نقص تھا۔ وہی شریر لڑکا تالیاں پیٹتے ہوئے چلانے لگا "کیوں بلالا اپنے ابا کو وہ ہم سے بچالے تمہیں"۔

حمید نے جھنجلا کر اسے بالوں سے پکڑ لیا۔ اور اس کے بازو پر اس زور سے کاٹا کہ وہ تلملا اٹھا۔ لیکن اسکی اس خودحفاظتی سے اس کا حریف زیادہ قوی تھا۔ اس نے اس غریب اور یتیم بچے کو بھی کھول کر پیٹا۔ باقی لڑکے انتہائی خوشی سے محظوظ ہو کر تالیاں بجاتے رہے۔ جب حمید خوب پٹ چکا۔ تو مشتعل سا ہو کر کپڑے جھاڑنے لگا۔ لڑکوں میں سے جو تماشہ دیکھ رہے تھے ایک نے لگا کر بات کہی "جاؤ ابا کو کہو مجھے فلاں نے مارا ہے"۔

ننھے حمید نے محسوس کیا کہ اس کا دل بیٹھا جا رہا ہے وہ تعداد میں زیادہ تھے۔ اس لئے وہ بے بس تھا۔ وہ اس بے سلوکی کا جواب بھی کیا دے سکتا تھا۔ اس کا باپ مدت سے پیوند خاک ہو چکا تھا۔ آخر وہ جا کر کس سے کہے کہ اس پر ظلم ہوا ہے۔ اُسے یہ سزا کیوں ملی۔ صرف اس لئے کہ وہ یتیم تھا۔ کیا یتیمی گناہ ہے؟ یہ تو اپنے بس کی بات نہیں۔ کون چاہتا ہے کہ اس کا باپ فوت ہو جائے۔ اس نے تین چار منٹ تک اپنے امڈے ہوئے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کی لیکن روک نہ سکا۔ اس کا گلا گھٹ رہا تھا۔ وہ سسکیاں لیتے ہوئے رونے لگا۔ سسکیوں سے اس کے جسم میں تکلیف دہ جھٹکے سے محسوس ہو رہے تھے۔ لیکن وہ ستم ظریف بچے جنگلی انسانوں کی طرح اظہار مسرت کر رہے تھے۔ حمید تنگ آکر دیوانہ وار ان پر جھپٹا۔ اور اِدھر اُدھر گرے ہوئے پتھر اُٹھا کر ان پر برسانے لگا۔ دو تین کے پتھر لگے اور وہ چیختے ہوئے چلے گئے۔ حمید اس وقت تند اور خوفناک معلوم دے رہا تھا۔ لڑکے اِس تندی کی تاب نہ لاکر بھاگ گئے۔ وہ اکیلا رہ گیا۔۔۔۔

وہ بغیر کسی مقصد کے بھاگنے لگا۔ بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوبنے کا عزم کر لیا۔ وہ اپنی بے بسی کے سبب شرمندہ سا ہو رہا تھا۔ اُسے یاد آیا کہ آج سے آٹھ دن پہلے ایک فقیر جو در در بھیک مانگ رہا تھا مفلسی سے تنگ آکر دریا میں ڈوب مرا تھا۔ حمید اس وقت دریا کے کنارے پر موجود تھا۔ جب اُسے دریا سے باہر نکالا گیا۔ فقیر کا زرد زرد چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا۔ جب اسے نکال کر خشکی پر لٹایا گیا۔ تو سب لوگ کہہ رہے تھے "یہ تو مر چکا ہے"۔

ننھا حمید آج اپنی زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ ایک معصوم اور بھولی بھالی جان چند گھڑیوں میں زندگی سے بیزار ہو چکی تھی۔ فقیر نے خودکشی کی۔ کیونکہ اس کے پاس

روپیہ نہیں تھا۔ حمید خودکشی کرنے جا رہا تھا کیونکہ اس کے پاس ابا نہیں تھا۔ وہ تیزی سے بھاگتا ہوا دریا کے کنارے پہنچا۔ پانی کی روانی نے چند لمحات تک اسے محو کر دیا۔ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ساحل کے ساتھ اچھلتی کھیلتی ...... دکھائی دے رہی تھیں۔ بعض دفعہ وہ پانی سے اچھل کر اڑتی ہوئی مکھیوں کو نگل جاتیں۔ وہ اس منظر میں بہت دلچسپی لے رہا تھا۔ لیکن وقفوں کے بعد جیسے ہوا کے تند و تیز جھونکے پودوں کو جڑ تک ہلاتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔ خودکشی کا خیال اس کے جسم میں لرزہ اور کپکپی پیدا کرتے ہوئے گذر جاتا۔

موسم خوشگوار اور معتدل تھا۔ سہانی دھوپ گھاس کی نیم نرم پتیوں کو نیم گرم کر رہی تھی۔ سورج کی معکوس شعاعیں آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہی تھیں۔ حمید پر زیادہ رونے کی وجہ سے ایک غنودگی سی طاری ہو رہی تھی۔ وہ چاہتا تھا گھاس پر پڑ کر سو رہے۔ اتنے میں ایک زرد مینڈک گھاس سے اچھلا۔ حمید اسے پکڑنے کے لئے لپکا۔ وہ پھدک کر ہاتھ سے نکل گیا۔ تین بار اسے پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔ آخر مینڈک کی پچھلی ٹانگیں قابو میں آ گئیں۔ مینڈک کو کشمکش کرتے ہوئے بچہ ہنس پڑا۔ مینڈک نے اپنی پچھلی ٹانگیں اکٹھی کر کے انتہائی کوشش کے ساتھ حمید کے ہاتھوں سے پھسلنے لگا۔ مینڈک کی اس حالت کو دیکھ کر بچے کو اپنا کھلونا یاد آ گیا۔ جسے دبانے سے ایسی ہی شکل بن جاتی تھی۔ کھلونے سے گھر یاد آیا۔ گھر سے ماں یاد آئی۔ دل پر چوٹیں لگی اور آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہ نکلی۔ پھوٹ پھوٹ کے رویا۔ دوزانو بیٹھ کر دعا مانگنے لگا جیسے ہر روز وہ ماں کے کہنے سے مانگا کرتا تھا۔ لیکن دعا اس کے حلقوم میں پھنس کر رہ گئی۔ ہچکیوں نے گلا بند کر دیا۔ ننھے کی چشم خوں فشاں جوئے خوں بن گئی۔ ہر چیز روتی ہوئی معلوم دی۔ ہر طرف خون کے فوارے نظر آنے لگے۔ . . . .

اچانک ایک بھاری بھرکم ہاتھ نے اس کے کندھے کو جنبش دی۔ ایک مردانہ آواز نے اسے یوں مخاطب کیا "بچے تمہیں کیا چیز دکھ دے رہی ہے؟" حمید مڑا اور اس نے دیکھا ایک بلند قامت اور شریف انسان اسے شفیق نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ بچے نے آنکھوں میں بے کسی کے آنسو لئے ہوئے پہلو میں زخموں کا لالہ زار دبائے ہوئے جواب دیا۔ "ان لڑکوں نے مجھے مارا ہے کیونکہ میرا ابا نہیں" رحیم انسان نے مسکراتے ہوئے "یہ دنیا میں ہر ایک کا باپ ہوتا ہے بچے" لیکن ننھے نے حسرت اور تکلیف سے جواب دیا "میرا کوئی نہیں میرا باپ فوت ہو چکا ہے"

فوراً اس نووارد کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ وہ اس بچے کو پہچان چکا تھا۔ وہ اس کی والدہ کی دکھ بھری آپ بیتی سے کافی حد تک واقف تھا۔ "آؤ میرے ساتھ گھر چلو۔ میں تمہیں تمہاری ماں کے پاس لے چلتا ہوں۔ وہ تمہیں ایک ابا دے گی" دونو روانہ ہوئے۔ نیک دل انسان ننھے کا بازو تھامے تھا۔ چلتے چلتے وہ ایک مختصر سے مکان کے قریب پہنچ گئے۔ "یہ میرا گھر ہے" بچے نے کہا۔ اور جوش کے ساتھ اپنی ماں کو آواز دی "اماں"

ایک نوجوان اور معصوم سی عورت نمودار ہوئی۔ نووارد نے نیچی نگاہیں کئے ہوئے جواب دیا "میں اس بچے کو دریا کے کنارے سے لایا ہوں۔ جہاں یہ راستہ گم کر چکا تھا۔" حمید اپنی والدہ سے چمٹ گیا۔ کہنے لگا: "نہیں اماں میں وہاں ڈوبنے کے لئے گیا تھا۔ کیونکہ لڑکوں نے ابا نہ ہونے کی وجہ سے مجھے مارا تھا۔" شریف بیوہ عورت کے خوبصورت گال غصہ سے تمتما اٹھے۔ دل پر ایک چوٹ لگی۔ بچے کو گلے لگایا۔ آنسو گرم و سرخ رخساروں پر بہے اور خشک ہوگئے جیسے پانی کے قطرات دہکتے ہوئے توے پر گرتے ہی خشک ہو جاتے ہیں۔ نووارد کا دل پسیج کر گداز ہوگیا۔ وہ نگاہیں نیچی کئے کھڑا تھا۔ دل میں عجیب سی کشمکش ہو رہی تھی۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ وہاں سے کیسے رخصت ہو۔ بچہ دوڑتا ہوا اس کی طرف آیا۔ اور نہایت سادگی سے کہنے لگا

"کیا تم میرے ابا بنوگے؟"

سب پر گہرا سکوت چھاگیا۔ بیوہ شرم سے پانی پانی ہوگئی۔ اور کلیجہ تھام کر دیوار سے لگ گئی۔ جب بچے نے دیکھا کوئی جواب نہیں ملا۔ تو وہ دوبارہ کہنے لگا۔ "اگر تم نہیں بنوگے تو میں دریا میں چھلانگ مار دوں گا۔" نووارد ہنس پڑا۔ اور مسکراتے ہوئے جواب دیا "میں تمہارا ابا بنوں گا" . . . .

اس واقعہ کو قریباً دو تین ہفتہ گذر گئے۔ اس نیک دل انسان کے ساتھ اس بیوہ کی شادی ہوگئی۔ اس کے بعد کسی لڑکے نے حمید کو تنگ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ اب سب جانتے تھے کہ ایک قوی ہیکل انسان حمید کا ابا ہے۔

* * *

ایک ضروری خط

اس نشان کا مطلب یہ ہے کہ یہ چٹھی آپ ہی کے نام ہے

مکرمی السلام علیکم۔ گذشتہ سال آپ نے رسالہ البشریٰ کی خریداری قبول فرمائی۔ جس کے لئے میں آپ کا شکرگذار ہوں۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ کہ رسالہ البشریٰ کا معیار ہر ماہ بلند سے بلند تر ہو رہا ہے۔ اور انشاء اللہ بہت جلد اُن مدارج تک پہنچ سکے گا۔ جو مدیران البشریٰ کے مدنظر ہیں۔ اس چٹھی کے ذریعہ صرف آپ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے گذشتہ سال رسالہ البشریٰ کی خریداری قبول فرمائی اسی طرح اس سال بھی اپنی سرپرستی قائم رکھ کر ہمیں شکریہ کا موقع دیجئے کیونکہ آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ اس لئے براہ مہربانی اپنی اولین فرصت میں بذریعہ منی آرڈر ۲ر کی رقم ارسال فرمائیے۔ میں ایک ہفتہ تک آپ کی کرمفرمائی کا انتظار کروں گا۔ اس کے بعد مجبوراً مجھے وی۔ پی ارسال کرنا پڑے گا۔ جس کو امید ہے آپ نہایت فراخدلی سے وصول فرمائیں گے لیکن بہتر یہی ہے کہ آپ منی آرڈر ارسال فرمائیے۔ تاکہ آپکو بھی ۵ر زیادہ نہ دینا پڑیں۔ اور دفتر بھی زائد محنت سے بچ سکے۔ امید ہے آپ جواب باصواب سے متمتع فرمائیں گے۔ والسلام۔ خاکسار محمد یوسف جنرل منیجر رسالہ البشریٰ

شریکِ زندگی سے خطاب

از قلم گوہر بار جناب میرزا محمد سیف اللہ خان صاحب فاروق

اَے شریکِ زندگی اِس بات پہ روتی ہے تو
کیوں ترے فیشن سے میں بیزار ہوں اے خوبرو
کِس لئے اس پر نہیں روتی کہ دشمن کی زباں
کر رہی ہے سینے چھلنی گالیوں سے جانِ جاں!
کِس لئے اس پر نہیں روتی کہ اب اسلام کا
لشکر کمزور ہے اور کفر ہے بپھرا ہوا
کِس لئے اس پر نہیں روتی کہ شمشیرِ عدو
تیری مِلّت کے بزرگوں کی ہے کرتی جستجو۔
کِس لئے اس پر نہیں روتی کہ تیرے مہ جبیں
اپنے دل میں دین کی بوئے وفا رکھتے نہیں
کِس لئے اس پر نہیں روتی کہ تیری کائنات
فکرِ دنیا سے ہوئی ہے تارکِ صوم و صلوٰۃ
کِس لئے اس پر نہیں روتی کہ تیرے نوجواں
مغربی تہذیب سے ہیں بن گئے مثلِ زناں
کِس لئے اس پر نہیں روتی کہ ہیں فتنے بپا
کر رہے ہیں کھوکھلی جو احمدیت کی بنا
کِس لئے اس پر نہیں روتی کہ دشمن کی کماں
تیر اب برسا رہی ہے بر امیر کارواں

“چھوڑ کر چہرے کے دھبے آئینہ دھوتی ہے تو”
چند روزہ زیب و زینت کے لئے روتی ہے تو

ادبیات

علم و ادب

از جناب احسن اسمٰعیل صاحب صدیقی گوجرہ

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بہت کم فیصدی بچے علم ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور اس طرح وہ زندگی کے ایک بہت بڑے مقصد سے ناآشنا رہتے ہیں۔ علم و ادب انسانی زندگی کے لوازمات میں سے ہے اور خدا کے عظیم الشان انعامات میں سے ہے۔ اور اگر مجھ سے پوچھو تو میں یہی کہوں گا۔ کہ اس چیز کے بغیر نہ تو انسان صحیح معنوں میں انسان کہلانے کا حقدار ہے۔ اور نہ ہی اس کے بغیر دین و دنیا کے نکات کو سمجھا جاسکتا ہے۔ جو شخص بظاہر انسان ہے مگر علم و ادب سے دُور کا بھی واسطہ نہیں تو سمجھ لیجئے کہ وہ نہ صرف خدا کی ایک نعمت سے محروم بلکہ زندگی کی لذت سے بھی بے بہرہ ہے۔

دورِ حاضر کو لوگ "علم و ادب" کا زمانہ کہتے ہیں۔ مگر کس قدر تعجب خیز ہے کہ ہم آج بھی کئی ایک طلباء کو یہی کہتے سنیں گے کہ وہ مضمون نہیں لکھ سکتے۔ یا تقریر نہیں کر سکتے۔ اس میں کلام نہیں۔ کہ انسانی فطرتیں جُدا جدا ہیں۔ مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک کام کے سیکھنے کی کوشش کی جائے۔ اور وہ نہ آئے۔ یہ بڑے بڑے مشاہیر جو اپنی تحاریر و تقاریر کے ذریعہ آسمانِ علم و ادب پر چمک رہے ہیں۔ کوئی ماں کے پیٹ ہی سے یہ فن لے کر تھوڑا آئے ہیں۔ ان میں سے تو بہت ایسے ہیں جنہیں اوّل اوّل خط تک لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ آخر دلوں میں شوق اٹھا۔ اور اس شوق نے انہیں ہاتھوں ہاتھ اوجِ ترقی پر پہنچا دیا ؎

سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

ڈیماستھنیز تھا یا کوئی اور —— اس وقت صحیح نام یاد نہیں پڑتا —— وہ لکھتا ہے کہ فنِ تقریر سے میں شروع میں قطعاً ناواقف تھا۔ بسا اوقات بھری مجلسوں میں ہزیمت اٹھانا پڑی۔ اور ہمجولیوں کے طعن کا تختہ مشق بننا پڑا۔ آخر ایک تجویز سوجھی۔ اور وہی تجویز میرے اچھا مقرر بننے میں کامیاب ثابت ہوئی۔ میں کسی فرصت کے وقت آبادی سے دُور نکل جایا کرتا۔ اور جنگل کے درختوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی کتاب خوب بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیتا۔ ایک ہاتھ میں کتاب ہوتی تو دوسرے سے مختلف اشارات کا کام لیتا۔ ہوتے ہوتے یہ میرا ایک معمول ہو گیا۔ کچھ عرصہ اس مشق نے مجھ میں ہمت کی ایک لہر پیدا کر دی۔ اور میں نے اپنا پروگرام یوں مرتب کر لیا۔ کہ پہلے گھر پر ایک مضمون لکھتا۔ اور وہی مضمون باہر کھلی فضا میں جا کر درختوں کے علاوہ اُن پتھروں کو بھی سناتا

جنہیں میں اسی غرض کے لئے ادھر ادھر فراہم کر کے قطار وار چن دیا کرتا تھا۔ گویا وہ ایک اچھا خاصہ خاکہ تھا۔ پبلک جلسوں کا —— آخر یوں ہُوا کہ آہستہ آہستہ وہ جھجک اور حجاب جاتے رہے۔ جو ایک نو مقرر کے رگ و ریشہ پر مسلط ہوتے ہیں۔ میرے دل میں جرأت تقریر نے کارفرمائی شروع کر دی۔ اور آج یہ وقت ہے کہ میرا شمار اعلٰے مقررین میں کیا جاتا ہے۔ اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے۔ گویا مجھ پر کبھی کوئی ایسا وقت آیا ہی نہیں۔ کہ میں تقریر نہ کر سکتا ہوں۔

الغرض ایسی بیسیوں مثالیں مل سکتی ہیں۔ جنہوں نے کوشش اور مشق سے اپنے تئیں قابل بنا لیا۔ اگر ایڈیسن اپنے فن میں کوشش اور مشق نہ کرتا تو بس لوہار کا لوہار ہی رہ جاتا۔ اور کتاب عالم کے صفحہ سے اس کا نام بھی اپنے دیگر ہزاروں نہیں لاکھوں بھائیوں کی طرح مٹ جاتا۔ جو مشہور نہ ہونے کی وجہ سے گمنامی کی موت مرے یا مر رہے ہیں۔

علم و ادب کے لئے مطالعہ کو وسعت دینا چاہیئے شروع سے ہی سکول کی درسی کتب کے علاوہ لائبریری کی کتب کو بھی زیر مطالعہ رکھنا چاہیئے۔ صرف اسکول کی کتابوں ہی سے علم و ادب میں ترقی حاصل کر لینا ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ پڑھی جاتی ہیں تو استاد کے خوف سے۔ اور رٹی جاتی ہیں تو حصول سند و ملازمت کے لئے یا یوں کہو کہ گلے پڑا ڈھول بجانا پڑتا ہے۔ درسی کتب اور دلچسپی طلباء خوب جانتے ہیں، کہ متضاد چیزیں ہیں۔ اور دلچسپی ہی ایک نسخہ جس سے انسان ایک فن میں ماہر ہو سکتا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ بچوں کی دلچسپی انہی کتب سے وابستہ ہے جو جبراً نہ پڑھائی جاتی ہوں۔ اور مزیدار مضامین سے مزین ہوں۔

انگلستان میں بچوں کو علم و ادب سکھانے میں بڑی دلچسپی لی جاتی ہے۔ کئی ایک سوسائٹیاں اسی کام کے لئے ظہور پذیر ہیں۔ کچھ عرصہ ہُوا۔ اخبارات میں چھپا تھا کہ انگلستان میں بچوں کی دماغی اور ذہنی تربیت اور ان میں علم و ادب سے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے ایک دلچسپ طریقہ ایجاد ہوا ہے وہ یہ کہ بچوں کے لئے مختلف ذوق کی ننھی ننھی اور عام فہم کتابیں ایک بڑے موٹر میں رکھ کر گاؤں گاؤں اور شہر شہر لے جاتے ہیں۔ یہ موٹر دو عورتوں کی زیر نگرانی پھرتا ہے جو باقاعدہ ملازم ہوتی ہیں۔ ہر گاؤں اور ہر شہر کے بچوں کو کتابیں چھانٹ کر اپنے اپنے ذوق کے مطابق کتابیں لینے کا موقع دیا جاتا ہے۔ جو کتاب کسی بچے کو پسند آجائے اُسے ہفتہ دو ہفتہ کے لئے مستعار دیدی جاتی ہے۔ اور دوسرے تیسرے پھیرے میں واپس لے کر کوئی اور دے دی جاتی ہے۔ اگر کسی بچے کی فرمائش و ذوق کے مطابق کوئی کتاب اس موٹر میں موجود نہ ہو۔ تو اگلے پھیرے میں خاص طور پر مہیا کر دی جاتی ہے

یہ طریق ہے تو حقیقت میں بہت مزیدار لیکن ہمیں یہاں کی ایسی قسمت کہاں۔ ہمیں تو وہی کچھ کرنا چاہیئے جو ہمیں میسر آسکے۔ سکول کی لائبریری شہر کی لائبریری۔ مختلف ادبی رسائل و اخبارات ایسی چیزیں ہیں جو ہمیں مفید ہو سکتی ہیں اور بہت حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

احمدی بچوں کو خصوصاً علم و ادب میں ترقی حاصل کرنا چاہیئے۔ اگر قادیان دار الامان کو اردو زبان کا مرکز بنانا ہو۔ تو جہاں اردو زبان کو بول چال میں رائج کرنا ضروری ہے وہاں علم و ادب میں بھی نام پیدا کرنا ازبس لازم ہے۔ کس قدر افسوس ہونا چاہیئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت عالیہ احمدیہ میں بہت کم اہل قلم ہیں۔ جنہیں علم و ادب سے لگاؤ ہے۔

پس ”البشریٰ“ کے ”طلباء قارئین“ سے استدعا ہے کہ اگر آپ میں سے بعض مضمون لکھنا یا تقریر کرنا نہیں جانتے تو میرا مضمون ختم کرنے کے بعد وہ عہد فرمالیں کہ وہ آج ہی سے اس فن میں کمال حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دیں گے۔ چھوٹی عمر کے بچے جو پرائمری یا اس سے اوپر کی جماعتوں میں تعلیم حاصل کرتے ہوں وہ چھوٹی چھوٹی کتابوں کے علاوہ اپنے دوستوں کے ساتھ خط و کتابت شروع کر دیں۔ یہ طریق انہیں اپنے خیالات و جذبات کو سپردِ قلم کرنے میں کافی سے زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ اور مڈل یا اس سے اوپر کے طلباء لائبریری کتب۔ مختلف رسائل سلسلہ کی اخبارات اور دیگر اسی قسم کے ذرائع سے اپنے علم کو وسیع کر سکتے ہیں۔ یہی طریق دوسری زبانیں انگریزی وغیرہ کے سیکھنے میں بھی از حد مفید ہے۔

میرے ایک دوست جو آجکل گجرات میں مقیم ہیں۔ انگریزی میں کچھ کمزور تھے۔ مجھے چونکہ ان میں خدا کے فضل سے اچھی پوزیشن حاصل تھی۔ اس لئے میں انہیں انگریزی میں رقعہ لکھا کرتا۔ انہیں بھی مجبوراً انگریزی میں ہی جواب دینا پڑتا۔ ہم ایک ہی محلہ میں رہتے تھے۔ اس لئے جب ہم شام کو کھیل کے میدان میں ملتے تو میں ان کے خطوط کا خوب مذاق اڑایا کرتا۔ لیکن اس وقت کی مشق کا یہ اثر ہے کہ آج ان کے خطوط میں بہترین انگریزی کی ”کھپت“ ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات ان کی ”چست نویسی“ پر مجھے بھی خراجِ تحسین ادا کرنا پڑتا ہے۔

* * *

مسٹر محمد یوسف جوزف

قارئین ناواقف نہ ہوں گے کہ محمد یوسف صاحب جوزف پہلے رسالہ البشریٰ کے جنرل مینیجر تھے۔ لیکن بعض مصروفیات کی وجہ سے آپ کو قادیان سے باہر تشریف لے جانا پڑا۔ اب ہم یہ اعلان کرنے میں مسرت محسوس کرتے ہیں کہ آپ نے دوبارہ تشریف لا کر رسالہ کا کام سنبھال لیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کے حسنِ تدبر سے رسالہ کی بہت سی الجھنیں دور ہو سکیں گی۔ آپ کو قادیان کے خریداروں سے رسید دے کر چندہ وصول کرنے کا پورا اختیار ہے۔ لوکل مشتہرین بھی آپ ہی سے معاملہ طے کریں۔ ایڈیٹر

نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ مسٹر عطاء الرحمٰن ممبر البشریٰ لٹریری کلب کے بہنوئی جناب سید شجاعت حسین صاحب اوورسیر پنشنر ۱۵ ستمبر کو وفات پا گئے۔ آپ سلسلہ کے ایک مخلص فرد تھے۔ اللہ تعالیٰ جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ کی اہلیہ محترمہ اور دیگر متعلقین کو صبر کی توفیق دے۔

ادبِ لطیف

میری آخری خواہش

از جناب میرزا محمد سیف اللہ خانصاحب فاروق

ہوائی مخلوق کے لئے دن کی سیر اور خوراک کے لئے آسمان اور زمین کا وسیع خلاء اور رات کو آرام کے لئے گھونسلے موجود ہیں۔ آبی جانوروں کی آسائش کیلئے سمندر کی آغوشِ محبت کی گہرائی آغوشِ مادر کی طرح بیتاب ہے اور حشرات الارض کی جنبش اور حرکت کے لئے زمین کے پیٹ کی وسعتیں بحرِ بیکراں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ چارپایوں کی پرورش کے لئے چراگاہیں اور رکھوالی کے لئے چرواہے ہر وقت حاضر ہیں۔ جنگلی اور وحشی جانوروں کو عیش و عشرت کی مجالس قائم کرنے کے لئے جنگل کی فضا کافی و وافی ہے۔ پہاڑوں کے آرام کرنے کے لئے بھی روزِ ازل سے جگہ مقرر ہے۔

اور ان کے منہ ہاتھ دھلانے اور نہلانے کے لئے برف اور بارش کا لامتناہی سلسلہ قائم ہے۔ درختوں اور بیل بوٹوں کی سرسبزی کے لئے نہریں۔ کنوئیں اور بارش کا پانی اپنے اندر آبِ حیات کا اثر رکھتا ہے اور خزاں کی بیماری کا مشر طبیہ علاج۔ اور پھل دار درختوں کی تازگی کی جان کاہیہ

لڑکوں اور لڑکیوں کی پرورش۔ تعلیم و تربیت اور بیاہ شادیوں کے بندوبست کیلئے اُن کے والدین ہیں۔ اور ان کے عیش و عشرت کا انحصار ان کے اثر و رسوخ اور عہدوں پر ہے۔ بیوہ عورتوں کے لئے ان کی جائیداد اور رشتہ دار کفالت کا ذریعہ ہیں۔ بیویوں کے لئے ان کے خاوند سامانِ عیش و نشاط ہیں۔ مظلوموں کو عدالتیں آغوشِ انصاف میں سمیٹنے کے لئے چشم براہ ہیں۔ فقیروں کے لئے سخیوں کی سخاوت اور مالدار آدمیوں کا صدقہ و خیرات اور اپاہجوں اور یتیموں کے لئے لنگر خانے اور یتیم خانے معاش کا ذریعہ ہیں۔ رشتہ داروں کی مدد کے لئے رشتہ دار اور دوستوں کی مصیبتوں میں کام آنے کے لئے ان کے مخلص دوست اور دکھیوں کو دکھ سنانے کے لئے غمخوار ہیں۔ مگر اے خدائے ذوالجلال اگر سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں تو صرف میرے لئے۔ اے میرے قادرِ مطلق خدا دنیا میں ہر ایک کے لئے کوئی نہ کوئی سہارا اور ذریعہ ہے اگر نہیں تو صرف میرے لئے نہیں۔ آ تو ہی میرا ذریعہ بن جا۔ تاکہ میں مخلوق کے طعنوں سے نجات پاسکوں۔ اور آرام سے زندگی بسر کرسکوں۔ سوائے تیرے میرے لئے کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا۔ کوئی انسانی آنکھ میری کس مپرسی کی حالت پر آنسو بہانے کے لئے تیار نہیں۔ کوئی انسانی ہاتھ میری مدد کیلئے حرکت کرنے پر مائل نہیں۔ کوئی انسانی کان میری داستانِ غم سننے کیلئے آمادہ نہیں۔ کسی انسانی دماغ کو میری تکلیفوں پر

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۱ پر دیکھیں)

تنقید

اسکول کا ایک منظر

123818
21.3.95

از جناب نثار صاحب

بارش کے بعد فضا رد ہل کر نکھر گئی تھی۔ لیکن ہنوز آسمان پر کالی کالی بدلیاں اٹھکھیلیاں کر رہی تھیں جس سے منظر نہایت دلربا ہو گیا تھا۔ ہوائیں گیت گا رہی تھیں۔ کوئی چھ بجے کا وقت تھا۔ لوگ سیر کے لئے مال روڈ پہ نکل آئے تھے۔ میں بھی چہل قدمی کے لئے لارنس گارڈنز کی طرف چل پڑا۔ سڑک پہ بہت رونق اور گہما گہمی تھی۔ چلتے چلتے دائیں طرف سے مجھے ایک نرم ہنسی کی آواز آئی۔ سامنے ایک خوشنما کوٹھی کا پائیں باغ تھا۔ ایک گھنے درخت کے نیچے دو کرسیاں اور ایک میز رکھا تھا۔ سامنے والی کرسی پر ایک خوش پوش اتالیق بیٹھا تھا۔ اور ساتھ کی کرسی پر ایک ننھی سی لڑکی کتاب کھولے بیٹھی پڑھنے میں مصروف تھی۔

میں اس اچھے موسم میں پڑھائی کے مشغلہ کو اچنبے کی نگاہ سے کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔ کہ اچانک لڑکی بول اٹھی "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ماسٹر صاحب۔ STEAL اسٹیل اور REAL بھی اسٹیل ہی! ہاں دونو اسٹیل ہیں" ماسٹر صاحب نے ایک فیصلہ کن انداز سے کہا۔ لڑکی بات کاٹ کر بولی "لیکن دونوں کے اسپیلنگ میں تو فرق ہے۔ ماسٹر صاحب!" "جیسے میں کہتا ہوں کہو" ماسٹر صاحب کرخت آواز میں بولے۔

لڑکی چپ ہو گئی۔ "پڑھتی کیوں نہیں موہنی" ماسٹر صاحب نے پیار سے کہا۔ اور پھر پڑھنے لگی REAL "ریل" ریل نہیں رسیل ہے" موہنی۔ ماسٹر صاحب نے کرخت استادانہ لہجہ میں کہا۔ موہنی نے کتاب پٹک دی اور بولی یہ کہا! ماسٹر صاحب ابھی تو آپ نے کہا" STEAL اسٹیل اور پھر REAL رسیل کیوں؟" ماسٹر صاحب

بقیہ مضمون صفحہ ۱۳ ۔ غور کرنے کے لئے فرصت نہیں۔ اور کوئی انسان مجھ پہ رحم کھانے کا روادار نہیں۔ کیونکہ انسانی ہمدردی نے مجھے صاف جواب دے دیا ہے۔ اب تو ہی میرے لئے جائے پناہ بن۔ اور دین اور دنیا کی ترقیات کا مکمل ترین نمونہ مجھے بنا دے۔ اور اپنی رضا کی دولت سے مالا مال کر دے۔ یہ میری اور صرف میری آخری اور صرف آخری خواہش ہے؟

سر کھلاتے ہوئے بولے ہاں یہ ریل ہی ہے۔ ریل نہیں!

پڑھائی پھر شروع ہوئی۔ اور دو منٹ کے بعد موہنی نے نہایت بے باکی سے پڑھا۔ HEHL ہیل۔ ماسٹر صاحب سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور بے ساختہ ہنس پڑے موہنی تعجب سے ماسٹر صاحب کی طرف دیکھتی رہی۔ اور پھر خود بھی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ کچھ دیر تک دونوں ہنستے رہے اور میں چپکے کھڑا اس انوکھے سکول سے محظوظ ہوتا رہا۔

موہنی نے ماسٹر صاحب کو خوش پا کر کہا۔ ماسٹر صاحب آج ہم نے ٹرانس لیشن نہیں کیا۔ اور کرتے بھی کیسے منو نے ہمارا قلم چھین لیا تھا!' ماسٹر صاحب کچھ نہ بولے۔ ہاں ذرا سنجیدہ صورت بنا لی۔ موہنی پھر چپکے سے بولی ماسٹر صاحب N.W.R کے کیا معنے ہیں؟" "نارتھ ویسٹرن ریلوے" ماسٹر صاحب نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔ موہنی آنکھ نچاتی ہوئی کہنے لگی۔ "واہ ماسٹر صاحب آپ کو کچھ بھی نہیں آتا۔ N.W.R. کے معنے ہیں نکمی۔ واہیات ریلوے" اور زور سے ہنس پڑی۔ ماسٹر صاحب بھی ہنسی نہ روک سکے اور کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ اتنے میں سامنے سے ایک ماما آئی۔ اور کہنے لگی۔ ماسٹر صاحب! آج موہنی کو باقی وقت کی چھٹی دے دیجئے۔ اچھا موسم ہے۔ سب سیر کو جا رہے ہیں یہ بھی ساتھ ہی جائے گی۔ موہنی کو اجازت مل گئی۔ اور ماسٹر صاحب کا سکول برخاست ہوا۔ ہم نے چپکے سے اپنی راہ لی۔

مُنیر ہاکی ٹورنامنٹ قادیان

گذشتہ سال کی طرح امسال بھی منیر ہاکی ٹورنامنٹ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ہاکی گراؤنڈ میں ۱۱ اکتوبر سے ۱۵ اکتوبر تک بڑی شان و شوکت کے ساتھ ہوگا۔ اس میں ہر لوکل اور بیرونی کلب ایسوسی ایشن کالج اور سکول کی ٹیمز شریک ہو سکتی ہیں۔ فیس داخلہ ہر ایک ٹیم کے لئے پانچ روپے ہے۔ مگر ایک سے زائد ٹیمیں بھیجنے والے ادارہ سے ہر دوسری ٹیم کی فیس داخلہ تین روپے لی جائیگی۔ فیس داخلہ ۲ اکتوبر تک سیکرٹری ٹورنامنٹ کمیٹی کے پاس پہنچ جانی چاہئیے۔ خاص سکول ٹیموں کا مقابلہ سکول ٹیموں سے ہوگا۔ فائنل میچ سکولوں اور دوسرے اداروں کی کامیاب ٹیموں کے مابین ہوگا۔ فائنل میں کامیاب ٹیم کو چیلنج کپ اور دوسری کو ایک چھوٹا کپ دیا جائیگا۔ دیگر ممتاز کھلاڑیوں کو سپیشل میڈلز بھی دئیے جائیں گے۔

مفصل قواعد قمر الدین صاحب سیکرٹری ٹورنامنٹ کمیٹی منیر ہاکی ٹورنامنٹ قادیان سے طلب کیجئے۔

ریویو

عارف

مدیر عبد الرحمٰن صاحب شوق۔ کتابت و طباعت عمدہ۔ صفحات ۴۸، سائز رسالہ المبشر۔ چندہ سالانہ ایک روپیہ۔ مقام اشاعت بل روڈ لاہور۔

ملک دین محمد صاحب لاہور کے ایک مشہور تاجر کتب ہیں۔ آپ ہی کی زیر نگرانی یہ رسالہ عرصہ ایک سال سے جاری ہے۔ اس میں اسلامی، ادبی، تمدنی، معاشرتی مفید مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ "معارف القرآن" اور "احادیث خیر الانام" کے زیر عنوان قرآن حکیم، اور حدیث شریف، پر مختصر نوٹ بھی لکھے جاتے ہیں۔ زیر نظر شمارہ (ستمبر ۳۹ء) "معین نمبر" کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل حالات اور آپ کے روحانی کمالات درج کئے جاتے ہیں۔ ہمیں مسرت ہے کہ جملہ باتیں تاریخی حوالوں سے لکھی گئی ہیں۔ صرف ایک دو "معجزات" ایسے ہیں۔ (مثلاً حضرت چشتی صاحب کی چپلی کا ہوا میں اڑنا۔ یا مشکیزہ کا پانی تالاب میں ڈالتے ہی تالاب کا چشمک برق میں بھر جانا) جس میں تحقیقات کی ابھی بہت گنجائش ہے

الزہرا

محترمہ شمس الشمیم منشی فاضل۔ صفحات ۴۶، سائز المبشر۔ چندہ سالانہ تین روپے۔ مقام اشاعت شرف بلڈنگس جالندھر شہر

اس وقت ہندوستان میں متعدد زنانہ رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ جو "نسوانی صحافت کی" پرزور رفتار ترقی پر دال ہیں۔ رسالہ "الزہرا" محترمہ شمس الشمیم صاحبہ کی زیر ادارت جالندھر شہر سے شائع ہوتا ہے۔ ہم زنانہ رسائل کو صرف "ہنڈکلہیا" اور "کروشیا و مشین" کے موضوعات تک ہی محدود دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے مقام مسرت ہے کہ رسالہ الزہرا میں ہر قسم کے علمی، ادبی، "تاریخی"، اصلاحی اور تفریحی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ رسالہ کے ضوابط میں یہ بات بھی درج ہے کہ "مضمون لکھتے وقت اسلامی شرافت اور تہذیب کو مدنظر" رکھا جاتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مدیرہ محترمہ مضامین کو غور دیکھ کر شامل پرچہ نہیں کرتیں۔ ورنہ ستمبر میں "کیف باریاں" کے تحت جو نظم شائع ہوئی ہے۔ اس میں "مے پرستی" اور "نقاب کشی" کی کھلی کھلی تلقین نہ کی جاتی۔ قابل تاسف امر یہ ہے کہ ایک زنانہ رسالہ میں ایک مرد کی قلم سے ایسی قابل اعتراض نظمیں شائع ہوتی ہیں۔ مدیرہ محترمہ نے رسالہ المبشر پر بھی ریویو فرمایا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ "یہ ماہوار جریدہ سوا سال سے خدمت کر رہا ہے۔ اس وقت دوسرے سال کا تیسرا نمبر ہمارے سامنے ہے" حالانکہ رسالہ المبشر نے حال ہی میں اپنی عمر کا ایک سال پورا کیا ہے۔ اور جو نمبران کو بھیجا گیا تھا وہ پہلے سال کا بارھواں نمبر

تھا۔ امید ہے مدیرہ محترمہ مضامین کی چھان بین اور دیگر مطبوعات پر غور و خوض کی زیادہ عادت ڈالنے کی طرف متوجہ ہوں گی۔

پیمانہ

مدیرہ حضرت صہبا۔ صفحات ۵۴۔ سائیز ۱۸×۱۲/۸ کتابت، طباعت عمدہ۔ چندہ سالانہ صرف ایک [illegible]
مقام اشاعت۔ ادبی مرکز میرٹھ۔

اس رسالہ کی تعریف میں غالباً صرف اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ یہ ہندوستان کے بلند پایہ شاعر حضرت ساغر نظامی کی زیرِ نگرانی جناب صہبا ایسے پاکیزہ مذاق کے حامل شاعر و ادیب کی زیر ادارت شائع ہوتا ہے۔ اس میں صرف ایسی نظمیں افسانے اور مضامین شامل کئے جاتے ہیں جو زندگی کے جمالیاتی رُخ کا آئینہ دار ہوں۔ اور ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ رسالہ اپنے مقصد میں نہایت کامیاب ہے۔ علی الخصوص حصۂ نظم کا معیار بہت بلند ہے۔ افسانے بھی نہایت کیف بار اور نفسیاتی پہلو لئے ہوئے ہیں۔ متلاشیانِ علم و ادب کو اس رسالہ کے مطالعہ سے محروم نہ رہنا چاہئے ؛

خضرِ راہ

اڈیٹر محمد یعسوب الحسن صاحب۔ سائیز ۱۸×۲۲/۸ صفحات ۹۶ لکھوائی چھپوائی دیدہ زیب۔ چندہ سالانہ دو روپے۔ مقام اشاعت بارود خانہ سٹریٹ لاہور

حکیم محمد یوسف حسن صاحب ایڈیٹر نیرنگ خیال نے گذشتہ بارہ چودہ برس کے عرصہ میں اردو ادبیات کی جو قابل قدر خدمات کی ہیں۔ وہ صفحاتِ تاریخ سے محو نہیں کی جا سکتیں۔ اب آپ کی زیر نگرانی آپ کے برادر محترم جناب یعسوب الحسن صاحب نے ایک رسالہ الموسوم "خضر راہ" جاری کیا ہے۔ جس کا بیشتر حصہ جنسیات کے لئے وقف ہے۔ لیکن اس میں ورزش اور حفظانِ صحت پر بھی مفید مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ ہمیں امید ہے یہ رسالہ بہت جلد ہر دلعزیزی حاصل کرے گا۔ نمونہ طلب کر کے اس کی قدر و قیمت کا خود ہی اندازہ کیجئے۔

یاقوتی گولیاں

کچھ عرصہ سے یاقوتی گولیوں کا اشتہار رسالہ المبشر میں شائع ہو رہا ہے۔ جناب مینجر صاحب نے ایک شیشی برائے تبصرہ دفتر المبشر میں ارسال فرمائی تھی۔ ہم نے ان گولیوں کو اپنے چند ایک احباب میں تقسیم کیا۔ انہوں نے ان کے متعلق نہایت عمدہ رائے دی ہے۔ یہ گولیاں چکھنے میں نہایت لذیذ اور اپنے نتیجہ میں سریع الاثر ہیں۔ قیمت فی شیشی صرف پانچ روپیہ۔ جو گولیوں کے بیش قیمت اجزاء اور ان کی زود اثری کے پیشِ نظر بالکل برائے نام ہے۔ ہمیں مسرت ہے کہ کارخانہ کا انتظام و انصرام نہایت ایمان دار ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے حاجت مند حضرات ان گولیوں سے مستفیض ہوں گے ؛

* * *

صفحہ ۲۵ اور صفحہ ۴۵ کی چٹھیوں کو بغور مطالعہ کر کے ان کا جواب مرحمت فرمائیے !

ٹکٹ جمع کرنیوالوں کو مژدہ

جو حضرات ٹکٹ جمع کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ ان کی اطلاع کے لیے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ ہم نے زر کثیر صرف کر کے ٹکٹوں کا ایک بیش قیمت ذخیرہ جمع کر رکھا ہے۔ ہمارے یہاں ہر قسم کے مختلف ممالک کے ٹکٹ موجود ہیں۔ مندرجہ ذیل شرح سے ٹکٹ منگوا کر اپنے البم کو زینت دیجئے۔

۱۰۰ مختلف ٹکٹوں کی قیمت صرف چھ آنے
۲۰۰ ایک روپیہ

جو صاحب ٹکٹوں کا تبادلہ کرنا چاہیں وہ بھی کر سکتے ہیں۔

آج ہی خط لکھئے!

ملنے کا پتہ۔ ایم امین قریشی محلہ دارالعلوم قادیان (پنجاب)

المبشر کا دَورِ جدید — نیا انتظام نیا پروگرام

(۱) رسالہ "المبشر" کی سابقہ پالیسی میں حسب ہدایات جناب ناظر صاحب تالیف و تصنیف بہت سا تغیر واقع کر دیا گیا ہے (۲) یہ واحد علمی و ادبی مجلہ ہے۔ جو جماعت احمدیہ کے مرکز قادیا سے شائع ہوتا ہے۔ (۳) اس میں عام رسائل کی طرح مخرب اخلاق افسانے اور حیا سوز غزلیں شائع نہیں ہوتیں (۴) یہ رسالہ نظارت تالیف و تصنیف صدر انجمن احمدیہ کا باقاعدہ منظور کردہ ہے (۵) سالانہ قیمت صرف دو روپے۔ مصدقہ طلباء سے صرف ڈیڑھ روپیہ (۶) مستقل خریداروں کو جنوری ۳۸ء کے آخر میں شائع ہونے والا "عید قربان نمبر" مفت پیش کیا جا

مضمون نگار حضرات اپنے گرانقدر مقالات اور منظومات جو ہر لحاظ سے المبشر کے "عید قربان نمبر" کے شایانِ شان ہوں ۱۵ دسمبر ۳۷ء تک دفتر ہذا میں بھجوانے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ مضامین اور نظمیں بہتر ہے کہ عید سے متعلق ہوں۔ لیکن یہ ضروری نہیں۔

ایڈیٹر

نمونہ وصول کرنیوالے توجہ کریں!

جن احباب کو رسالہ "المبشر" بطور نمونہ بھجوایا جا رہا ہے۔ وہ برائے مہربانی اپنے منشاء عالیہ سے مطلع فرمائیں! ورنہ ان کو باقاعدہ خریدار تصور کر کے اگلا پرچہ بذریعہ وی پی ارسال کیا جائے گا۔ جس کو ہمیں امید ہے کہ وہ نہایت فراخ دلی سے وصول فرمالیں گے۔ رسالہ المبشر کا خریدنا علم و ادب کی امداد ہے۔ رسالہ المبشر جماعت احمدیہ میں واحد علمی و ادبی پرچہ ہے۔ رسالہ المبشر نظارت تالیف و تصنیف کا منظور کردہ ہے۔

منیجر

جنوری [illegible]

رسالہ المبشر کا عید قربان نمبر

[illegible]

جنوری میں رسالہ المبشر کا "عید نمبر" شائع ہوگا جس میں بلند پایہ علمی و ادبی مضامین شائع کئے جائیں گے۔ یہ نمبر المبشر کے تمام سابقہ ریکارڈ کو مات کر دے گا۔ اس کی باسرہ نواز خصوصیتیں اور علم افروز دلچسپیاں ہندوستان کے تمام ادبی پرچوں سے بازی لیجائیں گی اس کا ہر افسانہ مصنف کی بہترین کاوش، اس کا ہر مضمون مقالہ نگار کا شاہ پارہ اور ہر نظم شاعر کی مشاقی کا نقطۂ کمال ہوگا۔

- زیادہ تعریف کیلئے گنجائش نہیں بس یہ نمبر مہینوں دیکھنے اور پڑھنے کے لائق ہوگا۔
- اگر آپ خریدار نہیں ہیں، تو آج ہی دو روپے بھیج کر خریدار بن جائیے۔
- اگر آپ کو رسالہ بطور نمونہ پہنچ رہا ہے۔ تو اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔
- اگر آپ کے ذمہ پچھلے سال کا بقایا ہے تو برائے مہربانی بواپسی ادا کیجئے۔
- اگر آپ نے سال رواں کا چندہ عنایت نہیں فرمایا۔ تو برائے مہربانی آج ہی منی آرڈر کر دیجئے۔
- اگر آپ کا کوئی علم و ادب سے دلچسپی رکھنے والا دوست ہے تو اس کو المبشر کی خریداری کی طرف مائل کیجئے۔

المبشر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں واحد علمی و ادبی پرچہ ہے اور باقاعدہ نظارت متعلقہ کی طرف سے منظور شدہ ہے۔ ہر صاحب علم و استطاعت پر اس کی بقا کے لئے کوشش کرنا فرض اولین ہے۔

مینیجر

اداریہ

پیش گفت

(از محمد سلیمان عرفانی)

؎ دیکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف ؛ آج میرے دل میں درد کچھ سوا ہوتا ہے

افسوس ہے۔ بوجہ مالی دقتوں کے یہ پرچہ دو ماہ کا مشترکہ شائع کیا جارہا ہے۔ لیکن پھر بھی نظم و نثر کے اعتبار سے اس کا پایہ کسی ضخیم ادبی رسالہ سے کم نہیں۔ دراصل ہماری دلی خواہش ہے کہ "المبشر" ظاہری و معنوی محاسن کے علاوہ ہر ماہ بہت بڑی ضخامت کے ساتھ شائع ہو۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ جماعت کا علم نواز طبقہ ابھی تک ہمارا ہاتھ بٹانے کے لئے تیار نہیں ہے۔

؎ یارب ایں آرزوئے من چہ خوش است   تو بدیں آرزو مرا برساں

رسالہ جاری ہوئے سوا سال کے قریب ہو رہا ہے۔ لیکن ابھی تک بہت سے احباب کے ذمہ گذشتہ سال کی قیمت واجب الادا ہے۔ اور ان احباب نے پرچہ برابر وصول کیا لیکن اب بقایاجات صاف کرنے میں تامل کر رہے ہیں۔ ایسے احباب کا یہ سلوک نہ صرف ہمارے نقصان بلکہ ہماری حوصلہ فرسائی کا باعث ہو رہا ہے۔ پھر اس پر مزید ستم یہ کہ بار بار کی یاد دہانیوں کے بعد جب وی۔پی کیا جاتا ہے۔ تو نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ پوسٹ مین کو وی۔پی واپس کر دینے کا حکم صادر فرما دیتے ہیں ایسے کرم فرما ایک دفعہ نہیں بلکہ تین تین بار اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ دفعہ وی۔پی واپس فرما چکے ہیں۔ اور ہمیں یہ معلوم کر کے سخت حیرت ہوئی کہ ہمارے یہ مہربان علم و ادب کی خاطر صرف تین آنے ماہوار یا ایک دمڑی روزانہ بھی خرچ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ کاش انہیں علم ہوتا کہ المبشر کو کسی ریاست یا کسی رئیس کی سرپرستی یا امداد کا فخر حاصل نہیں۔ اور خود ہمارا ضمیر بھی اس بات کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں کہ ہم کسی نواب یا کسی ریاست کی چاپلوسی کریں۔ اس کے سرپرست تو وہ سب حضرات ہیں جو علمی ادبی ذوق رکھتے ہیں اور المبشر کے ہمدرد ہیں بس ؎

تیرے فقیر اور دیں کوچۂ کفر میں صدا ۔ تیرے غلام اور کریں اہل جفا کی چاکری

اس لئے تمام بقایا داران سے استدعا ہے کہ وہ جلد سے جلد اپنے بقایاجات صاف فرما کر ہمیں ممنون فرمائیں ورنہ ہمیں یہ نہ کہنا پڑے کہ ؎ بات بھی کھوئی التجا کر کے۔

الغرض ہم اپنے علم نواز معاونین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ المبشر کے بقا کے لئے کوشش فرمائیں۔ اور جہاں تک ہو سکے اپنے اپنے حلقۂ احباب میں سے ایک ایک دو دو جدید خریدار مہیا فرما کر ہماری ہمت افزائی فرمائیں۔ تاکہ ہم المبشر کے معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کے قابل ہو سکیں ؛

نوٹ۔ یہ پرچہ نومبر و دسمبر کا شمار کیجئے !

شعلۂ طور

از رشحاتِ قلم جناب میرزا سیف اللہ خانصاحب فاروق

گیا پھیل جبکہ ہر اک طرف ہی جہاں میں جادوئے سامری
تو ہوا یہ مسلمِ بت شکن بھی کفیلِ شیوۂ آذری
ترا حال مسلمِ خستہ جاں ہے خراب سب سے دریں زماں
ہے متاعِ دل گرو بتاں تو ہے دیں خریدۂ کافری
گئے چھوڑ اہلِ حرم حرم۔ تو گئی وہ اُٹھ نظرِ کرم
کہ تھے جس کی وجہ سے زندہ ہم بہزارِ سوزِ سمندری
ہوا بحرِ کفر جو موجزن بنے بت فروش وہ بت شکن
پھری دیں سے اپنے یہ انجمن زِ خمارِ بادۂ کافری
اسی گمرہی کو ہی دیکھ کر ہوا قادیان کے طور پر
بہ ہزار جلوہ و جلوگر جو حبیبِ خلق تھا عبقری
ہوا وہ جہاں میں جو رو نما تو جہاں کا رنگ بدل گیا
وہ عصا جبال کو کھا گیا گئی ٹوٹ شوکتِ ساحری
ہوا پیدا اس سے نیا سماں ہے نئی زمیں نیا آسماں
یہ زماں ہے مصطفوی زماں ہے عجب یہ رجعتِ قہقری
تری خاک میں تھا یہ کیا نہاں اے زمینِ خطۂ قادیاں
کہ نجات دادۂ یک جہاں زِ دہانِ اژدرِ کافری

تو بنا خدا کا پیامبر تو عدو ہوئے ترے سب بشر
ہوئے نامراد وہ سب مگر تو خدا کا تھا اسدِ جری
کیا چاک بطنِ پشاوری بنگاہِ قوتِ حیدری
ہو مبارک آپ کو اے جری یہ فتوحِ درّۂ خیبری
تری شمعِ نورِ خدا نما تری ہستی ہستیٔ مصطفیٰ
یہ تجھی سے رتبہ ہمیں ملا کہ ملک پہ ہم کو ہے برتری
"گلۂ جفائے وفا نما جو حرم کو اہلِ حرم سے تھا
کیا دم میں اس کا یہ فیصلہ کہ صنم بھی کہنے لگے ہری
"نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی نہ حریفِ پنجۂ فگن نئے"
تیری سیف تھی وہی سیفِ حق کہ تھی جس میں برّشِ داوری
ہوا جو بھی سامنے پہلواں کیا ایک آن میں بے نشاں
ترے دشمنوں کو اماں کہاں کہ خدا نے تجھ کو کیا جری
ترا معجزہ تھا کلام کا کہ نظیر کوئی نہ لا سکا
رہے گنگ سارے سخن سرا یہ تھی تیری شانِ سخنوری
یہ کسوفِ شمس و خسوفِ مہ تیرے صدقِ حال کے تھے گواہ
یہ مہِ صیام میں اجتماع زہے شانِ صدقِ پیغمبری
کہو اے گروہِ منافقاں کبھی مفتری ہوا کامراں
وہ ہلاک ہوتا ہے بے گماں یہی ہے سنتِ داوری
نظرِ کرم مرے حال پر اے شہِ شہاں تو کرے اگر
یہ حقیر ذرّۂ سنگِ در ہو حریفِ جاہِ سکندری

ن۔ یلدرم پشاوری

اصلاحِ معاشرت

من کہ ایک سیگرٹ نوش

از جناب احسن القریشی

گذشتہ پرچہ میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ آئندہ ہم انسدادِ منشیات پر مفید مقالات شائع کریں گے۔ یہ اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔ ہمارے کرم فرما جناب احسن الصدیقی نے سیگرٹ نوشوں کی قابلِ رحم حالت کا مزاحیہ رنگ میں نقشہ کھینچا ہے جو امید ہے تمباکو نوشوں کے لئے وجۂ عبرت ہوگا۔

تمباکو نوشی بالعموم کم خرچ تصور کی جاتی ہے۔ لیکن حال ہی میں محکمہ اطلاعات گورنمنٹ پنجاب نے اعداد و شمار شائع کئے ہیں۔ جن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اوسط درجہ کا تمباکو نوش سال بھر میں پانچ سو چوبیس روپے چودہ آنے خرچ کرتا ہے۔ اور یہ رقم اس معاملہ زمین کا نصف ہے جو ایک زمیندار گورنمنٹ کو ہر سال ادا کرتا ہے علاوہ ازیں تمباکو نوشی سے کم از کم دو گھنٹے روزانہ ضائع ہوتے ہیں۔ جو اگر کام کرنے میں صرف کئے جائیں تو اس سے سارے کا سارا معاملہ زمین کا ادا کیا جا سکتا ہے۔

تمباکو نوشی کو شروع میں بے ضرر اور محض "شغل" خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا پیہم استعمال طبی نقطۂ نگاہ سے نہایت "نقصان دہ" ہے۔ چنانچہ مشاہدہ میں آیا ہے کہ تمباکو نوش کی قوت حافظہ بہت کم ہو جاتی ہے۔ بینائی کمزور ہو جاتی ہے علاوہ ازیں تمباکو نوش کو نیند بہت کم آتی ہے۔ چھوٹے بچوں کی بالیدگی رک جاتی ہے۔ پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں۔ اور تپ دق کا خطرہ بہت بڑھ جاتا ہے۔

پس ہمارے بھائیوں کو تمباکو نوشی سے بالکل احتراز کرنا چاہیئے۔ اگر نفخ وغیرہ کی بیماری ہو تو اس کے معتدل استعمال میں ہرج نہیں۔ لیکن محض شغل کی خاطر اور عادتاً پینا نقصان دہ ہے۔

کتنی افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان میں ہر سال باسٹھ لاکھ روپیہ کا تمباکو درآمد ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ کروڑوں روپیہ کا تمباکو یہاں پیدا ہوتا ہے۔ کیا ہم اسے خرید کر قومی دولت کو نقصان نہیں پہنچا رہے ہوتے؟

کچھ عرصہ ہوا پنجاب گورنمنٹ نے نابالغوں کو تمباکو دینے کی ممانعت کا قانون پاس کیا تھا۔ لیکن آجکل یہ حوالۂ طاق نسیاں کیا جا چکا ہے۔ کاش گورنمنٹ اس کو از سر نو حرکت میں لانے کی طرف

متوجہ ہو -

اڈیٹر

دفتر کی کلرکی اور وہ بھی ضلع کے دفتر کی۔ اللہ ہی بچائے۔ کوئی منحوس گھڑی ہی ہوگی جبکہ اباجان نے کسی کمبخت کو کہہ سن کر ہمیں اس محکمہ کی ستم آرائیوں کا تختۂ مشق بنا دیا۔

جن دنوں ہم لاشریک تھے خوب گلچھرے اڑا کرتے تھے۔ لیکن جب سے ہم احسن اینڈ کو ہوئے ہیں۔ زندگی سے بیزار چلے آتے ہیں۔ مہینہ ختم ہونے کو نہیں آتا۔ کہ ہم اپنے جیب خرچ پر پوری کی پوری سورۃ یٰسین پڑھ کے رکھ دیتے ہیں۔ اور لگتے ہیں روزانہ ڈاک کے پلندے الٹ پلٹ کرنے۔ کہ کب تنخواہوں کا چیک آئے۔ اور کب یہ آئے دن کی اخراجات کی مصیبت دور ہو۔ جانے دفتر والوں کو بھی کچھ ہمارے ستانے میں مزا آتا ہے۔ کہ جب سے ہم ملازم ہوئے ہیں۔ شریف آدمیوں نے تنخواہیں وقت پر نہیں بھیجیں۔ گھر کے دیگر اخراجات سے تو ہمیں غرض نہیں، روٹی پکے یا نہ، ہماری بلا سے بیوی بچے بھوکے مریں یا بچیں، جائیں بھاڑ میں۔ مصیبت تو لے دے کر ایک ہم ہی پر ٹوٹ پڑتی ہے۔ جبکہ ہمارا نشہ ٹوٹا جا رہا ہو۔ سیگرٹ پاس نہ ہو، کوٹ اور قمیض کی اندر اور باہر والی تمام کی تمام جیبوں میں کمال صفائی سے جھاڑو دے دیا گیا ہو۔ اگر آپ خوش قسمتی سے ہمارے "ہمعصر" یعنی سیگرٹ نوش ہیں۔ تو بخدا آپ اس بے تابی اور پریشانی کا صحیح اندازہ لگانے میں کامیاب رہیں گے جو ہم ایسے کلرکوں کی زندگی کو بے لطف کئے دیتی ہے۔

ادھر سیگرٹ کی طلب ہے، ادھر جیب میں پیسہ تک نہیں۔ دکاندار مزید ادھار دینے کا نہیں۔ بدن پر سستی کا تسلط ہے، ہاتھ پاؤں بھاری بھاری ہو رہے ہیں۔ اس وقت ہم نہایت پریشانی کے عالم میں گھر سے باہر نکل سڑک پر چہل قدمی شروع کر دیتے ہیں۔ اگر اس وقت ہمیں سیگرٹ کا کوئی بچا کھچا ٹکڑہ، جو عموماً سیگرٹ نوش پھینک دیا کرتے۔ سڑک پر پڑا مل جائے تو بس آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ کمال احتیاط سے۔ ادھر ادھر نظر دوڑا کر مبادا کہ کوئی راہگزر آ رہا ہو۔ آہستہ چپکے سے اٹھا لیتے ہیں۔ دیا سلائی اکثر جیب میں ہی ہوتی ہے۔ جھٹ سیگرٹ کو دکھائی۔ اور ایک دو کش اس مزے سے لئے کہ گویا سیزر مارکہ سیگرٹ کے ڈبوں کے ڈبے ہمارے یہاں الماری میں آئے پڑے ہیں۔

کبھی کبھی ایسا اتفاق بھی ہو جاتا ہے۔ کہ ادھر ہم سیگرٹ کا ٹکڑہ اٹھانے کے لئے لپکے۔ ادھر کسی کمبخت مسافر کے پاؤں کی ٹپ ٹاپ نے چونکا دیا۔ اس موقعہ پر انسانیت کا تقاضا تو یہی ہے۔ کہ ہم چلو بھر پانی میں اللہ کا نام لے کر ایسی ڈبکی لگائیں کہ تا ابد باہر نکلنے کا نام تک نہ لیں۔ لیکن ہوتا کیا ہے، یہ کہ ہم اس ٹکڑے کو دبی آواز سے یہ کہتے ہوئے کہ "ایں کمبخت تجھے یہیں گرنا آنا تھا"۔ اٹھا ہی لیتے ہیں۔ اور پھر اس کے ارد گرد اس انداز سے ایک دو پھونکیں مارتے ہیں کہ پیچھے آنے والے مسافر کو قطعی طور پر یقین ہو جاتا ہے کہ یہ سیگرٹ مابدولت

ہی کی ملکیت تھا۔ جو حُسنِ اتفاق سے نیچے گر پڑا اور ہم نے اٹھا لیا۔

جب ایک دو مرتبہ ہمیں اسی طرح اپنی علی الاعلان "کمینگی" پر شرمندہ ہونا پڑا۔ تو آئندہ کے لئے ہم نے پروگرام مرتب کر لیا۔ کہ جب بھی سڑک کے کنارے سگرٹ کا کوئی ٹکڑا نظر آ جائے۔ تو پہلے پہلے دزدیدہ نگاہوں سے اُسے تاڑ رکھیں۔ پھر آہستہ آہستہ ٹہلتے اس کے قریب چلے جائیں۔ اور نہایت اطمینان سے سڑک کے دونوں طرف دور دور تک نظر دوڑائیں۔ اگر "مطلع صاف" ہو۔ تو اُسے اٹھا کر چلتے بنیں۔ اور اگر کوئی آ رہا ہو۔ تو اُس ٹکڑے کو اپنے دونوں پاؤں کے درمیان لے کر چہرہ کو نہایت معصوم بنائے اس وقت تک کھڑے رہیں جب تک کہ مسافر نظروں سے اوجھل نہیں ہو جاتا۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ سڑک کی مکمل قدمی پیمائش کے باوجود ہمیں کوئی سگرٹ کا چھوٹا موٹا ٹکڑا نظر نہیں پڑتا۔ اس وقت ہم مایوس تو ضرور ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کمبخت نشہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہیں کھڑے رہتے ہیں۔ کہ شاید کوئی یار دوست ہی راہ چلتا مل جائے۔ جس سے بلا تکلف سگرٹ مانگ سکیں۔ یا کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہی گذرے جو سگرٹ پیتے پیتے اپنا بچا کھچا ٹکڑا یہیں پھینک دے۔ لیکن بہت ہی انتظار کے باوجود اگر دونوں امیدیں بار آور نہ ہوں۔ اور ہمیں بدقسمتی کا ایک اور ایک دو کی طرح پورا یقین ہو جائے تو پھر بھی ہم وہاں سے نہیں ٹلتے۔ بلکہ (اسی امید پر) ادھر ادھر ٹہلنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ کوئی راہ چلتا مسافر سگرٹ کے کش پہ کش لگاتا ہوا ہمارے قریب سے ہی گذر جائے تو خدا کی قسم لطف آ جائے دھوئیں کی بھینی بھینی خوشبو سے دل و دماغ تازہ اور ہوش و حواس قائم ہو جائیں۔ خواہ دو تین منٹ کے لئے ہی ہوں۔

کئی بار تو یوں ہوتا ہے۔ کہ ایک آدمی ہمارے قریب سے سگرٹ پیتے گذرتا ہے۔ تو ہم اس کے چھوڑے ہوئے فرحت آفرین دھوئیں میں ہی ناک دئیے مستانہ وار دور تک نکل جاتے ہیں۔ اور اس وقت ہوش آتا ہے۔ جبکہ دھواں ہماری ناک رس سے بہت اونچی فضا میں اڑ جاتا ہے۔ اور بعض اوقات یوں کہ ہم دور سے ایک آدمی کو سگرٹ کا دھوئیں پہ دھواں اڑاتے آتا دیکھتے ہیں۔ اور دل ہی دل میں یہ پروگرام مرتب کر لیتے ہیں۔ کہ جونہی یہ ہمارے پاس سے گذرے گا۔ ہم بھی سڑک کے اگلے موڑ تک اُس کا ساتھ دیں گے۔ اور اسطرح سگرٹ کی خوشبو ہی سے دماغ کو محظوظ کر لیں گے۔ لیکن ہوتا یہ ہے۔ اور ادھر ہم مایوس ہو کر رہ جاتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غرضیکہ سگرٹ نہ ملنے پر جن "مضحکہ خیز" اور "انسانیت سوز" حرکات کا ہمیں مرتکب ہونا پڑتا ہے۔ اس کی پچاس فی صدی ذمہ واری تو ہے ہمارے دفتر والوں کے سر پہ جو تنخواہیں وقت پر نہیں بھیجتے۔ اور پچاس فی صدی ہے ——— "آن پر" (خدا کرے ہمارے یہ الفاظ "وہ" بچشم خود کہیں پڑھ نہ لیں ورنہ

سے ان کی تند مزاجی اور زباں درازی سہنے کے لئے ہمیں بھی تیار ہونا پڑے گا) تو اُن پر ذمہ داری اس لئے کہ اگر بھولے سے کبھی چار پیسے آخیر ماہ تک ہماری جیب میں رہ بھی جائیں تو "وہ" کمال دیانت داری سے انہیں نکال پھیری والوں کی نظر کر دیتی ہیں۔ کبھی ننھے کی سلمہ ستارہ والی ٹوپی آجاتی ہے۔ کبھی کوئی تھوڑی سی لیس پیک ہی دوپٹے کو لگ جاتی ہے۔ اور اگر خود کچھ بھی نہ خریدیں تو "ساہوکارہ" ہی شروع کر دیتی ہیں۔ آج مائی بیگم کو آٹھ آنے اور ادھار دے دیئے۔ کل آپا نصیبن کو روپیہ دے دیا۔ پرسوں کسی کو، اترسوں کسی کو۔ کیا کریں صاحب عجب ناک میں دم کر رکھا ہے۔ گھر والوں نے بھی اور باہر والوں نے بھی۔ اور ادھر ہم ہیں کہ ایک نشہ کو پورا کرنے کی خاطر محلہ بھر کی سڑکوں پر ارے مارے پھرتے ہیں ؛

رودادِ چشم

از چکیدۂ قلم جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کامل دہلوی

دیکھ لے ناصح نہ دیکھ اُس بت کو اپنی آنکھ سے
دیکھنا منظور ہے تو دیکھ میری آنکھ سے
جانتا ہوں میں ملا دے گا کسی دن خاک میں
دیکھ لینا اُس وفا دشمن کا نیچی آنکھ سے
روئے رنگیں کے تصور نے رُلایا اس قدر
اب ہے موجِ خوں بجائے اشک جاری آنکھ سے
اب تو ہے اُنکو تصور میں بھی آنے سے گریز
جو کبھی ہوتے نہ تھے روپوش میری آنکھ سے
پھر وہی تیرا تصور پھر وہی تیرا خیال
لب پہ آہِ سرد ہے آنسو ہیں جاری آنکھ سے
دیکھتے ہی کب ہیں لیکن دیکھتے ہیں جب مجھے
خشم آلودہ نگاہوں قہر والی آنکھ سے
محفلِ ماتم بھی دیکھی اور بزمِ عیش بھی
ہم نے کیا کیا کچھ نہ دیکھا اس ذرا سی آنکھ سے
دیکھنا اب ہے یہ بیمارِ تپِ فرقت کا حال
شعلہ زن سینہ میں آتش اشک جاری آنکھ سے
تو نے کامل اپنا دل اُس بے وفا کو دیدیا
دلفریبی جھانکتی رہتی ہے جس کی آنکھ سے

دلپسند مشغلے

ٹکٹوں کی دنیا

المبشر کے خاص ماہر ٹکٹ کے قلم سے

رسالہ المبشر کے اگست نمبر میں اڈیٹر صاحب نے ٹکٹوں کے متعلق ایک مفید مضمون لکھا ہے۔ دراصل یہ ایک نہایت مفید دلپسند مشغلہ ہے۔ لیکن ٹکٹ جمع کرنا اتنا آسان نہیں جتنا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

ہدایات

بعض لوگ کسی رَدی سی کاپی پر مختلف قسم کے ٹکٹ بے تحاشا چسپاں کرتے جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کا قطعاً کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ٹکٹ ہمیشہ کسی عمدہ سے البم پر چسپاں کرنا چاہئیں جو اسی مقصد کے لئے خاص طور پر تیار شدہ بازار سے ملتا ہے۔ اور ٹکٹ لگانے سے پہلے یہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ کس ملک اور کس صوبہ کا ہے۔ اُس پر جس بادشاہ یا حاکم کی تصویر ہے اس کا نام کیا ہے۔ ٹکٹ کس قیمت کا ہے۔ اور اس کا رنگ کیا ہے وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ یہ بہت محنت طلب مطالعہ کا کام ہے۔ لیکن اس کے بغیر ٹکٹ جمع کرنے کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے یہ خیال رہے کہ پھٹے ہوئے ٹکٹ کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اور اگر اس کا ایک کنگرا بھی خراب ہے تو اس کو البم میں جگہ دینے کا قطعاً کوئی فائدہ نہیں۔ حال ہی میں ایک کمپنی نے شائع کیا تھا کہ ان سے کسی لڑکے نے بیس برس ہوئے ایک ٹکٹ خریدا۔ جو اب اس نے پندرہ ہزار روپیہ پر فروخت کیا ہے۔ لیکن یہ ٹکٹ اس نے بالکل محفوظ رکھا اگر اس کا ایک کنگرا بھی خراب ہوتا تو اس ٹکٹ کا ایک پیسہ بھی مول نہ پڑتا۔ بہر حال ٹکٹوں کا مول بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کہیں سے پھٹا ہوا نہ ہو۔

اس کے بعد میں ہندوستان کے ٹکٹوں کے متعلق بعض خبریں درج کرتا ہوں جو اُمید ہے کہ آپ کی دلچسپی کا باعث ہوں گی۔

دلچسپ غلطیاں

بعض اوقات ٹکٹ بنانے میں دلچسپ غلطیاں ہو جاتی ہیں جن کی وجہ سے ٹکٹوں کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً موجودہ ۲ دو آنہ کے ٹکٹ سے پہلے ایک دو آنہ والا جامنی رنگ کا ٹکٹ جاری ہوا تھا جس پر 2 ANNAS کی بجائے 2 ANNA لکھا گیا۔ اسی طرح ۱۹۲۱ء میں جارج پنجم کے ایک آنہ والے ٹکٹ پر ONE ANNA NINE PIES کی بجائے دو سطروں میں لکھا گیا تھا۔ اور اس میں بھی یہ غلطی ہوئی کہ بعض ٹکٹوں پر NINE NINE اور بعض پر PIES PIES چھپ گیا۔ اب اس ٹکٹ کی قیمت پانچ روپیہ ہے۔

ہندوستان کے نئے ٹکٹ

۲۲ اگست سے ہندوستان کے نئے ٹکٹ جاری ہو گئے ہیں۔ فی الحال صرف دو ٹکٹ ـ؍۹ اور ۱؍ والے فروخت ہوتے ہیں۔ یہ اتنے خوبصورت نہیں ہیں کہ جتنی امید کی جاتی تھی ـ؍۹ والے ٹکٹ کا رنگ سبز اور ۱؍ والے کا سرخ ہے۔ باقی ماندہ ٹکٹ امید ہے یکم دسمبر سے ڈاکخانوں میں فروخت ہونا شروع ہو جائیں گے۔ ان میں سے دو آنہ والے ٹکٹ پر بادشاہ کی تصویر کے علاوہ ڈاک کے ہرکارہ کی تصویر ہے۔ ۲؍۶ والے ٹکٹ پر بیل گاڑی ۳؍ والے پر یکہ، ۳؍۶ والے پر اونٹ، ۴؍ والے پر ریل گاڑی، ۶؍ والے پر جہاز، ۸؍ والے پر لاری اور ۱۲؍ والے پر ہوائی جہاز کی تصویر بنی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہندوستان کے ٹکٹوں پر رسل و رسائل کی ارتقائی تاریخ شائع کی گئی ہے۔ جو معلومات کے لئے نہایت مفید ہو سکتی ہے۔

نئے ٹکٹ جاری ہونے سے ہندوستان کے ٹکٹوں کی مانگ بہت بڑھ جائے گی۔ اور ٹکٹ جمع کرنے والوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ اگر وہ ان ٹکٹوں کو لے کر غیر ممالک میں فروخت کریں تو ان کو کافی نفع کی امید ہو سکتی ہے

تاجپوشی کے ٹکٹ

نئے بادشاہ کی تاجپوشی پر جو ٹکٹ جاری ہوئے تھے وہ بہت مقبول ہوئے۔ چنانچہ لندن کے یہاں کارونیشن کے جو ٹکٹ آئے وہ اس قدر زیادہ تھے کہ ان کا وزن ۲۴ ½ من تھا۔ ایک لندن کی فرم نے دس دن میں بیس لاکھ ٹکٹ فروخت کئے۔

برطانوی سلطنت کی کل ۴۵ نو آبادیات میں سے ہر نو آبادی نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ وہ کارونیشن کے موقع پر صرف تین ٹکٹ شائع کرے گی۔ چنانچہ کل ۱۳۵ ٹکٹ جاری ہوئے۔ جن کا سٹ بیس روپے میں ملتا تھا۔ لیکن اب ان کی قیمت بہت چڑھ گئی ہے۔

صرف نیروبی کے ڈاکخانہ میں تاجپوشی کے ٹکٹ بہتر ہزار سٹ فروخت ہوئے۔ اور وہ بھی چار گھنٹوں کے اندر اندر۔ اسی طرح پورٹ آف سپین میں پہلے دن پانچ ہزار ڈالر کے۔ اور نیو فونڈلینڈ میں تین لاکھ ۲۵ ہزار ڈالر کے ٹکٹ فروخت ہوئے۔

ریاستی ٹکٹ

ریاست حیدر آباد میں حضور نظام کی سلور جوبلی کے موقع پر حیدر آباد نے چار ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کیا ہے۔ جو بہت جاذب نظر ہے۔ یہ ٹکٹ چار پائی۔ آٹھ پائی ایک آنہ اور دو آنہ والے ہیں۔ جن پر علی الترتیب شفاخانہ، دواخانہ، یونیورسٹی اور جوبلی ہال کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔

اسی طرح ریاست ٹراونکور نے بھی اچھوتوں پر مندروں کے دروازے کھولنے کی خوشی میں ٹکٹ جاری کئے ہیں۔ جن پر بائیں طرف مہاراجہ صاحب ٹراونکور اور دائیں طرف ریاست کے مشہور مندر کی جس میں ہریجن عبادت کرتے ہیں تصویر ہے۔

آئندہ میں ہر ماہ اس قسم کی دلچسپ خبریں شائع کیا کروں گا اگر کسی بھائی کو ٹکٹوں کے متعلق کوئی خاص بات معلوم ہو یا اس کے اپنے تجربہ میں کوئی آئی ہو تو وہ مجھے معرفت المبشر بھجوا دے۔ تاکہ دیگر قارئین کو بھی اس سے مستفید کیا جائے۔

مزاحیہ گیت

ٹوٹ گیا ہے بوٹ!

نگارشِ قلم حضرت احسن الصدیقی

ٹوٹ گیا ہے بوٹ
سجنیا!
بوٹ گیا ہے ٹوٹ

(۱)

ننگے پاؤں باہر جانا،
کنکر کانٹوں کا چبھ جانا،
سی سی کرکے وہ رہ جانا،
خون کا آنا پھوٹ،
سجنیا!
ٹوٹ گیا ہے بوٹ

(۲)

ابا حال سے ہیں بے حال،
پاس نہیں ہے پیسہ لال،
خوشحالی ہے خواب خیال،
کون خریدے بوٹ،
سجنیا!
ٹوٹ گیا ہے بوٹ،

(۳)

کالج جانے سے دل دھڑکے،
بوٹ کا پوچھیں گے سب لڑکے،
شرم سے رہ جاؤں گا گڑ کے،
دل جائیگا ٹوٹ،
سجنیا!
ٹوٹ گیا ہے بوٹ

(۴)

جانے دو گر سوٹ نہیں ہے،
پاؤں میں لیکن بوٹ نہیں ہے،
سچ کہتا ہوں جھوٹ نہیں ہے،
چھاتی لی ہے کوٹ،
سجنیا!
بوٹ گیا ہے ٹوٹ

مشاہیر عالم

ہر ہٹلر

از شبلی - بی - کام

ہر ہٹلر جرمنی کا آمر ہے۔ یعنی وہ عوام کی رضامندی کے بغیر جو قانون جی چاہے نافذ کر سکتا ہے۔ اس کی پشت پر ایک پارٹی ہے جس کے بل بوتے پر اس کا اقتدار قائم ہے۔ اس پارٹی کا نام "نازی پارٹی" ہے۔

ہر ہٹلر جرمنی اور آسٹریا کی سرحد پر ایک چھوٹے سے دیہات میں پیدا ہوا۔ بچپن میں ہر کوئی اپنے مستقبل کا تصور کرتا ہے۔ ہر ہٹلر کو افسر بننے سے نفرت تھی۔ کیونکہ وہ دفتر میں بیٹھ کر اپنی آزادی کو سلب نہیں کرنا چاہتا تھا اور نہ وہ اپنی ذاتی رائے کو ضائع ہوتا دیکھ سکتا تھا۔

جب وہ جوان ہوا تو اس کا باپ فوت ہو چکا تھا۔ اور گھر میں جو پنشن آتی تھی وہ سارے خاندان کے گزارے کے لئے مکتفی نہ تھی۔ اس لئے ہر ہٹلر کو روزی کمانے کی فکر ہوئی۔ وہ ایک روز کپڑوں کا ٹرنک لے کر وائنا کی طرف قسمت آزمائی کرنے کے لئے چل پڑا۔ لیکن جب وہ شہر میں پہنچا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی حد نہ رہی کہ امارت کے دوش بدوش غربت بھی سسکیاں لے رہی ہے۔ اور ایک طرف اگر امراء عالیشان محلات میں عیش کر رہے ہیں۔ تو دوسری طرف غرباء نان جویں کو بھی ترستے ہیں۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ امیر زیادہ تر یہودی ہیں جو نہ صرف غرباء کا خون چوستے ہیں بلکہ قومیت کے بھی سخت دشمن ہیں۔ چونکہ یہی لوگ پریس کی بھی مالی امداد کرتے تھے۔ اس لئے اخبار والے بھی قدرتی طور پر ان کی پشت پر تھے

ہر ہٹلر کو ان معاشری معاملات میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ اور وہ دن رات انہی کے مطالعہ میں مستغرق رہنے لگا۔ اس کے خیال میں ان مسائل پر امراء غور نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جو لوگ خود سانپ کے زہریلے کنڈل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ اس کے پھن کو کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ بہرحال ہر ہٹلر چونکہ خود غریب تھا۔ اس لئے وہ غربت اور افلاس کی تکالیف کو خوب سمجھ سکتا تھا۔

ہر ہٹلر "جمہوریت" کی بجائے "آمریت" کا حامی ہے

جمہوریت میں عوام کونسلوں اور پارلیمنٹوں کے لئے اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں۔ اور ان کا ایک صدر ہوتا ہے۔ جو قوم کے مشوروں سے حکومت کا نظام چلاتا ہے۔

ہر ہٹلر اس کا قائل نہیں۔ وہ کہتا ہے کونسلوں اور پارلیمنٹوں میں لائق آدمی نہیں جاتے۔ بلکہ صرف اثر و رسوخ و دولت والے اشخاص منتخب کر لئے جاتے ہیں۔ جن کے سامنے ایک مفکر اور مدبر کا بولنا بھینس کے آگے بین بجانے

کے مترادف ہے۔

اُس کے خیال میں کونسلوں وغیرہ میں لوگ محض ممبری کے بھوکے ہیں۔ اور اکثر اوقات پر جوش اور دلی خیر خواہ قائدین کو محض اس لئے مستعفی ہونا پڑتا ہے۔ کہ وہ اکثریت کو اپنی مدبرانہ باتیں ذہن نشین نہیں کرا سکتے جس طرح سو بیوقوفوں کا ایک گروہ، ایک دانشمند آدمی نہیں بن سکتا۔ اسی طرح کونسل کے سینکڑوں بزدلوں سے کسی دلیرانہ فیصلہ کی توقع رکھنا عبث ہے۔ اکثر لوگ پارلیمنٹ اور کونسلوں کے ممبر محض اس بنتے ہیں۔ تاکہ انہیں ماہانہ تنخواہ ملتی رہے۔ اور ان کا دوزخ شکم پُر رہے۔

الغرض ہر ہٹلر جمہوریت نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ آمریت یا ڈکٹیٹرشپ کا قائل ہے۔ اُس کے خیال میں اصل ڈیماکریسی یا جمہوریت یہ ہے کہ ایک ایسا لیڈر منتخب کر لیا جائے۔ جو اپنے اچھے بُرے کاموں کا خود ذمہ دار ہو۔ اور کوئی اس کے طریقۂ کار میں مداخلت نہ کرے۔ ایسی طرزِ حکومت میں اُس کا خیال ہے۔ کہ کوئی نالائق اور ناقابل شخص پس پردہ حکومت نہیں کر سکتا۔ بلکہ جو شخص ذمہ داری اپنے کاندھے پر اٹھائے گا۔ وہ قدرتی طور پر بیوقوفوں کی باتیں ماننے سے احتراز کرے گا۔ اور اُن کا ساتھ چھوڑ دے گا۔

ایک دفعہ ہر ہٹلر نے اپنی قوم کو جمع کیا۔ اور ان کو یوں مخاطب کیا کہ اے لوگو اگر تم عزت اور بڑائی کے خواہاں ہو۔ تو آؤ میں تمہیں ایک ترقی کا راز بتاؤں۔ سب لوگ قریب سمٹ گئے۔ اور اس راز کو سننے کے لئے بیقراری سے ہمہ تن گوش بن گئے کہ ہٹلر کی بم آسا آواز نے جرمنی کی وسیع فضا میں یہ گونج پیدا کی۔

"ہٹلر! ہٹلر!! اور پھر ہٹلر!!!"

جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر قوم ترقی کی خواہشمند ہے تو اُسے ہٹلر کی شخصیت کو مضبوط کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا چاہئے۔

ہٹلر بچوں کو محض کتابوں کا کیڑا نہیں بنانا چاہتا۔ بلکہ وہ ان کا اخلاق اور جسم بھی سنوارنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا ہے کہ کوئی دن ایسا خالی نہ رہے جب لڑکا کم از کم ایک گھنٹہ کی جسمانی ورزش نہ کرے۔ وہ سکولوں میں زیادہ تر سچائی۔ قربانی کے لئے آمادگی اور خاموشی کی صفات حسنہ پیدا کر رہا ہے۔

ہٹلر نے تمام عورتوں کو دفاتر اور تجارتی شعبہ جات سے نکال دیا ہے۔ اس کا خیال ہے عورتوں کی اصل جگہ اپنے گھروں میں ہے۔ جہاں انہیں بال بچوں کی پرورش اور خانگی کام کاج کی طرف توجہ دینا چاہئے۔ کیونکہ قوم کا آئندہ انحصار بچوں کی اچھی تربیت پر ہے۔

ہٹلر نے تمام یہودیوں کو اپنے ملک سے خارج کر دیا ہے تاکہ قوم کا مسئلہ بیکاری حل ہو۔

اس میں شک نہیں ہر ہٹلر کے کام اس کی اپنی قوم کیلئے از حد مفید ہیں۔ لیکن بین الاقوامی طور پر اس کی حرکات نہایت امن سوز سمجھی جاتی ہیں۔ جن کا مطالعہ آپ روزانہ اخبارات میں کر سکتے ہیں۔

کسی سے خطاب

از خامہ جناب میرزا محمدؐ سیف اللہ خانصاحب۔ فاروق

توڑ کر قیدِ مراسم جانِ جاں! آزاد ہو
آ کہ مِل کر باغِ گیتی میں ثمر پیدا کریں
کوششِ پیہم سے توڑیں یہ طلسمِ مغربی
عرشِ پیما جو نظر ہو وہ نظر پیدا کریں
جن کے بدلے میں خریدیں جلوہ ہائے طُور کو
دیدۂ خونیں سے وہ لعل و گہر پیدا کریں
ارتقاء کی منزلوں پہ گامزن ہوں رات دن
آسمانی و زمینی ہمسفر پیدا کریں
خود تجلّی کو تمنّا جس کے نظّارے کی ہو
دل کے آتشداں میں ایسا شرر پیدا کریں
ظلمتِ شب میں جلا کر شمعِ نورِ مصطفےٰؐ
اِک شعاعِ رشکِ خورشید و قمر پیدا کریں
چھوڑ کر سب یہ پرانے روز و شب کے کاروبار
آ نئی دنیا نئے شام و سحر پیدا کریں
اس جہانِ زندگی سے موت کا ہو اختتام
موت سے بے غم ہو وہ دل وہ جگر پیدا کریں
نغمہ زن ہوں گلشنِ ہستی میں دونوں اسطرح
سینۂ صیّاد و گلچیں میں اثر پیدا کریں
بزمِ گل میں چھیڑ دیں ہم نغمہ ہائے دلنشیں
گوشِ گل میں تا ذرا ذوقِ دگر پیدا کریں

راہ دنیا کو دکھا دیں دائمی آرام کی
خُلد میں تبدیل کر دیں یہ زمیں آلام کی

افسانہ

امتحان

از جناب خواجہ عبدالحمید صاحب ضیا

لیلائے شب اپنی سیاہ و دراز زلفیں اکنافِ عالم پر محیط کر چکی تھی۔ تاریکی لمحہ بہ لمحہ زیادہ ہو رہی تھی۔ آسمان پر سیاہ بادلوں کے ٹکڑے لشکرِ تیز گام کی شکل دوڑتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ بجلی کی کڑک اور سیاہ بادلوں کی گرج تاریکیٔ شب میں خوف و دہشت کا اضافہ کر رہی تھی۔ لوگ اپنی اپنی آرام گاہوں پر جا چکے تھے۔ اور سحرِ نیند کے اثر سے مدہوش اور دنیا و مافیہا سے غافل پڑے تھے۔

میں بالاخانے میں بیٹھا امتحان کی تیاری میں ہمہ تن مصروف تھا۔ نہ بجلی کی کڑک کا خطرہ۔ نہ بادلوں کی گرج کا خیال۔ نہ رات کے آرام کی پرواہ۔ نہ نیند کی مسحور کن اداؤں کا سحر۔ غرضیکہ ہر دلچسپ ترین چیز بھی مجھے اپنے ارادے سے باز رکھنے سے قاصر تھی۔ 'امتحان' کا تصور میری کمر ہمت باندھتا۔ میرا ارادہ مضبوط کرتا۔ اور ہر قسم کے خوف و خطر کو دور ہی سے دھتکار دیتا۔

"کل حساب کا پرچہ ہے" میں نے اپنے دل میں کہا "خواہ رات بھر جاگنا ہی پڑے۔ لیکن تمام حساب کے ضروری سوالات شروع سے آخر تک ختم ہی کر کے چھوڑوں گا"۔ حساب کی کتاب کھولی۔ کام شروع کیا۔ اور ایسا منہمک ہوا کہ ہر چیز سے بکلی غافل ہو گیا۔ کبھی کبھی نیند اپنی سحر آمیز اداؤں سے مسکراتی ہوئی ہم آغوشی کے لئے میری طرف بڑھتی لیکن میرا پختہ ارادہ اُسے کامیاب نہ ہونے دیتا۔ اور وہ مایوس ہو کر اپنا سا منہ لئے واپس چلی جاتی۔

میں بدستور اپنے کام میں منہمک تھا کہ امی جان کی محبت بھری آواز نے میری توجہ اپنی طرف پھیر لی۔ "بیٹا راشد کیا ابھی تک پڑھ ہی رہے ہو۔ ذرا گھڑی کی طرف تو دیکھو تین بجنے کو ہیں۔ اب آرام کرو کہیں زیادہ جاگنے سے طبیعت خراب نہ ہو جائے۔" اُف تین بجنے کو ہیں۔ کتنی جلد ہی وقت گذرتا ہے۔ ابھی آدھے سے زیادہ کام باقی پڑا ہے۔ اگر سو گیا تو یہ کام کون کرے گا۔ "دسویں کا امتحان ہے کوئی خالہ جی کا گھر تو ہے نہیں۔ خون اور پسینہ ایک کر کے کچھ کامیابی کی امید ہو سکتی ہے"۔ میرا معقول جواب سن کر امی جان تو لگیں خرّاٹے بھرنے اور میں پھر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

صبح ہو چکی تھی۔ سپیدۂ سحر تاریکیٔ شب کی چادر تار تار کر رہا تھا۔ ظلمت اپنی چادرِ سیاہ سمیٹ کر روپوش ہو چکی تھی۔ اور اس کی جگہ دن کی روشنی نہایت آن بان سے اکنافِ عالم میں نیند کے مدہوشوں کو بیدار کرتی ہوئی پھیل گئی۔ سورج کی سنہری شعاعیں ہلکی سی حرارت لئے ہوئے سامنے کی کھڑکی سے میری کتاب و کاپی پر پڑ رہی تھیں۔ طیورانِ چمن صبح کی

آمد کا خیر مقدم اپنی نوابی سے کر رہے تھے اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو چکے تھے۔ میں بھی کرسی سے اٹھا۔ بوجہ بیداریٔ شب سر میں خفیف سا درد تھا۔ کمر میں بھی تکلیف تھی۔ ہاتھ پاؤں اکڑے ہوئے تھے بمشکل غسل خانہ تک پہنچا۔ غسل کیا پھر کچھ ناشتہ کیا۔ وقت ہو چکا تھا اس لئے والدہ کی دعاؤں کے سائے تلے گھر سے نکلا۔ اسکول پہنچا۔ گھنٹی بجی اور ہال میں اپنی سیٹ (number) پر جا بیٹھا۔ دل دھک دھک کر رہا تھا۔ ہاتھ کانپ رہے تھے "کیسا پرچہ آئے گا؟ خدا جانے ان سوالات میں سے کوئی سوال ہوگا یا نہیں۔ جو رات بھر کئے ہیں۔"

پرچے تقسیم ہوئے۔ پڑھنا شروع کیا۔ پرچہ پڑھتا جاتا تھا اور چہرہ خوشی سے سرخ ہوا جا رہا تھا۔ خوشی۔ اتنی خوشی تھی کہ انتہا نہ تھی۔ کیونکہ سب سوال رات ہی کئے تھے "آہا۔ یہ بھی آسان ہے۔ ارے یہ تو اور بھی آسان ہے۔ اور یہ تو بالکل ہی آسان ہے۔ بس میدان مار لیا۔ اگر سو میں سے سو نہیں تو پچانوے نمبر کہیں گئے نہیں۔"

ہال میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سب لڑکے اپنے اپنے پرچے حل کرنے میں اس طرح مشغول تھے کہ انہیں سوائے آپ کے کسی کی خبر نہ تھی۔ سامنے اسٹیج پہ سپروائزر عینک لگائے ہوئے ہر طرف گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ کچھ ماسٹر نہایت آہستگی سے ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ کلاک کی ٹک ٹک اور ماسٹروں کے قدموں کی آواز پر سکون اور سناٹے کے عالم میں عجیب منظر پیش کر رہی تھی۔ Answer Book پر لکیریں کھینچیں سوالات کا پرچہ ہاتھ میں لیا تا زیادہ آسان سوالات پر نشان لگا کر پہلے انہیں حل کروں۔ "پانچواں سوال آسان معلوم ہوتا ہے۔ نہیں جی ساتواں زیادہ آسان ہے اسے پہلے کروں گا۔ واہ اس سے آسان تو چوتھا ہی تھا وہ کیوں نہ کیا جائے۔ ارے پہلا سوال تو تجارت کا ہے۔ آؤ پہلے اسی کو نپٹاؤں؟" ان پریشان کن خیالات کے بعد پہلا سوال ہی شروع کیا۔ "لاحول ولا قوۃ۔ دماغ کو ہو کیا گیا ہے۔ یہ سوال تو میں نے رات کیا تھا۔ اب ٹھیک کیوں نہیں آ رہا۔ اُف کتنا آسان سوال ہے۔ اس وقت ذہن سے بالکل ہی اتر گیا ہے۔" "اچھا چلو اتنے میں دوسرا سوال کرتا ہوں۔ شاید یہ بعد میں ذہن میں آجائے۔" اسی طرح سب پرچہ چھان مارا۔ ایک ایک سوال کئی کئی بار حل کیا۔ بہت سوچا اور غور کیا۔ لیکن سوائے دو تین سوالوں کے کوئی سوال ٹھیک معلوم نہ ہوا۔ اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ Ten minutes more کی صدا کان میں پڑی۔ ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ جسم میں کپکپی سی پیدا ہو گئی۔ ابھی کل تین سوال ہی کر پایا تھا "کاش کہ آدھ گھنٹہ اور ہوتا؟ ہائے اب کیا کروں وقت بہت کم ہے۔ ایک سوال کا ہونا بھی مشکل ہے۔" کبھی پرچہ دیکھتا کبھی Answer Book کہ Time over کی صدا نے کمرے کی خاموش فضا میں گونج پیدا کر دی۔ کاپی پر حسرت بھری نگاہ ڈالی اور ہال سے باہر نکل آیا۔

"ارے بھئی ارشد سناؤ کیسا پرچہ گیا۔ آخر وقت تک تم نے بھی کاپی نہ چھوڑی۔ معلوم ہوتا ہے سب سوال کر کے آئے ہو۔" سب دوستوں نے ارد گرد جمع ہو کر چلانا شروع کیا۔ میں تھا کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ ٹال مٹول کر کے گھر کی طرف چل دیا

سر چکرانے لگا۔ رات کی محنت کا نقشہ سامنے آ گیا۔ آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ طبیعت غم سے نڈھال ہو رہی تھی۔ ایک ایک قدم چلنا دشوار تھا۔ بہ ہزار دقت گھر پہنچا۔ بغیر کسی سے بات چیت کئے اپنے کمرے میں گھس گیا۔ حساب کھولا۔ جوابات ملائے صرف تین سوال ٹھیک تھے۔ سوال وہی تھے جو رات کئے تھے۔ لیکن افسوس قسمت نے ساتھ نہ دیا۔ مختلف خیالات آتے اور میرے غم میں اضافہ کر کے چلے جاتے۔ اسی پریشانی کی حالت میں بیٹھا تھا کہ کمرے میں امی جان آ پہنچیں اور سر پہ ہاتھ رکھ کر یوں گویا ہوئیں۔ "کیوں بیٹا چہرا اترا ہوا سا نظر آتا ہے خیر تو ہے۔ پرچہ کیسا ہوا؟"

"امی۔ کچھ ایسا ویسا ہی ہوا ہے۔ سوال تو سب وہی تھے جو رات کئے تھے۔ لیکن وہاں کچھ ایسے ہوش و حواس گم ہوئے کہ تمام قواعد یاد ہی نہ رہے۔ دعا کریں دوسرا پرچہ اچھا ہو جائے۔ ورنہ بڑی مشکل ہوگی۔"

"دیکھا میں نہ کہتی تھی کہ سو جاؤ۔ شب بیداری اچھی نہیں ہوتی۔ انسان اگلا پچھلا بھول جایا کرتا ہے۔ امتحان میں اتنا پڑھنا بالکل فضول حرکت ہے۔ رات بھر جاگا کئے وہاں خاک دماغ میں آتا۔ اب دوسرے پرچے میں کمی پوری کرنا۔"

امتحان ختم ہوا۔ دو ماہ کی بیتابی کے انتظار کے بعد نتیجہ نکلا۔ میرا نام "کامیاب" طلباء کی فہرست میں تھا۔ کیونکہ بقیہ پرچہ جات والدہ کی زرین ہدایات کے ماتحت کئے تھے۔

تسلّی

نتیجۂ فکر حضرت شمس اٹاوی

وصلِ جاناں گر نصیبِ دل نہیں فرقت تو ہے
مشغلہ ہے کچھ نہ کچھ دل کے بہلنے کے لئے
ہو چکا آفت زدہ دل آشنائے دردِ غم،
اب تمنا کیوں کریں قسمت بدلنے کے لئے
جذبِ دل کو کیا کروں جب میری قسمت ہو بری
وائے ناکامی کہ وہ آئے ٹہلنے کے لئے
شمع پر پروانے نے کہتے ہوئے یہ جان دی
ہم تو پیدا ہی ہوئے دنیا میں جلنے کے لئے
یاد آتی ہیں تیری پہلی ملاقاتیں مجھے
کیا ہوئی تھیں وہ میسر ہاتھ ملنے کے لئے
ایک ہی سے شمس تو نے دل لگایا تھا مگر
ہو گیا قسمت سے اپنی وہ بھی جلنے کے لئے

سیرِ بیاس[۱]

از قلم حقیقت رقم جناب عبدالستار صاحب قمرؔ اجنالوی

نھنے اپریل کے دن ہوائیں تھیں مضطر
المناک نغمے تھے بکل فضا پر
ہُوا تھا ہمیں ان دنوں ایک صدمہ
مسرت بھی پھرتی تھی چہرہ چھپا کر
چھڑیں سیر پر باہمی گفتگوئیں۔
جو دفتر میں احباب بیٹھے تھے مل کر
وہاں مشورہ ہوگیا طے یہ باہم
چلیں سیر کو "حامیانِ مبشر"[۲]
ہوئی شادمانی کے سازوں میں لرزش
کسی نے پلائے مسرت کے ساغر
بیاسا کی جانب تھا جانا مگر اب
پڑی ایک مشکل یہاں ہم پہ آکر
سفر کاٹنا ہوگیا سخت مشکل
مقدر میں لکھا تھا "سائیکل پہ چڑھکر"
مگر مشکلوں میں خوشی اک نہاں تھی
لیا ہم نے دم نہر پہ جب پہنچ کر
مسرت کے پھولوں سے دامن کو بھر کر
لبِ آب بیٹھے سبھی ہم گھڑی بھر
مگر راہ میں پڑگئی اور مشکل
کہ کچھ تار بولٹوں سے اُڑسے جو یکسر[۳]
تو دو ٹوٹ کر ہوگئے سب نکمّے
ہُوا ٹیڑھا افسوس سائیکل کا چکر
بڑی مشکلوں سے سفر ہم نے کاٹا
بیاسا کے ساحل پہ پہنچے بالآخر

بیاسا کی موجوں پہ موجیں چڑھی تھیں
بصد ناز آگے کو وہ بڑھ رہی تھیں

(حاشیہ صفحہ ۲۱ پر دیکھیں)

وہاں ایک ٹیلے پہ نظارگی تھی
یہاں جوشِ الفت میں آوارگی تھی
کہ دریا کی موجوں پہ کشتی ہماری
چلی اس طرح جیسے بادِ بہاری

گلابی سی رنگت تھی جب آسماں کی
دلوں کی خوشی سے کلی پھوٹتی تھی
تھی سورج کی کرنوں میں اک بیقراری
فضا سے ہم آغوش یہ روشنی تھی
تڑپتا تھا دل اس جگہ کی فضا کو
طبیعت ہماری یہاں لگ گئی تھی
محبت کے نغمات تھے گدگداتے
مسرت کی آوازہیں آرہی تھی
وہ نکہت وہاں پر کہ سرشار تھے ہم
بھری ہر سبو میں مئے بےخودی تھی
غرض ایسا دلکش تھا منظر وہاں پر
خوشی اور مسرت کی اک زندگی تھی
ہوئی شام کو دھندلی سب فضا جب
بڑی روح پرور سحر زا گھڑی تھی
ہوئے سیر سے تیسرے دن کو واپس
گھٹا بال و پر کھول کر جب کھڑی تھی
بالآخر ہمیں یہ بتانا ہے باقی
گئے بھیگ کپڑے وہ بارش پڑی تھی
جو گذری ہے ہم پر بتائی ہے ہم نے
یہی سیر تھی جو سنائی ہے ہم نے

حاشیہ صلا: ۔ سلہ یہ نظم دیر کی آئی ہوئی اب تک شائع نہ ہو سکی تھی۔ اڈیٹر سلہ ادارۂ المبشر سے پڑھا سیکل جاتا ہے ضرورت شاعری سمجھئے! قمر سلہ جناب شبلی کی مہربانی سے قمر (معاف کیجئے، آپ کے سائیکل کی تاریں ہی بوسیدہ تھیں شبلی)

بہادر شہزادہ

از محمود اسلم صاحب بٹ جالندھری

یہ ایک ہونہار ادیب کا مضمون ہے۔ جس میں اگرچہ کمسنی کی جھلک ہے۔ لیکن آنے والی پختگی تحریر کے بھی جو کہ ادیب کو لبیب کا خطاب دیتی ہے، نشانات پائے جاتے ہیں۔ ہم اپنے نوعمر مضمون نگار کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

ایڈیٹر

(۱)

مدت ہوئی آئرلینڈ میں کینیڈی نامی ایک زبردست بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ ایک دن اس نے بہادروں کو طلب کیا۔ وہ ہاتھوں میں خوب مضبوط اور لمبے تیر لئے ہوئے آئے جب سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو بادشاہ نے ظالم حملہ آوروں کے ظلم بیان کرنا شروع کئے۔ "تمہاری کیا رائے ہے بہادرو" !! اس نے پوچھا کیا ہم میدان جنگ میں ان کا مقابلہ کریں۔ یا ان کو کچھ روپیہ دے کر ملک میں امن رہنے دیں؟"

کسی نے لڑائی کا مشورہ دیا۔ کسی نے ملک میں امن رہنے کے لئے رائے دی۔ کیونکہ دشمن ان سے کہیں زیادہ طاقتور تھے۔ یہانتک کہ اس بات پر خوب لے دے ہونے لگی ابھی اس بات پر جھگڑا ہو ہی رہا تھا۔ کہ ایک لڑکا ہاتھ میں لڑائی کی کلہاڑی لئے ہوئے آیا۔ اس نے سنہری رنگ کی زرہ بکتر پہنی ہوئی تھی۔ اس کے گلے میں ایک سنہری کالر لپٹا ہوا تھا۔ کالر سے ایک سونے کی زنجیر لٹکی ہوئی تھی۔ اس کی چھاتی چوڑی تھی۔ اس کے گھنگروالے بال اس کے سرخ چہرے پر پڑ رہے تھے۔ یہ بادشاہ کینیڈی کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ اس کا نام بران تھا۔ وہ ایک سچے شہزادے کی طرح یوں گویا ہوا۔

"کیا !!!... وہ بولا"۔ کہ ہم ان کو خراج دیں! تم ان سے کس بات سے ڈرتے ہو۔ تم کو اس بات سے شرم آنی چاہیئے اے پدر! ہم ضرور اُن سے میدانِ جنگ میں مقابلہ کریں گے آپ مجھے قلعہ پر پہرہ کے لئے لگا دیجئے۔ موت ہر ایک پر آتی ہے لیکن صرف ایک دفعہ" !!

لڑکے کے جوشیلے الفاظ نے اُن کے دلوں میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ وہ سب زمین پر گر پڑے۔ معافی مانگی نیک شہزادے نے ان کو معاف کر دیا۔

(۲)

تمام پہاڑوں پر آگ لگا دی گئی۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ جو لوگ بہادر کینیڈی کے ساتھ لڑائی میں شریک ہونا چاہیں۔ وہ جلدی سے آجائیں۔ شہزادہ بران قلعہ پر کچھ فوج کے ساتھ چھوڑ دیا گیا۔ بادشاہ خود ایک بڑی فوج کے ہمراہ مشرق کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ دشمن سے دو دو ہاتھ ہوں۔

دشمن ایک دریا کی مانند حملہ آور ہوئے۔ دلوں سے

ہفتے اور ہفتوں سے مہینے گذر گئے۔ لیکن لڑائی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر ایک دن بران کو ایک بہت بڑی خبر ملی کہ اس کا باپ کنیڈسی اور اس کے تمام بھائی . . . .

سوائے ماہون کے سب لڑائی میں کام آئے ہیں۔ کچھ عرصے تک بران اپنے باپ اور بھائیوں کا ماتم کرتا رہا۔ ماہون کو بادشاہ بنا دیا گیا۔ لڑائی بھی کچھ عرصہ کے لئے ختم ہو گئی۔ ماہون نے بران کو صلح مشورہ دیا۔ لیکن بران بھائی سے یوں مخاطب ہوا۔ "اے بھائی! بران کنیڈسی کا بیٹا غیر ممالک کے دشمنوں سے صلح نہیں چاہتا۔ بلکہ لڑائی!! وہ ایک مغرور و ضدی تھا۔ اس نے یہ الفاظ نرمی سے نہ کہے تھے۔ اس نے سپاہیوں کو ساتھ لیا۔ اور گھنے جنگلوں میں داخل ہوا۔ وہ ان کو نہ کہیں آرام لینے دیتا تھا۔ نہ بیٹھنے دیتا تھا۔ ہفتے گذر گئے اور اُسکی جماعت کم ہوتی گئی۔ یہانتک کہ صرف پندرہ وفادار ساتھی رہ گئے۔ ایک دن ایک عورت اس کے سامنے آئی۔ اور بولی کہ وہ ایک رازدار خبر ماہون سے لائی ہے۔ کہ اس کا بھائی ماہون اسی جنگل میں ہے۔ اور ایک بڑی فوج اس کے ساتھ ہے اور وہ اسے چاہتا ہے۔ بران کے چہرے پر ایک امید کی جھلک نظر آئی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو چھپے رہنے کا حکم دیا۔ اور خود اپنے بھائی سے ملنے چلا۔

"تمہارے باقی ساتھی کہاں ہیں" ماہون نے پوچھا۔

"صرف پندرہ باقی ہیں" یہ اس کا جواب تھا۔ اور باقی دشمنوں کا شکار ہو گئے۔

ماہون غصے سے چلا اٹھا "آئرلینڈ کے لئے آزادی اور دشمنوں کے لئے موت"

(۳)

ایک دفعہ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر آگ لگا دی گئی۔ لوگ اپنے گاؤں سے ہاتھوں میں لڑائی کے ہتھیار لئے ہوئے نکل آئے۔ ایک دن جبکہ ماہون جلسہ کر رہا تھا۔ کہ دشمن کا ایک سپاہی ہاتھ میں صلح کا جھنڈا لئے ہوئے آیا۔ اور یوں گویا ہوا۔

"ہمارے آقا نے حکم دیا ہے۔ کہ قلعہ ہمارے حوالہ کر دو۔ اور بران کا جسم مردہ یا زندہ پہنچا دو۔ اپنے ساتھیوں کو گھروں میں بھیج دو۔ اور ہمیں سالانہ خراج دینے کا وعدہ کرو۔ تمام بہادروں نے غصے سے اپنے اپنے تیر اٹھا لئے بادشاہ ماہون نہایت غصے سے اٹھا اور بولا۔ اپنے آقا کو کہہ دو کہ ماہون اس کے حکموں پر ہنستا ہے۔ اور کہہ دینا کہ وہ اپنے ملک کا خراج نہیں دے سکتا بلکہ لے سکتا ہے۔" ماہون نے بات ختم بھی نہ کی تھی کہ بران یوں بولا: "تم اپنے آقا کو کہہ دو کہ ہمارے لوگ مرنا شکست سے بہتر سمجھتے ہیں۔"

" دشمن کا بہادر سپاہی بالکل نہ ڈرا۔

"سنو!! وہ گرج کر بولا میں اپنے ساتھ ایک زبردست فوج لاؤں گا۔ ماہون تمہارے بادشاہ کو اور تمہارے لوگوں کو اس طرح تباہ کروں گا کہ سب کا خون ایک ندی کی طرح بہتا ہوا نظر آئے۔" اس بے عزتی کے الفاظ پر بھی ماہون چپ رہا۔ لیکن اس کے چھوٹے بھائی بران کی آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے۔ اس کے نتھنے پھول رہے تھے۔ اور وہ غصے سے بولا۔

" اپنے آقا کو کہہ دینا کہ بران اس کے پاس آئے گا

زنجیروں سے بندھا ہوا نہیں بلکہ باندھنے"

دوسرے دن ہوتے ہی لڑائی شروع ہوگئی۔ اس سے پہلے کبھی بھی آئرلینڈ کے لوگ اس بہادری سے نہ لڑے تھے۔ کئی دنوں تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر دشمن کو شکست ہوئی۔ چاروں طرف سے خوشی کی آوازیں بلند ہوئیں۔ "ٹھہرو! ٹھہرو!" شہزادہ بران کے گونجتے ہوئے الفاظ تھے ابھی ہمیں کچھ اور کرنا ہے۔ اور ان کے بادشاہ کو پکڑنا ہے۔ آخر بڑی دوڑ دھوپ کے بعد اس نے بادشاہ پر قبضہ پالیا۔ اس کو قتل کر دیا گیا۔ ماہتون کے انتقال کے بعد بران بادشاہ ہوا۔ سالہا سال گذر گئے۔ اور بران بوڑھا ہوگیا۔ آخر پھر دشمنوں نے حملہ کیا۔ بوڑھا شیر اگرچہ کمزور تھا۔ لیکن اس میں جوش باقی تھا۔ لڑائی میں بران اور اس کے چار لڑکے کام آئے۔ لیکن دشمنوں کو بری طرح شکست ہوئی۔ آخر دشمنوں نے حملہ کرنا چھوڑ دیا۔

ریویو

محشر خیال زیر ادارت جناب عبداللہ صاحب فاروقی حجم ۷۲ صفحے۔ سالانہ قیمت ایک روپیہ
ملنے کا پتہ۔ دفتر محشر خیال۔ نئی سڑک دہلی۔

یہ اردو زبان کا باوجود ۷۲ صفحے کی ضخامت کے ارزاں ترین ماہوار مجلہ ہے۔ نہایت محنت و قابلیت سے ایڈٹ کیا جاتا ہے۔ نظم و نثر دونوں خوب ہیں۔

رازونیاز مصنفہ جناب میاں سلطان احمد صاحب وجودی قیمت ایک روپیہ۔
ملنے کا پتہ:۔ مینیجر نظامیہ بک ڈپو بٹالہ۔

وجودی صاحب ایک پرانے صحیفہ نگار ہیں۔ اور آزاد خیالی کی وجہ سے کافی صعوبت اٹھا چکے ہیں "رازونیاز" آپ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو ادبِ لطیف کی صورت میں وقتاً فوقتاً خواہ رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے آپ کی تحریر میں سادگی و پُرکاری کا جزو سب سے نمایاں ہے۔ کتاب مجلّد اور دیدہ زیب ہے۔ لکھوائی چھپوائی نہایت عمدہ۔

معلومات عامہ

(ادارہ)

عہد جدید کے سات عجوبے مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ہوائی جہاز (۲) ریڈیم (۳) بے تار برقی (۴) ایکس ریز (۵) خود بخود چلنے والے انجن (۶) تریاق

"کولی نن" دنیا کا سب سے بڑا ہیرا ہے

"کوہ نور" ہندوستان کا سب سے مشہور ہیرا ہے۔ جو گولکنڈہ کی کانوں سے برآمد ہوا۔ اور علاء الدین خلجی۔ ہمایوں۔ نادر شاہ۔ رنجیت سنگھ اور ملکہ وکٹوریہ کے ہاتھوں سے ہوتا ہوا۔ اب تاج برطانیہ کی زینت ہے۔

دنیا کے امیر ترین آدمیوں میں سے ہنری فورڈ (امریکہ) نظام حیدر آباد (ہندوستان)، راتھ شیلڈ (فرانس) راک فیلر (امریکہ) اور آغا خاں (ہندوستان) مشہور ہیں

بعض ناموں کے ساتھ بعض اشیاء مشہور ہو گئی ہیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱) باٹا کے بوٹ (۲) برک بانڈ کی چائے۔ (۳) برما پٹرولیم کمپنی کا پٹرول (۴)، ڈٹ مار کی لیمپیں (۵) ڈن لپ کے موٹر ٹائیر (۶) فلیکس کے بوٹ (۷) جلیٹ کے ریزر (۸) گڈ ائیر کے موٹر ٹائیر (۹) گلیکسو کے بسکٹ (۱۰) لپٹن کی چائے۔

سب سے اونچا پہاڑ۔ ہمالیہ

سب سے بڑا شہر۔ لنڈن

سب سے بڑا جزیرہ۔ گرین لینڈ

سب سے بڑی آبشار۔ سدرلینڈ

سب سے بڑا سمندر۔ بحرالکاہل

سب سے بڑی سرنگ۔ بن تیتوتش

سب سے بڑی جھیل۔ کیس پین

سب سے بڑا دریا۔ ایمزان

سب سے بڑا صحرا۔ صحرائے اعظم افریقہ

سب سے بڑی دیوار۔ دیوار چین

سب سے بڑی عمارت۔ آزادی کا مجسمہ (امریکہ)

سب سے بڑا آتش فشاں پہاڑ۔ مشہور ویزوو

سب سے گرم جگہ۔ باب المندب

سب سے ٹھنڈی جگہ۔ بحر منجمد ار قطب شمالی کے درمیاں

مکر و فریب چھوڑ دے گم گشتۂ ہدیٰ
کعبے میں آ کے دیکھ ذرا جلوۂ خدا
قادر کے کاروبار تو۔ ظالم مٹائے گا
کیا پدی شیخ اور کیا پدی کا شوربا

عبدالرحمن خان نشی دہلی

حل طلب انعامی معمہ

	اشارات	کل حروف	غیر ترتیب حروف	جوابات
مثال	ایک دریا کا نام	۴	ل۔ س۔ م۔ ہ۔ ٹ۔ ج۔ ا	جہلم
۱	ہندوؤں کا متبرک شہر	۳	ر۔ ب۔ ا۔ ن۔ گ۔ س۔ ی۔	
۲	ایک صحت بخش مقام	۳	ن۔ م۔ ص۔ ی۔ ع۔ ر۔ د	
۳	ایک مشہور درہ کا نام	۴	ب۔ ر۔ ی۔ و۔ خ۔ ٹ۔ چ	
۴	ہندوستان کا ایک مشہور دریا	۴	ا۔ گ۔ ج۔ ت۔ ن۔ م۔ گ	
۵	زندگی کے لئے ضروری شے	۵	ٹ۔ خ۔ ک۔ ی۔ ا۔ ر۔ و۔	
۶	ایک مسلمان لڑکے کا نام	۵	ص۔ م۔ ر۔ ظ۔ ٹ۔ ن۔ و	
۷	دنیا کی مشہور آبشار کا نام	۶	ا۔ ن۔ گ۔ ٹ۔ ا۔ ی۔ ر	
۸	ایک پہاڑ کا نام	۶	ہ۔ ل۔ ی۔ ض۔ ا۔ ہ۔ م	

طریقہ:- غیر ترتیب حروف میں سے جتنے حرف لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے اشارات کے مطابق کل حروف لے کر اپنے جوابات کے خانے میں درج کریں۔ مثلاً جو مثال دی ہوئی ہے اس کے غیر ترتیب حروف سات ہیں۔ ان میں سے چار حروف لئے گئے ہیں۔ ان پر لکیر دی گئی ہے۔ اس طرح جواب جہلم آیا ہے۔ اسی طرح باقی سوال کریں۔

شرائط:- (۱) ہر حل کے ساتھ ایک آنے کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ اور تمام حل ۲۵ دسمبر ۱۹۳۶ء تک آجانے چاہئیں۔

(۲) ایک آدمی ایک سے زیادہ حل بھی روانہ کرسکتا ہے۔

(۳) معمہ کے اصل حل منگوانے کے لئے ایک آنہ کے ٹکٹ زائد آنا چاہئیں۔

انعامات:- پہلا انعام بالکل صحیح حل کرنے والے کو ایک عمدہ فاؤنٹین پن (۲) دوسرا انعام اس شخص کو دیا جائے گا۔ جس کے سب سے زیادہ حل موصول ہوں گے۔ جو کہ ایک عمدہ ریشمی رومال ہے۔ تیسرا انعام ایک عمدہ پیڈ اس شخص کو دیا جائے گا۔ جس کی ایک غلطی ہو۔ اور انعامات قرعہ اندازی سے تقسیم کئے جائیں گے۔ اور منیجر کا فیصلہ ہر حالت میں قبول کرنا پڑے گا۔ **پتہ**:- سید محمود احمد آف منصوری محلہ دارالرحمت قادیان

نوٹ:- انعامات کا فیصلہ اگلے پرچہ میں درج ہوگا۔

ادب لطیف

حقیقی تلاش

از جناب نسیم سیفی لاہور

میں اپنے کمرہ میں تنہا سر جھکائے بیٹھا تھا۔
دماغ کی پریشانیوں
اور دل کی بیتابیوں سے رہائی پانے
ہاں ہاں ہمیشہ کے لئے
آزاد ہونے کے خیال کی عمیق گہرائیوں میں مستغرق۔
...معاً کسی نے دروازہ کھولا۔
اس نے مجھے اپنی مدھم باریک آواز میں کہا۔
"ہر وقت پریشان ہر وقت حیران یہ بھی کوئی زندگی ہے۔
کیوں افسردگی کے ہاتھوں دل کا خون کر رہے ہو"
میرا استغراق ٹوٹا۔
میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔
"ہیں فہیم
کیا کہہ رہے ہو۔
میری اس پریشانی سے تم نے کیا سمجھا۔
میں پریشان رہتا ہوں۔
لیکن کسی مہ جبین کے لئے نہیں۔
میں حیران رہتا ہوں لیکن اس لئے نہیں۔
ہاں سنو!
اس لئے نہیں کہ کسی پری پیکر کی نگاہ قاتلانہ کا مورد عتاب ہوں
میں جوش وحشت میں
دیوانگی میں
جنگلوں کی سمت
بھاگ جاتا ہوں
سادہ رہتا ہوں
بھوکا - !
لیکن اس لئے نہیں
ہاں سنو
اس لئے نہیں کہ میں
کسی پری چہرہ کا متلاشی ہوں
دنیاوی جاہ و جلال
دنیاوی حشمت کی حرص و آز
میری پریشانی کا باعث نہیں۔
میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر
اپنی ہی ایک دنیا بسا کر
اس دنیا کے لوگوں سے الگ تھلگ
رہتا ہوں
اس لئے نہیں کہ اس دنیا کے لوگ غدار ہیں۔
بے وفا ہیں۔

(بقیہ مضمون ص۴۲ پر دیکھیں)

"بچوں کی دنیا"

ہمیں افسوس ہے کہ گذشتہ پانچ مسلسل اشاعتوں سے ہم بچوں کی سمجھ کے مضامین کہانیاں وغیرہ شائع نہیں کر سکے۔ البشریٰ کے ننھے منّے خریداروں کی طرف سے ہمیں لگاتار پیغامات اور چٹھیاں موصول ہو رہی ہیں۔ اور انہوں نے وجہ دریافت کی ہے کہ ان کے صفحات البشریٰ میں کیوں بند کر دیئے گئے؟ ان پیغامات اور چٹھیاں لکھنے والوں میں سے بہتوں نے البشریٰ سے قطع تعلق کر لینے کی دھمکی بھی دی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ بچے ان صفحات میں کس حد تک دلچسپی لیتے ہیں۔ سو اب چونکہ ہمیں یقین ہو چکا ہے کہ بچے ان کے لئے بہت بیتاب ہیں۔ اور ان کو پڑھ کر مسرت محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے ہم تمہارے پیغامات اور تمہاری چٹھیوں کی قدر کرتے . . . . ہوئے اور تمہاری تفریح طبع کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نمبر میں دلفریب کہانیاں دلچسپ لطائف و معلومات شائع کرتے ہیں اور آئندہ بھی شائع کرتے رہیں گے۔ اگر تم سے بھی ہو سکے تو خود ورنہ اپنی آپا۔ یا بڑے بھائی۔ یا ابّا یا امّاں سے کہانیاں سُن کر لکھ بھیجو۔ اور دیکھو کبھی ایسی کہانی نہ بھجوانا جس میں جھوٹ کی آمیزش ہو۔ بلکہ ایسی بھجواؤ کہ کہانی پڑھنے والے کو کوئی عمدہ سبق ملے۔

اڈیٹر

بقیہ مضمون صفحہ ۲

بلکہ میں کسی ایسی چیز کا متلاشی ہوں۔
ہاں ہاں سنو
غور سے سنو فہیم
میں ایسی چیز کا متلاشی ہوں جو ابدی ہو۔
جس کی محبت ابدی ہو۔
جس کے عشوہ پرور باعث زحمت ہونیکی بجائے
سنو فہیم۔
باعث زحمت ہونیکی بجائے باعث رحمت ہوں۔

* * *

بہترین علمی - ادبی
یادگار
المبشر کا عید قربان نمبر ہوگا
جسے مدتوں آپ اپنے پاس
محفوظ رکھیں گے

جنوری کے آخر میں
کیا ہوگا
؟

جماعت احمدیہ کے
واحد علمی و ادبی ماہنامہ
المبشر کا بلند پایہ شاہکار
عید قربان نمبر
ہوگا

المبشر کے
عید قربان نمبر کا
صرف ایک افسانہ
یا ڈرامہ چھ آنہ
میں بہرحال ارزاں
ہے

جنوری کے آخر میں
المبشر کا وہ مہتم بالشان
عید قربان نمبر
شائع ہوگا۔ جس کے بیحد دلکش افسانے
معرکہ آرا ڈرامے۔ بلند پایہ نظمیں
نتیجہ خیز پہلیاں۔ نشاط افزا لطیفے
اپنی دلکشی اور دلچسپی کا جواب نہیں
رکھیں گے

عید قربان نمبر
کا ہر افسانہ
شاہکار کی
حیثیت رکھے
گا

المبشر کا عید قربان نمبر
خرید کر ادارہ المبشر کی
حوصلہ افزائی
فرمائیے!

خریداران المبشر
کو
عید قربان نمبر مفت

المبشر کے عید قربان نمبر میں
آپ کے علمی و ادبی
ذوق کا کافی مواد موجود
ہوگا۔

منیجر المبشر الحکم سٹریٹ قادیان

پتہ:۔ مکتبۂ اردو ۹۔ میکلوڈ روڈ لاہور

سالنامہ

"ادبِ لطیف"

لاہور پنجاب

۱۹۳۸ء کا شاہکار

آسمانِ ادب کے افق پر ستارۂ صبح کی تابانیاں لئے ہوئے
پوری شان کے ساتھ ہویدا ہوگا۔ ہندوستان بھر کے آتش نوا
شعرا کی بلندپایہ نظمیں آپ کی رُوح پر انبساط طاری کردیگی۔

ایک ہی پرچے میں، بیک وقت

مسکراہٹیں اور آنسو ...... قہقہے اور آہیں ...... مسرت اور غم

معرکہ آرا علمی و ادبی مقالات

دلنواز اور دل گداز افسانے۔ رومان آفریں اور کیف افزا مسرت خیز اور بہار آفریں دہشت انگیز اور وحشت زا

آپ دیکھیں گے

سالنامے کا ہر مضمون، ہر افسانہ، ہر نظم ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے

مشرق و مغرب کے مشہور مصوروں کی شاہکار تصویریں

جو آپ کے دل و دماغ پر وجدانی کیفیت طاری کردیں گی

سائز جہازی ضخامت ۲۵۰ صفحات ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت صرف ایک روپیہ

مگر آپ سالنامہ اور ضخیم افسانہ نمبر مفت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آج ہی تین روپے چار آنے [illegible] بھیجکر خریدار بن جائیے

نوٹ:۔ مشتہرین حضرات کو چاہئے کہ ایسے کثیر الاشاعت سالنامے میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں (منیجر)

کہانی

وفادار ٹامی

از محمد سلیمان عرفانی

ٹامی ایک زمیندار کے بڈھے کتے کا نام تھا۔ جس کے تمام دانت مارے ضعف کے نکل گئے تھے اور وہ بالکل پوپلا تھا۔ ایک دن اس کے مالک نے یہ حالت دیکھ کر اپنی بیوی سے کہا۔ بیوی بیوی اب ٹامی کو گھر میں رکھنا فضول ہے۔ نہ تو یہ گھر کی رکھوالی کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی بھیڑ بکریوں کی حفاظت کر سکے گا۔ جب اس کے مُنہ میں دانت اور پیٹ میں آنت ہی نہیں۔ تو پھر یہ جنگل کے درندوں سے کیا مقابلہ کرے گا۔ بس میں کل صبح اسے گولی ماروں گا۔ ٹامی اس وقت دھوپ میں لیٹا ہُوا تھا۔ اور اس نے یہ سب باتیں سُن لیں۔ اور موت کے خوف سے اُس کا دم فنا ہونے لگا۔ اور اُسے اپنی موت کی یاد آنے لگی۔ زمیندار کی بیوی نے اپنے خاوند کو بڑا سمجھایا۔ کہ دیکھنا کہیں ایسا غضب نہ کرنا ٹامی ہمارا بڑا وفادار اور خدمت گذار رہا ہے۔ اس نے بچپن سے لے کر اب تک ہماری خدمت کی ہے کیا تمہیں اس کا احساس نہیں۔ خاوند نے کہا ٹھیک ہے لیکن جیسی اس نے خدمت کی ویسی خوراک بھی تو اسے ملتی رہی۔ خدمت کی تو کیا ہُوا۔ اب یہ ہمارے کام کے لائق نہیں ہے۔ بڈھا کتّا اس ساری گفتگو کو سُن کر سہم سا گیا۔ اور بیچارہ شام ہونے سے پہلے پہلے ہی گھر سے نکل گیا۔ اور اپنے ایک دوست بھیڑیئے کے پاس جو جنگل میں رہتا تھا چلا گیا۔ اور اس سے رو رو کر سارا حال بیان کیا۔ اور کہا کہ لو بھائی بھیڑیئے خدا حافظ۔ ہم تو کل مارے جائیں گے۔ ہمارا مالک ہمیں اب نکما اور ناکارہ سمجھ کر کل گولی سے مار دینے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

بھیڑیا اپنے دوست کی یہ جگر خراش خبر سُن کر بہت آبدیدہ ہُوا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ کہ بھائی ٹامی تم کیوں فکر کرتے ہو۔ میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی ہے۔ اگر تم اس پر عمل کرو تو یقیناً تمہارا مالک نہ صرف تمہیں مار دینے کا خیال چھوڑ دے گا۔ بلکہ تمہاری بڑی خاطر اور قدر کرے گا۔

ٹامی نے کہا بتاؤ وہ کیا تدبیر ہے۔ جس سے میری جان بخشی ہو سکے۔

بھیڑیئے نے کہا کہ صبح صبح تمہارا مالک اور اس کی بیوی کھیت پر آتے ہیں۔ زمیندار کا دُودھ پیتا بچّہ اس کے پاس ہوگا۔ جب وہ آئیں گے تو میں چھُپ کر آؤں گا۔ اور جب دیکھوں گا کہ بچّہ اکیلا ہے۔ تو

میں اس کو لے کر بھاگ جاؤں گا۔ جونہی میں بھاگوں تم میرے پیچھے لپک کر بھاگنا۔ اور مجھ سے بچہ چھڑا کر اُسے ماں باپ کے پاس لے جانا۔ وہ بچہ کو دیکھیں گے تو بہت خوش ہوں گے۔ اور اس طرح تم کو وہ پھر رکھ لیں گے۔ اور تمہاری خدمت کریں گے۔

ٹامی نے جب یہ تدبیر سُنی تو مارے خوشی کے چلّا اُٹھا۔ اور کہا دوست واقعی تم کو بڑے مزے کی تدبیر سوجھی۔ میں ضرور ایسا ہی کروں گا۔

دوسرے روز جب زمیندار اور اس کی بیوی اپنے بچّہ کو لے کر کھیت پر آئے تو بھیڑیا جو پہلے سے ہی چھپا ہوا تھا۔ جونہی اُس نے دیکھا کہ بچّہ کی ماں اپنے دوسرے کام میں مصروف ہے جھٹ اُس نے چھلانگ لگا کر بچّہ کو زمین پر سے اٹھا لیا اور جنگل کی طرف بھاگا۔

بچّے کے ماں باپ نے اپنے بچّہ کو بھیڑئے کے چنگل میں دیکھا تو دنیا ان کے لئے اندھیر ہو گئی اور وہ پریشان ہو کر شور و غل مچانے لگے۔ لیکن ٹامی نے جب بچّہ کو بھیڑئے کے مُنہ میں دیکھا۔ تو وہ بے تحاشا بھیڑئے پر لپکا۔ اور بچّہ کو چھڑا کر ماں باپ کے پاس لے آیا۔

ٹامی کی اس خدمت سے زمیندار بڑا خوش ہوا۔ اور بیوی سے کہنے لگا۔ کہ میں نے ٹامی کو مارنے کا جو ارادہ کیا تھا۔ وہ غلط تھا۔ مجھے اب معلوم ہوا۔ کہ ٹامی اب بھی ہماری خدمت کرنے کے قابل ہے۔

زمیندار نے ٹامی کو شاباش دی اور پیار کیا۔ اور کھانے پینے کو اُسے بہتر خوراک ملنے لگی۔

ٹامی ایک وفادار کُتا تھا۔ اُس کی جان صرف بھیڑئے کی تدبیر سے بچی۔ اس لئے وہ بھیڑئے کی اس مہربانی کا بڑا شکر گذار تھا۔ اور جب کبھی بھی اُسے موقع ملتا وہ بھیڑئے کو ملنے جاتا۔

ایک روز حسب معمول ٹامی بھیڑئے کو ملنے گیا۔ اُس روز اتفاق سے بھیڑیا دو روز کا بھوکا تھا۔ اُس نے ٹامی کو آتے ہی کہا۔ دوست! آج تم بھی میرا ایک کام کرو۔ ٹامی نے شکر آمیز نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ میرے مہربان اور محسن دوست کہو تمہارا کیا کام ہے میں ضرور کروں گا۔

بھیڑئے نے کہا میں دو روز سے بھوکا ہوں۔ آج سخت بھوک لگی ہے۔ اور شومئے قسمت سے مجھے شکار بھی نہیں ملا۔ جاؤ کچھ کھانے کے لئے لاؤ۔

ٹامی نے کہا میرے دوست میں کس لئے ہوں۔ آؤ اور بڑی خوشی سے میرا ناشتہ کرو۔ میں خود زندگی سے تنگ ہوں۔ بھیڑیا بھوک کے مارے بیتاب ہوا جاتا تھا۔ اُس نے یہ سُنتے ہی ٹامی پر حملہ کر دیا۔ اور ایک لمحہ میں ٹامی کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور کھا گیا۔

گیمز اینڈ سپورٹس

لارڈ ٹینی سن اور ہندوستانی کرکٹ ٹیم کا پہلا ٹسٹ میچ

از میرزا شبیر احمد صاحب

کیپٹن البیرونی کلب

حال ہی میں انگریزوں کی ایک کرکٹ ٹیم لارڈ ٹینی سن کی سرکردگی میں ولایت سے ہندوستان آئی ہے اس کے ممبر مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) لارڈ ٹینی سن (کیپٹن) (۲) پیلز (۳) یارڈلے۔ (۴) گب (۵) پارکس (۶) لینگرج (۷) ولارڈ (۸) گوور (۹) ہارڈسٹاف (۱۰) سمتھ (۱۱) ایڈرک

۱۳۔ نومبر کو لاہور میں لارڈ ٹینی سن اور ہندوستانی کرکٹ ٹیموں کا پہلا ٹسٹ میچ ہوا۔ جس میں شومئی قسمت سے ہندوستانی ٹیم کو نو وکٹوں پر شکست ہوئی۔

ہندوستانی ٹیم کے ممبر مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) وی۔ ایم۔ مرچنٹ (کیپٹن) (۲) امر سنگھ (۳) امرناتھ (۴) ہنڈلکر (۵) یوراج پٹیالہ (۶) ایل۔ پی۔ جے (۷) امیر الٰہی (۸) ہزارے (۹) مشتاق علی (۱۰) رام سنگھ (۱۱) مبارک علی۔

ہندوستانی ٹیم کی بدقسمتی تھی کہ اس میچ کے موقعہ پر اُس کے پاس کوئی تیز باؤلنگ کرنے والا نہیں تھا۔ نثار اس میں ماہر تھا۔ لیکن وہ اپنے والد کی وفات کے سبب کھیل نہیں سکا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس کی جگہ کلکتہ کا بینرجی لے جائے گا۔ لیکن بتایا جاتا ہے۔ کہ وہ بھی لاہور آکر بیمار ہو گیا۔

پس ہندوستانی ٹیم کے پاس انگریزی ٹیم کے گوور اور ویلارڈ کے مقابلہ میں کوئی تیز باؤلنگ کرنے والا موجود نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستانی ٹیم کے کپتان مرچنٹ کو امر سنگھ اور مبارک کا زیادہ سہارا لینا پڑا۔

ان حالات میں بیچارہ مرچنٹ کیا کر سکتا تھا۔ اُس نے ٹیم کے تمام باؤلرز کو کئی مرتبہ موقعہ دیا کہ وہ اپنے جوہر دکھائیں۔ مگر کوئی بھی مفید ثابت نہ ہوا۔ صرف امرناتھ ہی عمدہ باؤلنگ کرنے والا تھا۔ جس نے زیادہ رنز نہ ہونے دیں۔

پہلی اننگ میں انگریزی ٹیم کے ایڈرک اور یارڈلے نے گراؤنڈ سٹروکس ایسی نفاست سے لگائیں کہ ان کا گیند زمین سے اٹھتا ہی نہ تھا۔

پہلے دن میچ کے بعد ہندوستانی ٹیم نے صرف ۱۲۱ رنز کی تھیں۔ مگر لارڈ ٹینی سن کی ٹیم کے صرف دو کھلاڑیوں (ایڈرک اور یارڈلے) نے سو رنز کر لی تھیں۔

دوسرے دن انہوں نے پھر اطمینان سے کھیلنا شروع کر دیا۔ ہماری طرف سے امر سنگھ اور مبارک باؤلنگ

ر ہے تھے۔ انہوں نے [illegible] کیا لیکن کچھ نہ بن سکا۔ خر جینٹ نے دونو کو ہٹا کر امرناتھ اور امیر الٰہی کو باؤلنگ یا۔ یہ تبدیلی کامیاب ہوگئی۔ اور جس وقت سکور ۱۴۱ تھا۔ امرناتھ نے ایڈرک ، ہیچ کر ۔ ایڈرک کے آؤٹ ہوتے ہی ہندوستانی تیز ہوگئے۔ اور آخر لنچ سے پہلے سارے کے سارے انگریز ۲۱۷ پر اوٹ ہوگئے۔

دوسری اننگ کے موقع پر لوگوں کو بہت اُمید تی کہ ہندوستانی جیت جائیں گے۔ خوش قسمتی سے رچینٹ اور ہنڈکر نے کھیل کی ابتدا بھی بہت اچھی کی تھی یکن صرف ۴۶ سکور کے بعد ہندوستان کے سب سے بہترین کھلاڑی آوٹ ہوگئے۔ اور امید مایوسی میں بدل گئی

لیکن یہ امر تحیر خیز تھا کہ جن ہندوستانیوں کھلاڑیوں سے زیادہ کی توقع نہ تھی۔ انہوں نے بعد ازاں بہت اچھا کور کیا۔ مثلاً امر سنگھ نے آکر کھیل کا رنگ ہی بدل دیا۔ اور ابت کر دیا کہ وقت پر وہ بھی بہت ہی اچھا کھیل سکتا ہے۔ رچہ اس نے رنز تو ۲۲ ہی کیں۔ لیکن اس نے جو ایک یہ کی باؤنڈری لگائی وہ لاہور والوں کو بہت مدت تک نہ بھولے گی۔ گیند بالکل ستارہ کی طرح نظر آتا تھا۔ لیکن س اندھا دھند رفتار سے وہ کھیلا زیادہ دیر تک نہ چل لتی تھی۔ اور آخر ہوا بھی یہی۔ امر سنگھ کے بعد رام سنگھ نے بھی عوام کی تحسین حاصل کی۔ اور اچھا کھیلا۔ کھیل کے آخر پر ہندوستانی ٹیم کا صرف ۱۹۱ سکور تھا

اگلے دن صبح ہندوستانی ٹیم کا سکور صرف ۱۹۹ تک بڑھ سکا جس کے یہ معنی تھے کہ اب انگریزوں نے صرف ۱۱۳ کرنی تھیں۔ چنانچہ دوسری اننگ میں انہوں نے ی آسانی سے یہ سکور کر لیا۔ اور نو وکٹوں پر انہیں فتح ہوئی۔

ہندوستانی ٹیم کی شکست کے میری دانست میں مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

۱۔ ہندوستانیوں کے پاس گوڈر اور ویلارڈ کے مقابلہ کا فاسٹ باؤلنگ کرنیوالا کوئی نہیں تھا۔

۲۔ ہندوستانی گراؤنڈ سٹروکس سے کام نہ لیتے تھے۔

۳۔ کئی پرانے اور تجربہ کار کھلاڑیوں کو ٹیم میں شامل نہ کیا گیا تھا

۴۔ جس طرح انگلستان میں ہندوستانی ٹیم کی شکست کا بڑا سبب باہمی مناقشت اور برادرانہ روح کا فقدان تھا۔ . . . . اور جس کی وجہ سے ہندوستان کے سب سے بڑے کھلاڑی امرناتھ کو واپس ہندوستان بھیج دیا گیا تھا۔ اسیطرح میرے خیال میں یہاں بھی "ٹیم سپرٹ" نظر نہ آتی تھی۔

۵۔ جیسا کہ لارڈ ڈینی سن نے ایک انٹرویو کے موقع پر کہا ہے۔ انگریزی ٹیم کا بیٹنگ اور باؤلنگ بہت اچھا تھا اور انہی کی وجہ سے انہیں فتح ہوئی۔ ہندوستانیوں کی یہ دونوں چیزیں خراب تھیں۔

اب ہماری نظریں دوسرے ٹسٹ میچ پر جو کلکتہ میں ہوگا لگی ہوئی ہیں۔ کاش کہ ہندوستانی کرکٹ ٹیم اپنے ماتھے پر سے یہ کلنگ کا ٹیکہ اتار سکے۔ نوٹ لارڈ ڈینی سن ٹیم کراچی میں یونیورسٹی کے مقابلہ پر جیت گئی تھی۔ لیکن راجپوتانہ میں ۲ وکٹوں پر ہار گئی

(باتصویر)

فائزہ ایک رومان آفرین داستان

نیل کے کنارے بیٹھ کر لکھا ہوا مصر کا ایک دلآویز رومان۔ اس کا افسانہ مصنف کی بہترین کاوش اور ہر باب مصنف کا شاہ پارہ ہے۔ جس کو پڑھ کر آپ گھنٹوں بحیرٔ تحیر میں مستغرق رہیں گے۔ اور ایک غیر مرئی استحظاظ اپنے دل کے اندر محسوس کریں گے۔ کتابت شروع ہے۔ المبشر کے تمام خریداروں کو ارسال ہوگی۔ اگر آپ خریدنا نہ چاہتے ہوں۔ تو آج ہی اطلاع کر دیجئے۔

قیمت صرف ۸/ ناظم المبشر بک ڈپو الحکم سٹریٹ قادیان

مقامی خریداروں کو ضروری اطلاع

المبشر کے مقامی خریداروں کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ وہ مہربانی فرما کر اپنا چندہ خود جلد سے جلد ادا کر کے کارپردازان المبشر کو شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔ اس مبارک اور احسن طریق سے طرفین کے وقت کی بچت ہوگی۔ نہ ہم کو بار بار یاددہانی کیلئے زحمت ہوگی۔ اور نہ اُن کو تقاضے سے خلجان اور دردسری ہوگی۔

جو دوست کسی وجہ سے چندہ ادا نہ کر سکیں۔ تو وہ ازراہ کرم فوراً دفتر کو بذریعہ تحریر اطلاع کر دیں۔ تاکہ ان کا نام رجسٹر سے کاٹ دیا جائے ؎ کیا ہی سودا نقد ہے اس ہاتھ اور اس ہاتھ لے

DELHI

ایک ٹکٹ کیلئے پندرہ ۱۵ ہزار روپے

حال ہی میں ایک لڑکے نے بیس ۲۰ برس پہلے کا خریدا ہوا ٹکٹ پندرہ ہزار روپے میں فروخت کیا۔ آپ بھی ٹکٹ جمع کیجئے۔ کیا عجب آپ کو بھی کبھی اسقدر گرانقدر مالیت پر ٹکٹ فروخت کرنیکا موقع مِل سکے۔ ہمارے یہاں ہر قسم کے مختلف ممالک کے ٹکٹ قابل فروخت موجود ہیں۔ مندرجہ ذیل شرح سے ٹکٹ منگوا کر اپنے البم کو زینت دیجئے!

۱۰۰ مختلف ٹکٹوں کی قیمت صرف چھ ۶ آنے
۳۰۰ " " " " ایک روپیہ

ٹکٹوں کا تبادلہ بھی ہوسکتا ہے۔

یہ سنہری موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجئے۔ ٹکٹ جمع کرنا محض دلپسند مشغلہ نہیں بلکہ دولت کمانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ آج ہی اس پتہ پر خط لکھئے یا بالمشافہ ملاقات سے سرفراز فرمائیے! **ایم۔ ایس قریشی محلہ دارالعلوم قادیان** (پنجاب)

[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۰۶۴ | وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ | رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۰۶۴

احمدی نوجوانوں میں صحیح علمی۔ ادبی مذاق پیدا کرنے والا ماہوار میگزین

رسالہ

المبشر

مقام اشاعت قادیان

کا مصر نمبر

مصور

بابت ماہ نومبر ۱۹۳۹ء

NATIONAL MOSQ
کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

رئیس التحریر

شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد

مصری

بدل اشتراک

سالانہ	تین روپے
معاونین سے	پانچ روپے
طلباء سے	دو روپے

خریداران المبشر کے نام کھلی چٹھی

برادران ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

المبشر کا یہ گیارھواں نمبر ہے ۔ رسالہ اب مصور کر دیا گیا ہے ۔ اگلے نمبر پر رسالہ کا سال چہارم شروع ہو جائے گا ۔ بہت سے احباب کے نام المبشر کی قیمت کا بقایا چلا آرہا ہے ۔ میں اس نمبر کے معاً بعد آپ کے نام المبشر کا وی پی ارسال کروں گا ۔ تاکہ گذشتہ حساب صاف ہو جائے ۔

وی پی کا پرچہ پرانا ہوگا ۔ آپ مہربانی کرکے وی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیئے ۔ اس سال کے وی پی سابقہ قیمت یعنی دو روپے تین آنے کے ہوں گے ۔ اور نئے سال سے یعنی یکم جنوری ۱۹۴۰ء سے تین روپے قیمت ہوگی ۔ کیونکہ ہر پرچہ میں قیمتی فوٹو دیئے جائیں گے ۔ مجھے یقین ہے ۔ کہ سال کے گیارہ پرچے وصول کرلینے کے بعد آپ کو قیمت ادا کرنے میں پس وپیش نہ ہوگا ۔

میں یہ بھی آپ سے توقع رکھتا ہوں ۔ کہ آپ اپنے اس رسالہ کے لئے اپنے دوستوں میں تحریک فرما کر مجھے ممنون فرمادیں گے ۔ والسلام

محمود احمد عرفانی

الکلمۃ الاولیٰ

مصر نمبر لکھنے کی وجہ

میں نے آٹھ سال کا لمبا عرصہ مصر میں گزارا۔ اور میں نے جب غور سے اس ملک کے حالات کو دیکھا۔ تو مجھے بیشمار خوبیاں مصری قوم میں نظر آئیں۔ دوسری طرف میں نے ان سیاحوں کے مضامین بکثرت پڑھے۔ جو ممالک الشرقیہ کی سیر کے لئے آتے ہیں۔ اور چند روز کسی ہوٹل میں رہ کر اور گائیڈوں وغیرہ کی وضعی باتوں کو سنکر کوئی نتیجہ قائم کر لیتے ہیں۔ اور پھر اس غلط نتیجہ کو وہ ایک صحیح اور یقینی چیز کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور اس طرح ایک قوم کی نسبت غلط خیالات کی اشاعت ہوتی ہے۔ اور پھر وہ غلط خیالات لوگوں کے اندر راسخ ہو جاتے ہیں۔

مصریوں سے ہمارا تعلق چونکہ ایک مسلمان قوم کے لحاظ سے ہے۔ اس لئے میں جب غلط خیالات کی اشاعت کو دیکھتا ہوں۔ تو مجھے رنج اور افسوس ہوتا ہے۔ اسوقت میرے دل میں جوش پیدا ہوتا ہے کہ میں ایک کتاب مصر کے متعلق لکھوں جس میں صحیح حالات لکھوں۔ اور اگر تعالےٰ نے مجھے توفیق دی۔ تو میں کسی وقت ایسی مکمل کتاب لکھوں گا۔ جو بکثرت تصاویر سے مزین کر دی جائیگی۔ (انشاءاللہ تعالیٰ) مگر چونکہ کتاب لکھنے کے سامان ابھی میسر نہیں ہیں۔ اس لئے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا رہتا تھا۔ کہ میں المبشر کا ہی ایک خاص نمبر شائع کردوں۔ یہ خیال لمبے عرصے سے میرے قلب میں موجزن تھا۔

اب جب کہ مصری قونصل خانہ ہندوستان میں قائم ہو گیا۔ تو پھر یہ خیال مضبوطی سے پیدا ہو گیا۔ اور میں نے یہی بہتر جانا کہ اس معاملہ کو اب زیادہ مدت تک معرض التوا میں نہیں ڈالنا چاہیئے۔

اگرچہ

الحکم اور المبشر کے جوبلی نمبر لکھنے کی وجہ سے میری مصروفیت کا عالم اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ مگر میں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتے ہوئے اس نمبر کے لکھنے کے لئے اپنی قلم کو حرکت دی۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ باوجود شدید بیماری کے اور باوجود شدید مصروفیت کے میں اس نمبر کو تیار کرنے کے قابل ہو سکا۔

مصر سے ہمارے تعلقات

مصر سے ہندوستان کے تعلقات کئی قسم کے ہیں۔ مثلاً مصر ایک مشرقی ملک ہے پھر اسلامی ملک ہے۔ ہمارے اور انکے عادات ملتے جلتے ہیں۔ پھر مصر ایک تاریخی ملک ہے۔ جہاں سب سے پہلے مدنیت کی بنیاد رکھی گئی۔ مصر پرانے آثار کی وجہ سے بھی قابل ذکر ہے۔ پس ان سب امور کی وجہ سے مصر کے متعلق صحیح معلومات کی شدید ضرورت محسوس کرتے ہوئے میں نے یہ سب کچھ لکھا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ معلومات اسلامی ممالک سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے لئے بہت سی باتوں میں اضافہ کرنے والے ہونگے۔ (محمود احمد عرفانی ایڈیٹر المبشر)

مصر کے متعلق عام واقفیت

قبل اس کے کہ ہم مصر کے متعلق کوئی تحقیقی مضامین لکھیں۔ مصر کے متعلق جنرل معلومات بہم پہنچا دینا زیادہ ضروری خیال کرتے ہیں۔

مصر کا حدود اربعہ

مصر کا جائے وقوع افریقہ کے شمال مشرقی حصہ میں ہے۔ اگرچہ جائے وقوع کے لحاظ سے افریقہ میں ہے۔ مگر اپنے تمدن اور اپنے ظاہری ارتقار کے لحاظ سے وہ یورپ کا ٹکڑا ہے

مصر کا حدود اربعہ حسب ذیل ہے۔

مشرق میں بحرالاحمر اور فلسطین تک
مغرب میں صحرائے اعظم اور طرابلس الغرب تک
شمال میں بحر روم یعنی بحرابیض المتوسط تک
جنوب میں سوڈان تک۔

ملک کی تقسیم

مصر دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک حصہ وجہ البحری کہلاتا ہے۔ اور دوسرا حصہ وجہ القبلی کہلاتا ہے۔ ابتدائی فراعنہ کے زمانے میں پہلے دونو حصوں میں الگ الگ بادشاہ ہوتے تھے۔ اور بادشاہ کے تاج پر ایک قسم کا سینگ سا نکلا رہتا ہے۔ جو ایک حصہ ملک کی نشانی ہوتا تھا۔ اور پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ دونو حصے ایک بادشاہ کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ تو وہ ایک ایسا تاج پہننے لگا جو دو شاخا ہوتا تھا۔ اور یہ وجہ البحری اور وجہ القبلی کی اکٹھی بادشاہت کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔

مصر کا داخلی انتظام

مصر کا داخلی انتظام دو قسم کا ہے۔ ایک انتظام پولیس کی رینج کے لحاظ سے ہے اور دوسرا انتظام ضلع وار ہے۔ ضلع وار تقسیم کے لحاظ سے مصر ۱۴ اضلاع میں منقسم ہے۔ ہر ضلع کا ایک ڈپٹی کمشنر ہوتا ہے۔ جو مدیر کہلاتا ہے۔ ڈپٹی کمشنر پنجاب ہندوستان کی طرح اپنے ضلع کا حاکم اعلیٰ ہوتا ہے۔ مصر چونکہ دو صوبوں میں منقسم ہے۔ اس لئے اضلاع بھی ان صوبوں کے لحاظ سے ہیں۔ یعنی وجہ البحری میں چھ اضلاع ہیں۔ جن کے حسب ذیل نام ہیں۔ قلیوبیہ۔ شرقیہ۔ دقعلیہ۔ منوفیہ۔ غربیہ۔

اور وجہ البحری میں حسب ذیل آٹھ اضلاع ہیں۔ جیزہ۔ بنی سویف۔ فیوم۔ المنیا۔ اسیوط۔ جرجا۔ قنا۔ اسوان۔

پولیس رینج کے لحاظ سے

مصر کی تقسیم پانچ محافظوں میں ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔ محافظ قاہرہ۔ محافظ اسکندریہ۔ محافظ سویز۔ محافظ کینال۔ محافظ دمیاط۔ اس کے علاوہ تین محافظے صحرا میں ہیں۔ جن کا انتظام جداگانہ ہے۔ اور ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ (۱) محافظ جزیرۂ سینا (۲) محافظ الصحرا الغربیہ (۳) محافظ الصحرا الشرقیہ والجنوبیہ۔ محافظ کا عہدہ انسپکٹر جنرل پولیس کا ہوتا ہے۔ یا جیسے بمبئی میں پولیس کمشنر ہوتا ہے۔

ہر ایک محافظ کے ماتحت متعدد تھانے اور چوکیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً قاہرہ کے محافظے کے ماتحت ۱۳ بڑے تھانے ہیں۔ جن کے حسب ذیل نام ہیں۔ ازبکیہ۔ جمالیہ۔ خلیفہ۔ درب الاحمر۔ سیدہ زینب۔ موسکی۔ وایلی۔ باب الشعریہ۔ بولاق۔ شبرا۔ عابدین۔ مصر قدیم۔ حلوان۔ ان تیرہ تھانوں کے سپرد تقریباً پندرہ لاکھ انسانوں کی جان و مال کی حفاظت کا کام ہے۔

اسی طرح اسکندریہ کے ماتحت نو تھانے ہیں۔ جن کے حسب ذیل نام ہیں۔ جمرک۔ رمل۔ اللبان۔ عطارین۔ المنشیہ۔ المینا۔ کرمشد۔ محرم بک۔ مینا البصل۔ ان نو تھانوں کے سپرد تقریباً سات لاکھ انسانوں کی جان ومال کی حفاظت کا کام ہے۔ یہی صورت دیگر پولیس کمشنریوں میں ہے۔

مصر کا موسم

مصر میں گرمی، سردی، بہار کے موسم ہوتے ہیں۔ ریگستانی علاقہ میں خوب گرمی پڑتی ہے۔ نیل کے کنارے جو علاقہ ہے۔ وہاں ٹھنڈی ہوا چلتی رہتی ہے۔ جسے بحری کہتے ہیں۔ اور کچھ دن حبس اور گرد وغبار بھی چلتا ہے۔ اور یہ زیادہ سے زیادہ پچاس دن ہوتے ہیں۔ مگر ان ایام میں بھی رات بہرحال ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ بحری ہوا کی وجہ سے لوگ مکانوں کے اندر ہی سوتے ہیں۔ اور ان کو باہر سونے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

موسم گرما میں ایسی گرمی ہوتی ہے۔ کہ لوگ گرم سوٹ پہن سکتے ہیں۔ موسم سرما مصر کا موسم بہار ہے۔ ان ایام میں تمام یورپ امریکہ کے سیاح یہاں کی سیر کے لئے آتے ہیں۔ لاکھوں سیاح آکر اس زمین کے چپہ چپہ پر رونق پیدا کر دیتے ہیں۔

بارش

مصر میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ تھوڑی بارش کو بھی لوگ بہت خیال کرتے ہیں۔ کھیتوں کی آبپاشی دریائے نیل پر منحصر ہے۔ حبشہ اور افریقہ کے پہاڑوں پر بارشیں ہوتی ہیں۔ اور یہ بارشوں کا پانی جمع ہو کر نیل میں طغیانی لاتا ہے۔ جو ملک مصر کو سیراب کر دیتا ہے۔

زراعت

مصر میں ہر قسم کی زراعت ہوتی ہے۔ مگر مصر کا جس چیز کی زراعت پر انحصار ہے۔ وہ روئی ہے۔ مصر میں ۱۷ لاکھ ایکڑ زمین میں روئی کی کاشت کی جاتی ہے۔ مصر سے انگلستان کے کارخانوں کے لئے ۳ کروڑ پونڈ کی روئی خریدی جاتی ہے۔

اگرچہ روئی کی کثرت پیداوار کے لحاظ سے امریکہ اور ہندوستان اول اور دوم نمبر پر ہیں اور مصر تیسرے نمبر پر۔ مگر مصر کی روئی کے ریشے کے لانبا ہونے اور سوت کے ملائم ہونے میں دنیا بھر کی روئی سے بہتر ہے۔

آب پاشی

مصر کی زراعت کی آب پاشی عام طور پر نیل کے ذریعے ہوتی ہے۔ اور یہ دو طرح ہوتی ہے۔ کچھ جگہ تالاب بنائے گئے ہیں۔ جو نیل میں پانی جب آتا ہے۔ تو ان تالابوں کو اس پانی سے بھر لیا جاتا ہے۔ اور پھر سال بھر ان تالابوں سے پانی لیتے رہتے ہیں۔ اور یہ طریق فراعنہ کے زمانے سے چلا آتا ہے۔

اور دوسرا طریقہ جدید نہری سسٹم کا ہے۔ بڑے بڑے بند لگا کر نہریں نکالی گئی ہیں۔ ان کا پانی حسب ضرورت موسم کے لحاظ سے دیا جاتا ہے۔ اور اس قسم کی بیشمار نہریں مصر میں اب جاری ہیں۔ اور یہ سسٹم سب سے پہلے محمد علی پاشا الکبیر نے جاری کیا تھا۔

حیوانات

اونٹ۔ گھوڑا۔ خچر۔ گدھا۔ گائے۔ بھینس۔ بھیڑ۔ بکری۔ عام ہوتے ہیں۔ بوجھ اٹھانے کے لئے اونٹ اور گدھے سے عام کام لیتے ہیں۔ بیل اور بھینسا زراعت میں کام آتا ہے۔ بھیڑ۔ بکری۔ عام ہے۔ مرغی انڈے اور کبوتر کی تجارت بڑی عظیم الشان ہے۔ درندوں میں بھیڑیا گیدڑ اور لگڑ عام ہے۔ اور ہر قسم کے پرندے بھی عام پائے جاتے ہیں۔

کانیں

مصر میں پتھر کی بے شمار کانیں ہیں۔ خاص طور پر ایک پتھر

جسے جرانیت کہتے ہیں۔ عام ہے۔ سنگ مرمر بھی بکثرت ملتا ہے۔ پوٹاشیم بھی نکلتا ہے۔ اور بعض اور قسم کے خوبصورت پتھر نکلتے ہیں سونے کی کانیں بھی ہیں۔ مگر ان سے سونا نکالا نہیں جاتا۔ پٹرول بھی مصر سے نکلتا ہے۔ جس کے اہم ترین کنویں ہرجلوہ میں ہیں۔ وہاں سے خام پٹرول نکال کر سویس میں لایا جاتا ہے۔ جہاں اسے دوبارہ صاف کیا جاتا ہے۔

صناعتیں

مصر صنعتی ملک نہیں۔ کیونکہ صنعتی ملک ہونے کے لئے یہ بڑا ضروری ہے۔ کہ وہ ملک لوہا اور کوئلہ پیدا کرتا ہو۔ مگر مصر میں یہ دونو چیزیں نہیں۔ اس لئے یہ ملک پورے معنوں میں صنعتی نہیں کہلا سکتا۔ مصری قوم کو ہمیشہ اس امر کا احساس رہا ہے۔ کہ وہ کس طرح اپنے ملک کو صنعتی ملک بنا لیں۔ مگر متعدد مرتبہ کے تجربہ سے انہیں یہ ثابت ہوا کہ اجنبی ممالک کی منڈیوں سے مال خریدنا ان کے لئے سستا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ باہر سے لوہا اور کوئلہ لا کر ملکی صنعتوں کو فروغ دیا جائے۔ تاہم گذشتہ ربع صدی کے اندر مصر میں بے شمار کارخانے کھل گئے۔ اور ملک کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ کی جا رہی ہے۔ اور جو کارخانے آسانی سے کھل سکتے تھے ان کا مختصر تذکرہ میں بیان کر دیتا ہوں۔

بنولے صاف کرنیکی مشین

سب سے پہلی چیز جس کی ضرورت مصریوں کو پڑتی ہے وہ روئی کے بنولے صاف کرنے کی ہے۔ اس وقت تقریباً دوسو کے قریب ایسی مشینیں لگ چکی ہیں۔ جن میں بنولے صاف کئے جاتے ہیں۔ اور یہ مشینیں حسب ذیل مقامات پر عام ہیں۔ زقازیق۔ کفرزیارت۔ منصورہ۔ زفتی۔ محلۃ الکبریٰ دمنہور۔ طنطا بنہا۔ سمنود۔ القضابیہ۔ برکۃ السبع۔ شبین الکوم۔ فیوم۔ المنیہ۔ بنی سویف۔ مغاغہ۔ فشن۔

بیاو وغیرہ۔ مشینوں کے استعمال سے قبل ہاتھ سے بنولے نکالے جاتے تھے۔

گٹھریاں بنانے کی مشین

دوسری ضرورت روئی کے گٹھے بنانے کی پیش آتی ہے۔ پھر اس کی مشینیں ملک میں عام لگ گئی ہیں۔

تیل کے کولھو

چونکہ بنولہ عام ہوتا ہے۔ اس لئے تیل کے لئے جگہ جگہ کولھو لگے ہوئے ہیں۔ اور تیل اور کھلی نکالی جاتی ہے۔

پھر کھانڈ کے کارخانے۔ دباغت۔ صابون سازی سگرٹ۔ سیمنٹ۔ دیاسلائی۔ برتن سازی۔ دستی رنگے۔ ریشمی اور اونی کپڑے۔ دریاں۔ قالین۔ ترکی ٹوپی۔ چٹائیاں۔ مٹی کے برتن۔ فرنیچر۔ سونے چاندی کا کام۔ کشتی سازی وغیرہ صنعتیں ملک میں عام ہیں۔

آمدورفت کے ذرائع

مصر میں ہر قسم کے آمدورفت کے ذرائع موجود ہیں۔ جہاں جہاں نیل ہے۔ وہاں بذریعہ کشتی، موٹر لانچ اور جہاز کے بھی سفر ہو سکتا ہے۔ اور اگر پانی کی سواریوں کے ذریعہ سفر کرنا مقصود نہ ہو۔ تو پھر ریل اور موٹر کے ذریعہ سفر کیا جا سکتا ہے۔ اور اب تو اہم شہروں میں بذریعہ ہوائی جہاز بھی سفر کیا جا سکتا ہے۔

نیل میں جو لانچ چلتے ہیں۔ وہ اچھے صاف اور ستھرے ہوتے ہیں۔ جگہ جگہ ٹھیرتے جاتے ہیں۔ نیل کے کنارے پر ہر جگہ آبادی اور خوبصورت مناظر ہوتے ہیں۔ اسلئے سفر پر لطف رہتا ہے۔ اور جگہ جگہ دیہاتی عورتیں کھانے پینے کی چیزیں لانچ کھڑے ہوتے ہی لیکر آجاتی ہیں۔ ریل گاڑیاں صاف ستھری اور تیز رفتار ہیں۔ اُن کا ذکر الگ اپنی جگہ آئے گا۔

رقبہ مصر کا مجموعی رقبہ تین لاکھ تراسی ہزار میل مربع ہے جو انگلستان سے آٹھ گنا اور پنجاب سے چار گنا بڑا ہے۔

اس میں زیر کاشت علاقہ صرف ۸۲ ہزار میل مربع ہے۔

مصر ابتداء سے ہی دنیا کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ اور اور دنیا کی قوموں نے اس زمین کو حاصل کرنی کی کوشش کی۔ اس زمین کی عمدگی اور سرسبزی و شادابی نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کی ہستی سے غافل کر دیا تھا۔

مسلمانوں نے بھی اپنے زمانے میں اس زمین کو اہم جانا۔

اور آج اس زملنے میں نہر سویز نے اس زمین کو دنیا کی کنجی بنا دیا ہے۔ اور تمام قوموں کی نظر اس زمین پہ ہے۔

اسلامی حکومتوں کے دور مصر میں

فتح مصر سے لیکر آج تک

۱۔ خلافت راشدہ	سنہ ۲۱ ہجری سے	سنہ ۳۸ ہجری
۲۔ خلافت اموی	سنہ ۳۸ " "	سنہ ۱۳۲ "
۳۔ خلافت عباسیہ	سنہ ۱۳۳ " "	سنہ ۳۲۳ "
۴۔ حکومت طولونیہ	سنہ ۲۵۴ " "	سنہ ۲۹۲ "
۵۔ حکومت اخشیدیہ	سنہ ۳۲۳ " "	سنہ ۳۵۷ "
۶۔ حکومت فاطمیہ	سنہ ۳۵۸ " "	سنہ ۵۶۷ "
۷۔ حکومت ایوبیہ	سنہ ۵۶۷ " "	سنہ ۶۴۸ "
۸۔ حکومت ممالیک	سنہ ۶۴۸ " "	سنہ ۹۲۲ھ
۹۔ حکومت عثمانیہ	سنہ ۹۲۳ " "	سنہ ۱۱۸۷ "
۱۰۔ حکومت علویہ	سنہ ۱۱۸۷ " "	

حکومت علویہ کے بادشاہ

محمد علی پاشا الکبیر۔ ابراہیم پاشا۔ عباس پاشا اوّل۔ سعد پاشا۔ اسمٰعیل پاشا۔ توفیق پاشا۔ عباس حلمی پاشا۔ حسین کامل پاشا۔ جلالۃ الملک احمد فواد الاوّل۔ اور

جلالۃ الملک فاروق الاوّل ادام اللہ ملکہٗ

مصر کا نجات دہندہ

محمد علی الکبیر

محمد علی پاشا الکبیر سنہ ۱۷۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ سال تھا۔ جبکہ تاریخ عالم میں تین زبردست انسان پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک نپولین بوناپارٹ تھا اور دوسرا انگلستان کا مشہور فیلڈ مارشل ولنگٹن اور تیسرا عالم اسلامی کا یہ مشہور فرزند محمد علی کبیر تھا۔

یہ تینوں انسان گوشہ گمنامی سے نکل کر بام اوج پہنچے۔ یہ ایسے گھرانوں میں پیدا ہوئے جو ظاہری اسباب ترقی سے بالکل عاری تھے۔ اور کوئی چیز ان کو آگے لے جانے والی نہ تھی۔

محمد علی پاشا اور نپولین میں ایک غیر معمولی مناسبت تھی وہ ایک ہی وقت میں پیدا ہوئے۔ اور ایک ہی جیسے حالات میں پیدا ہوئے۔ ایک کارسیکا سے فوجی ملازمت کے سلسلہ میں فرانس کا شاہنشاہ بنا۔ تو دوسرا البانوی نسل یونان سے آکر مصر کا بادشاہ بن گیا۔ اگر محمد علی پاشا اور نپولین کے حالات کا موازنہ کیا جائے۔ تو بالکل دونو کے حالات برابر۔ برابر یکساں چلتے ہیں۔ مگر یہاں اس کے موازنے اور مقارنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ میں صرف محمد علی پاشا کی سیرت اور سوانح پر کسی قدر روشنی ڈالنی چاہتا ہوں۔

محمد علی پاشا البانیہ کے ایک شہر قولہ میں پیدا ہوا اب یہ شہر یونانی حکومت کے ماتحت ہے۔ اس کی پیدائش سنہ ۱۷۶۹ء میں ہوئی۔ محمد علی پاشا کا باپ ابراہیم آغا شہر کی فوج کا افسر تھا۔ محمد علی پاشا کے والدین اسے بچپن میں یتیم چھوڑ کر فوت ہو گئے۔

ان کی وفات کے بعد محمد علی پاشا کے چچا طوسون نے محمد علی کی کفالت شروع کر دی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اس یتیم بچے کے لئے کچھ اور چاہتی تھی۔ اس لئے طوسون کی زندگی کا پیالہ بھی جلد لبریز ہو گیا۔ اور اس یتیم بچے کی پرورش کا کوئی سہارا نہ رہا۔ تب خدا تعالیٰ نے قولہ کے گورنر شوربجی نامی کے دل میں اس بچے کی محبت پیدا کر دی۔ اور یہی پہلی سیڑھی اس کی ترقی کی تھی۔

اور اس طرح محمد علی پاشا یتیم کی پرورش گورنر قولہ کے گھر میں اس کے بچوں کی طرح ہوئی۔ وہ حکومت کے رنگ ڈھنگ دیکھا کرتا تھا۔ وہ گھنٹوں سمندر میں تیرا کرتا۔ اور سمندر کی لہروں سے کھیلا کرتا تھا اپنے ہم عمروں میں اسے ایسا اقتدار حاصل تھا کہ وہ اس کے کہنے کے خلاف نہ کر سکتے تھے۔ یہ سب عنوان بتلاتے تھے کہ

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

مگر قولہ کے یتیم کے متعلق کب کسی کو خیال آسکتا تھا کہ وہ ایک زمانہ میں مصر کا بادشاہ ہو جائے گا۔

محمد علی جب جوان ہوا۔ تو اس کی شادی کر دی گئی

اور وہ اپنی معیشت کے سلسلہ میں

تمباکو کا تاجر بن گیا

اور اس طرح بظاہر محمد علی کی زندگی کی ترقی کی انتہا ہو گئی ایک نوجوان جب متاہل ہو کر کسی اچھے یا بُرے کام میں لگ جائے تو وہ اس کی زندگی کی انتہا ہوتی ہے ۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ اسے چھوڑ کر پھر کسی جدید زندگی کی تلاش کریگا ۔ مگر آسمان پر ایسے سامان پیدا ہو رہے تھے ۔ جو محمد علی پاشا کے لئے ایک سنہری مستقبل تیار کر رہے تھے ۔ چونکہ محمد علی کا آئندہ مستقبل مصر سے وابستہ تھا ۔ اس لئے ضروری ہے کہ مصر کے متعلق چند امور کا تذکرہ کر دیا جائے ۔

مصر نوعمنوی دور میں

مصر اس وقت نوعمنوی دور میں سے گذر رہا تھا ۔ اگرچہ اس وقت مصر کی حکومت ٹرکی کے ماتحت تھی ۔ اور ٹرکی اس وقت یورپ کا مرد بیمار تھا ۔ اس کے قوا مضمحل ہو چکے تھے ۔ اس کی طاقتیں پراگندہ اور منتشر ہو چکی تھیں ۔ ٹرکی سے مصر کے لئے گورنر مقرر ہو کر آتے تھے ۔ اور وہ گورنر سیاہ و سفید کے مالک ہوتے تھے ۔ اور جب ٹرکی حکومت کبھی کوئی ایسی ضرورت محسوس کرتی کہ اس گورنر کو تبدیل کر دیا جائے ۔ تو اس تبدیل کر دیتی تھی ۔

ترک گورنر

ترک گورنروں کا مقصد جاہ طلبی کے سوا دولت سمیٹنا ہوتا تھا ۔ گورنر تو دولت جمع کرنے کے پیچھے پڑے رہتے ۔ اور ملک کا اندرونی نظم ونسق مالکیت کے ہاتھ میں چھوڑ رکھا تھا ۔ مالکیت نہایت جابر اور سخت گیر حاکم تھے اور لوگ ان کے ہاتھوں نالاں تھے ۔

سلطان مصطفیٰ ثالث کے زمانہ میں ٹرکی کی حالت بہت نازک ہو گئی ۔ اندرونی پیچیدگیاں بہت بڑھ گئیں جس کی وجہ سے حکومت ٹرکی گورنروں کا تقرر بھی نہ کر سکی اور اب مصر کی رعایا کلیتہً مالکیت کے رحم پر رہ گئی ۔

مالکیت نے مصر میں خانہ جنگی شروع کر دی ۔ اور جس کا جہاں زور چلا ۔ اس نے وہاں ایک قلعہ بنا کر اپنی حکومت قائم کر لی ۔ ان کی آپس کی اس خانہ جنگی کی وجہ سے روزانہ قتل وغارت کا بازار گرم ہوتا تھا ۔ اس وقت مصر میں نہ کوئی نظام تھا اور نہ کوئی قانون

جس کی لاٹھی اس کی بھینس

کے اصول پر عمل ہو رہا تھا ۔ اس تاریک ذمانہ اندھیرے میں

علی بے الکبیر

ایک شخص علی بے الکبیر جو مالکیت میں ہی سے تھا ۔ اٹھا ۔ اور اس نے اپنی قوت کو منظم کر لیا ۔ اور اس بدامنی کو دور کیا ۔ یہ وہ وقت تھا ۔ جبکہ مصر سے ٹرکی کو خراج تک وصول نہ ہوتا تھا ۔ علی بے نے اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی ۔ اور آزادی مصر کا اعلان کر دیا ۔ اس نے ٹیکس کم کر دیئے ۔ اور اپنا سکہ جاری کر دیا ۔ اور ملک میں امن پیدا کیا ۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ابو زہب بادشاہ ہوا ۔ اور پھر اس کے بعد اس کے دو پوتے ابراہیم بے اور مراد بے متفقہ طور پر حکمران ہوئے ۔ مگر انہوں نے اپنے زمانہ میں لوٹ مار کی ایسی گرماگرمی دکھائی ۔ کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے ۔ رعایا کے افراد نے شور مچایا ۔ اجنبی حکومتوں کے سفیروں نے اور قونصلوں نے بھی سلطنت ٹرکی کو توجہ دلائی ۔ مگر ٹرکی اپنے حالات کے لحاظ سے بالکل معذور و مجبور ہو چکا تھا ۔ اس لئے کوئی انسدادی تدابیر اختیار نہ کی جا سکیں ۔

فرانس کا مصر پر قبضہ

تب موسیو میگلون جو فرانسیسی قونصل مصر میں تھا۔ اور وہ نہایت ہوشیار اور مدبر انسان نے حکومت فرانس کو مصر پر قبضہ کرنے کا مشورہ دیا۔

اس کی رپورٹ پر سنہ ۱۲۱۳ ہجری میں جنرل بوناپارٹ اسکندریہ کی بندرگاہ پر اتر آیا۔ اور بغیر کسی مزاحمت کے فرانسیسی جھنڈا مصر کی بندرگاہ پر لہرانے لگا۔

فرانسیسی جرنیل سے مرادبے نے ناکام لڑنے کی کوشش کی اور بالآخر رحانیہ اور شتبیل کے مقام پر جو قاہرے کے قریب ہے۔ اپنی فوج لٹوا کر خود صعید کی طرف بھاگ گیا۔

ابراہیم نے قاہرہ کے ایک حصہ صالحیہ میں جنگ کرنی چاہی۔ مگر اسے بھی شکست ہوئی۔

فرانسیسی حکومت نے مصریوں پر بھاری ٹیکس لگائے اور جرمانے اور تاوان ڈالے گئے۔ جنہیں مصریوں نے ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ تب جنرل نپولین نے جبل مقطم سے قاہرے پر گولہ باری کی اور اسے تباہ کیا۔

رہی سہی کسر فرانسیسی فوجوں نے نکال دی۔ انہوں نے لوٹ مار کی۔ عورتوں کی بے حرمتی کی۔ جامع ازہر کی توہین کی۔ فوجی لوگ گھوڑوں سمیت اندر داخل ہو گئے۔ تیرہ علماء قتل ہوئے۔ ازہر کا کتب خانہ لوٹا گیا۔

الغرض

وہ بے حرمتی وہ توہین ہوئی کہ الامان والحفیظ۔ شرفاء مصر کے لئے یہ گھڑی بہت نازک تھی۔ اس سے بڑا وقت انہوں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ جبکہ بالکل ایک اجنبی حکومت کے قبضہ میں جانا پڑا۔ تب حکومت ٹرکی کی بھی آنکھیں کھلیں اور حکومت ٹرکی نے مقابلہ کا فیصلہ کیا۔ اس وقت جو فوجیں مصر کو فرانسیسیوں کے پنجے سے چھڑانے کے لئے بھیجی گئیں۔ ان میں ایک فوج البانوی جنگجو بہادروں کی تھی۔ اس فوج کو گورنر قولہ شوربجی نے تیار کیا تھا۔ اس فوج میں فطرتی اور پیدائشی بہادر

محمد علی

کو بھی لفٹیننٹ کے عہدہ پر فائز کر دیا گیا۔ یہ پہلا دن تھا۔ جبکہ قولہ کا یتیم۔ اور پھر ایک تمباکو فروش جسے اپنے مستقبل کا کوئی پتہ نہ تھا۔ فرانس کی فوج سے لڑنے کے لئے جا رہا تھا۔ بظاہر وہ موت کے منہ میں جا رہا تھا۔ مگر کسی کو معلوم نہ تھا۔ کہ اس کے لئے موت کے دامن میں سنہری تاج رکھا گیا ہے۔

الغرض

سنہ ۱۸۰۱ء میں یہ جانباز سپاہی مصر پہنچا۔ جہاں محمد علی فوج کی نپولین کی فوج سے ابوقیر کے مقام پر مڈبھیڑ ہوئی۔ اگرچہ ترکی فوج کو شکست ہوئی۔ مگر محمد علی نے وہ بہادری کے کارہائے نمایاں دکھلائے۔ کہ وہ

کمپنی کمانڈر

بنا دیا گیا۔

نپولین کو جلد واپس فرانس جانا پڑا۔ جنرل کلیبر قتل کر دیا گیا۔ اور مصر میں از سر نو ترکی حکومت قائم ہو گئی۔ اور گورنروں کی آمد و رفت بھی ٹرکی سے شروع ہو گئی۔ اس سلسلہ میں پہلا گورنر خسرو پاشا مقرر ہوئے۔ اس وقت خسرو پاشا کے ساتھ جو محافظ فوج تھی۔ اس فوج کا افسر اعلیٰ محمد علی مقرر کیا گیا۔

ایک نئے فتنہ کا ظہور

اب ایک نیا فتنہ پیدا ہو گیا۔ اور یہ فوج اور حکومت کے درمیان تھا۔ جس نے اس قدر طول کھینچ لیا۔ کہ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خسرو پاشا معزول ہوا۔ طاہر پاشا قتل کیا گیا پھر احمد پاشا کو بھاگنا پڑا۔ علی پاشا جزائرلی گولی مار دیا گیا

اب یہ [illegible]

ابراہیم بک کا گھر لوٹا گیا۔ اور وہ خود جان بچا کر بھاگ گیا۔ بالآخر احمد پاشا خورشید گورنر بنایا گیا۔ مگر اسے بھی معزول ہونا پڑا۔ اس طرح مصر کا امن بالکل مفقود ہو گیا۔

اس وقت مصری قوم نے اپنی اس تکلیف کا فیصلہ خود کرنے کا عزم کر لیا۔ اور مصر کی آزادی کا پہلا پتھر رکھ دیا۔ مصر کے تمام طبقات کے لوگ جمع ہوئے۔ علماء امراء پیشہ ور اور ان سب نے ایک شاندار جلوس نکالا اور وہ فوج کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ محبوب انسان یعنی محمد علی پاشا الکبیر کے مکان پر گئے۔ وہ سب ترکی سلطنت کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر مصر کی بادشاہت کا تاج اس سپاہی کے سر پر رکھ دیا۔ جو استبداد اجنبیہ سے مصر کو آزاد کرانے کیلئے آیا تھا۔ میری مراد محمد علی پاشا الکبیر سے ہے۔

اس طرح مصریوں نے ترکوں سے آزاد ہو کر خالص مصری حکومت کی بنیاد رکھی۔ مگر یہ آزادی اور جدید تاجداری ممالیک مصر کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ وہ اندر ہی اندر سازشوں کا جال پھیلانے لگے۔ محمد علی پاشا چونکہ فوجی تھا۔ اور فوج میں محبوب تر آدمی تھا۔ اس لئے فوج سب اس کے ساتھ تھی ادھر ملک کے لوگ بھی اندرونی بدامنیوں سے تنگ آ کر اس کے ساتھ ہو چکے تھے۔

مگر

محمد علی کے اعلیٰ اخلاق نے اسے مجبور کیا۔ کہ وہ ان تمام امور کے باوجود ترکوں کا وفادار رہے۔ ملک میں اگرچہ اب امن تھا۔ مگر ممالیک نے حکومت برطانیہ سے ساز باز کر کے ان کو اس امر پر آمادہ کر لیا۔ کہ وہ محمد بک الفی کے لئے حکومت ترکیہ سے سفارش کریں۔ چنانچہ برطانیہ کی سفارش منظور ہوئی۔ اور موسیٰ پاشا گورنر سالونیکا کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ ایک جنگی بیڑا لے کر جائے اور محمد بک الفی کو گورنر مقرر کرے اور محمد علی پاشا کو معزول کر دے۔ مگر ملک کے تمام ذمہ وار اراکین نے محمد علی پاشا کا ساتھ نہ چھوڑا۔ موسیٰ پاشا دو ماہ تک پڑا رہا۔ خفیف جنگیں بھی ہوئیں۔ مگر وہ محمد علی پاشا کو معزول نہ کر سکا۔ بالآخر محمد علی پاشا کی گورنری کی دوبارہ تائید استنبول سے ہو گئی۔ لیکن ممالیک کی سازشیں جاری رہیں۔

آخری کانٹا

محمد علی پاشا نے دیکھا۔ کہ ملک میں یہ فتنہ کسی نہ کسی رنگ میں سر نکالتا رہتا ہے۔ اس لئے اس نے ملک میں امن قائم کرنے کے لئے اور

الفتنة اشد من القتل

کے ماتحت محمد علی پاشا نے عقلمندانہ طریق سے ممالیک کا قتل عام کرا دیا۔ اگرچہ اس قتل پر بہت سے لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ مگر تقریباً ایک صدی سے جو ملک ہر قسم کے فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اور جن لوگوں کی وجہ سے یہ بدامنی تھی۔ قیام امن اور قیام سلطنت کے لئے ان کا قتل کر دینا ضروری تھا۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو آج مصر ایک اسلامی سلطنت ہونے کی بجائے ایک اجنبی حکومت کا مستعمرہ ہوتا۔

اگرچہ ایک بڑی تعداد کا قتل ایک سنسنی خیز چیز ہے مگر ایک قوم۔ ایک ملک کی زندگی کا سوال اس سے بھی اہم ہے۔ اس لئے میں محمد علی پاشا الکبیر کے اس فعل کو بالکل اعلیٰ درجے کے تدبر اور سیاست دانی کا نتیجہ خیال کرتا ہوں۔

محمد علی پاشا اور جنگ حجاز

جب اسے ملک کی بدامنی سے نجات ملی۔ تو اس وقت ۱۸۰۹ء

میں وہابیوں نے حجاز پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ اور اپنے پاؤں جما لئے۔ تب سلطان ترکی کو حجاز واپس لینے کا خیال پیدا ہوا۔ تو ترکی نے ایک حکمنامہ شاہ مصر کے نام جاری کیا۔ کہ وہابیوں سے حجاز خالی کراؤ۔

محمد علی پاشا اگر چاہتا۔ تو اس حکم کو رد کر دیتا۔ مگر اس وفا شعار طبیعت نے نہ چاہا۔ کہ ایک شان دار اسلامی قوت کو یوں پامال ہونے دے۔ اس نے اس حکم کو صدق دل سے لبیک کہا۔ سلطنت عالیہ ترکیہ سے تو صرف حکم آیا تھا۔ اور نہ سامان جنگ اور نہ کسی قسم کی مدد بھیجی گئی۔ اس یار وفادار نے فوراً اپنے بیٹے طوسون کی قیادت میں ایک جرار لشکر تیار کیا۔ اور چونکہ حجاز جانے کے لئے بحر الاحمر عبور کرنا ضرور تھا۔ اور مصر کے پاس اس وقت کوئی جنگی بیڑہ نہ تھا۔ محمد علی پاشا نے فوراً ملک کے صناعوں کو بلا کر نیل کے کنارے بولاق پر بڑی بڑی جنگی کشتیاں اور جہاز بنانے شروع کر دیئے۔ اس زمانہ میں نہ تو ریل تھی نہ موٹر اور نہ کوئی اچھی سڑک تھی۔ بولاق میں جہازوں کے حصے بنتے تھے۔ اور یہاں سے اونٹوں پر لاد کر سویز میں پہنچائے جاتے تھے۔ اور وہاں پر کاریگروں کی ایک اور جماعت ان اجزاء کو جوڑ کر تیار کرتی۔ اور یہ جہاز بحر احمر میں اتارے جاتے۔ اور اس طرح مصری فوجیں حجاز کی سرزمین پر اتریں۔ طوسون پاشا کی قیادت کو کافی نہ جانتے ہوئے محمد علی پاشا خود حجاز گیا۔ اور وہابیوں کو ترکوں سے صلح کرنے پر مجبور کیا۔

یہ واقعہ جہاں محمد علی پاشا کی قوت جنگی اور اس کے تدبر کی ایک مثال ہے۔ وہاں اس کی انتظامی قابلیت اور سلطنت ترکیہ کی وفاداری کی بھی ایک زندہ دلیل ہے۔

محمد علی پاشا کے خلاف ایک اور منصوبہ

محمد علی پاشا جب کہ حجاز میں جنگ کر رہا تھا۔ اس نے ایک نامی شخص کو جس کا نام لاظ اوغلی اپنا قائم مقام بنا لیا۔ پھر بعض سازشیوں کو سازش کا موقعہ ملا۔ اور انہوں نے اس کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر لطیف پاشا کو مصری گورنر بنوا دیا۔ مگر لاظ اوغلی کی وفاداری نے کام نہ بننے دیا۔ لاظ اوغلی نے لطیف پاشا کو قتل کرا دیا۔ اور محمد علی کو خط لکھکر واپس بلا لیا۔ محمد علی کے واپس آنے پر حجاز کا معاہدہ طوسون کے ذریعہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

حجاز میں دوسری مرتبہ جنگ

کچھ عرصہ کے بعد نجدی بادشاہ (عبداللہ بن سعود) نے معاہدے کی خلاف ورزی کی۔ اور محمد علی پاشا نے دوسری مرتبہ اپنے بہادر بیٹے ابراہیم پاشا کے ذریعہ سے حجاز کو ترکی سیادت میں داخل کر دیا۔

محمد علی پاشا اور اصلاحات

محمد علی پاشا اگرچہ ظاہری تعلیم سے عاری تھا۔ مگر اس کا تجربہ بڑا وسیع تھا۔ وہ بڑا جہاندیدہ تھا۔ وہ ان امور سے فارغ ہو کر ملک کے داخلی انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے بچوں کی تعلیم کی طرف بڑی توجہ کی۔ تعلیم کو عام کیا۔ اور فلاحین کو تعلیم کی ترغیب دی۔

فوجی ٹریننگ کے لئے سکول کھولے۔ اور مصر کی فوج نظام کو یورپین طریق پر ڈھالنے کی خدمات کرنل سلیمان پاشا کے سپرد کیں۔ جنہوں نے اس سلسلہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

ملک میں صنعت کو عام کرنے کے لئے ترکی ٹوپی اور کپڑا بننے کے کارخانے عام کر دیئے۔ جن میں لٹھا چھینٹ وغیرہ بنتی تھی۔

نیل کے دریا پر جگہ جگہ پل بنائے گئے۔ بہت سی مساجد

اب یہ شہر یونانی علومت

اور بہت سے تکایا (یعنی سرائیں) اور قلعے تعمیر کرائے۔ آبپاشی کے لئے نہریں کھدوائیں۔ جن میں سے ایک مشہور نہر محمودیہ ہے۔

ملک کو ضلعوں اور تحصیلوں اور تھانوں میں تقسیم کیا۔ زرعی۔ تجارتی۔ صنعتی امور کی طرف پوری توجہ دےکر ان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

ملک میں کاغذ کا کارخانہ کھلوایا۔ اور اس کی بہت بڑی سرپرستی کی۔ اس طرح محمد علی پاشا نے عملی طور پر مصر کے لئے ایک جدید دور کا افتتاح کیا۔ اور ایک مصر جدید کی بنیاد رکھی۔

مصریوں کے لئے محمد علی پاشا کا وجود ایک آیۂ رحمت تھی۔ اس لئے آج تک وہ اسے مصلح الکبیر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

محمد علی اور فتح سوڈان

محمد علی نے اپنے لشکر کو جب کیل کانٹے سے لیس کر لیا تو فتح سوڈان کا عزم کیا۔ تاکہ سوڈان فتح کر کے کانوں وغیرہ کی کھدائی کا کام کیا جا سکے۔ اور نیل کا منبع دریافت کر سکے۔ چنانچہ ابراہیم پاشا کے ذریعے اس کی یہ خواہش بھی بر آئی۔

فتح یونان اور محمد علی پاشا

۱۸۲۴ء میں ٹرکی کو کمزور دیکھکر یونانیوں نے ترکوں سے جزیرۃ المورہ فتح کرنے کے خیال سے حملہ کر دیا۔ ٹرکی کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے بادشاہ ٹرکی نے والی مصر سے مدد طلب کی۔ آپ کی آواز پر محمد علی پاشا نے اپنے لخت جگر ابراہیم پاشا کی زیر قیادت ایک جرّار لشکر بھیجا۔ اور ایک بیڑا محرم بک کی زیر قیادت روانہ کیا۔ اس جنگ میں ترکوں اور مصریوں کو یونانیوں پر جون ۱۸۲۸ء میں شاندار فتح ہوئی حتیٰ کہ یونان کا دار الخلافہ ایتھنز بھی انہوں نے فتح کر لیا۔

تب روس۔ برطانیہ اور فرانس نے خفیہ طور اپنے بیڑے بھیجکر یونان کی مدد کی۔ اور ٹرکی بیڑے پر حملہ کیا۔ جو اس وقت خلیج نواران میں موجود تھا۔ حلفا نے مصری ترکی بیڑے کو سخت نقصان پہنچا کر مجبور کیا۔ کہ وہ جزیرہ المورہ کو خالی کر دیں۔ جو مجبوراً ۱۸۲۸ء میں خالی کرنا پڑا۔

فتح شام

۴؍اکتوبر ۱۸۳۱ء کو محمد علی پاشا اور گورنر عکا عبداللہ پاشا کے درمیان کچھ ناراضگی پیدا ہو گئی۔ حکومت ٹرکی نے اس وقت سخت ناعاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے عبداللہ پاشا کی مدد کی۔ حالانکہ محمد علی پاشا کی گراں قدر خدمات کا تقاضا تھا۔ دولت ترکیہ مصر کی مدد کرتی۔ تب محمد علی پاشا نے ابراہیم پاشا کی زیر قیادت ایک جرار لشکر فتح شام کے لئے ارسال کیا۔ جس کے نتیجہ میں ترکوں کو حمص۔ حلب اور بیلان میں سخت شکستیں اٹھانی پڑیں۔ ابراہیم پاشا کا لشکر طوروس کے پہاڑوں تک جا پہنچا۔ یہاں تک کہ کوتاہیہ کو فتح کر لیا۔ اس وقت روس اور دیگر سلطنتوں نے درمیان میں پڑ کر دونوں سلطنتوں کے درمیان معاہدہ کرایا۔ یہ معاہدہ معاہدہ کوتاہیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ پہلی مرتبہ تھی۔ جب کہ محمد علی پاشا کی فوج کی تلوار ترکوں کے خلاف اٹھی۔ اس وقت مصر کا نقشہ بالکل بدل چکا تھا۔ اور اس کی حدود بہت پھیل گئی تھیں۔ جو یوں تھیں۔

شمال میں جبال طوروس۔ جنوب میں نیل ابیض۔ مشرق میں خلیج فارس۔ مغرب میں جزیرہ کریٹ۔

اس ترقی نے پھر سلطنت ترکیہ کے دل میں غیظ و غضب کے آثار پیدا کر دیئے۔ اور اس طرح دوبارہ جنگ کا آغاز

ہوگیا۔ مگر اس جنگ میں جو میدان نصیبین میں ہوئی۔ ترکوں کو خطرناک شکست ہوئی۔ اور یہ واقعہ ۲۴ جون ۱۸۳۹ء کا ہے۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی دوسرا صدمہ یہ ہوا کہ ترکی بیڑے نے اپنے آپ کو اسکندریہ کی بندرگاہ میں محمد علی کی فوج کے سپرد کر دیا۔ اس وقت پھر روس۔ برطانیہ اور فرانس نے مداخلت کی۔ اور ۱۹۴۰ء میں لنڈن میں ایک معاہدہ قرار پایا۔ اس معاہدہ کی رُو سے یہ قرار پایا۔

مصر از سر نو ترکی کی سیادت کے نیچے رہے گا۔ مگر مصر کا ذاتی استقلال تسلیم کیا جائے گا۔ معاہدہ پر دستخط کرنے والی حکومتوں کی ضمانتوں کی رُو سے حسب معاہدہ مصر محمد علی۔ کے حکم ماتحت رہے گا۔ اور سلطنت محمد علی پاشا کے بیٹوں میں وراثتی طور پر رہے گی۔ جو سب سے بڑے بیٹے کے نام ہوگی۔

اس طرح مصر ایک دفعہ ترکوں کی سیادت سے نکل کر پھر ترکی سیادت میں داخل ہوگیا۔ مگر سلطنت محمد علی پاشا کے خاندان میں وراثی طور پر تسلیم کر لی گئی۔

محمد علی پاشا کا ابراہیم پاشا کو تخت نشین کرنا

سلطنت کا مزہ کچھ ایسا ہوتا ہے۔ کہ کوئی آدمی مرنے کی گھڑی کے وقت بھی یہ سننا پسند نہیں کرتا۔ کہ اس کا تاج و تخت کوئی اور لے لے۔ خواہ وہ اس کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ مگر محمد علی پاشا الکبیر باوجود اس کے اس نے خدا کے فضل اور اپنی قوت بازو سے تخت حاصل کیا تھا۔ مگر اسے اس کی کوئی طمع نہ تھی۔ اور مالک تاج و تخت ہوکر بھی

درویش الطبع تھا

اس نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے بیٹے کے سر پر تاج رکھ دیا۔ اور خود خلوت نشین ہوگیا۔ یہ تھا وہ محمد علی الکبیر جو گوشہ گمنامی سے نکلکر ایک سورج کی طرح دنیا پر چمکا۔ اور جب دنیا نے مشرق و مغرب میں اس کی روشنی دیکھ لی۔ تو وہ چاند کی اپنی جگہ دیگر رات کی خاموشی میں چھپ گیا یعنی ۱۸۷۵ء میں فوت ہوگیا۔

محمد علی بے شک فوت ہوگیا۔ مگر اس نے مصر کو جن مصیبتوں سے نجات دلائی۔ اس نے مصر میں جو اصلاحات کیں۔ اس نے مصر کے لئے جو اپنے خاندان کی نسل چھوڑی یہ سب چیزیں اسے زندہ کئے ہوئے ہیں۔ اور ان کو دیکھکر ماننا پڑتا ہے۔ کہ بے شک وہ مصر کا نجات دہندہ تھا۔

اخبارات کے ایڈیٹروں سے معاصرانہ درخواست

البشر کا مصر نمبر جو مصر کی سیاسی اور تاریخی معلومات سے پُر ہے۔ آپ کی خدمت میں اس یقین سے بھیج رہا ہوں۔ کہ آپ اس نمبر پر اپنی رائے لکھکر اپنے قیمتی پرچے میں شائع فرمائیں گے۔

اور جس پرچے میں اپنی رائے شائع فرمائیں گے۔ اس کی ایک کاپی البشر کے دفتر میں بھیج کر مجھے شکریہ کا موقع دیں گے۔

نیز

میں جن معزز رسالوں کے مدیر صاحبان کی خدمت میں اپنا رسالہ البشر بھیج رہا ہوں۔ ان سے یہ بھی توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنا رسالہ البشر کے تبادلے میں اگر وہ پہلے سے جاری نہیں جاری کرکے مجھے شکریہ کا موقع دینگے۔

خاکسار ایڈیٹر البشر

موجودہ شاہی خاندان کا مختصر تذکرہ

موجودہ شاہی خاندان محمد علی پاشا الکبیر کی نسل کا خاندان ہے۔ محمد علی پاشا نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بہادر بیٹے

ابراہیم پاشا

ابراہیم پاشا کو تخت و تاج دیدیا تھا۔ مگر ابراہیم پاشا وہی بہادر انسان تھا۔ جس نے مکہ میں نجدیوں سے جنگ کی تھی۔ سوڈان فتح کیا تھا۔ عکہ۔ فلسطین۔ شام تک فتح کیا تھا۔ محمد علی پاشا کی بڑی بڑی امیدیں اپنے لائق فرزند سے وابستہ تھیں۔ مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ اس لئے ابراہیم پاشا جس سال تخت نشین ہوا۔ اسی سال فوت ہوگیا۔

عباس اوّل

ابراہیم پاشا کا چونکہ کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس لئے اس کے بعد اس کا بھتیجا عباس اوّل تخت نشین ہوا۔ یہ شخص اپنے زمانہ میں رعایا کے امن کے لئے ہر طرح کوشاں رہا۔ اس کے زمانہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے۔ کہ مصر میں ریل اس کے زمانہ میں آئی۔ جو پہلی دفعہ قاہرے اور اسکندریہ کے درمیان چلائی گئی۔

اور اس طرح تار کا محکمہ بھی عباس اوّل کے زمانہ میں قائم کیا گیا۔

محمد سعید پاشا

عباس اوّل سنہ ۱۲۷۰ ہجری میں فوت ہوگیا۔ تب اس کی جگہ اس کا بیٹا سعید پاشا تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے زمانہ میں ریلوے کو ملک میں وسیع کیا۔

پورٹ سعید

اور پورٹ سعید کی بندرگاہ آباد کی۔ یہ خدیو بھی سنہ ۱۲۷۹ ہجری میں فوت ہوگیا۔

خدیو اسمٰعیل پاشا

خدیو اسمٰعیل اپنے زمانہ کا بہت بڑا آدمی تھا۔ مورخین نے خدیو اسمٰعیل کو بڑے بڑے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ مصر پر بعد میں آنے والی تباہی کا سب سے بڑا سبب اسمٰعیل پاشا کا وجود تھا۔

مگر

اس میں قطعاً شک نہیں۔ کہ اسمٰعیل پاشا چاہتا تھا۔ کہ اس کا ملک یورپ کے ہم پلہ ہو۔ اسمٰعیل پاشا نے اپنے اس خیال کے پیچھے عاقبت اندیشی سے غافل ہو کر جو کچھ کیا کیا۔ اگرچہ اس کا نقصان ملک کو خطرناک ہوا۔ مگر اس کی نیت ضرور نیک تھی۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ مصر یورپ کا حصہ ہے نہ کہ افریقہ کا۔

اس نے

مصریوں کے خدوخال کو خوبصورت بنانے کے لئے وہ کام کیا۔ جو کسی بادشاہ نے دنیا میں نہیں کیا۔ اس نے تیس ہزار خوبصورت چرکس لونڈیاں ملک کے سربرآوردہ لوگوں سے بیاہ دیں۔ تا کہ ان کے ذریعے نسل اچھی ہوئی۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ ملک ہر لحاظ سے خوبصورت بن سکے۔

اگر

مصر کو بھاری اور مہلک قرضوں کے نیچے اس نے نہ دبا دیا ہوتا۔ تو مصری لوگ اسے اپنے زمانہ کا بہت بڑا مجدد مان لیتے۔ اسمٰعیل پاشا کے لئے سب سے بڑی مصیبت نہر سویز تھی۔ اسمٰعیل پاشا کے والد سعید پاشا کے زمانہ میں ایک فرانسیسی انجینئر ڈلیسپس نامی نے نہر سویز کے

کھودنے کی تجویز سعید پاشا کے سامنے رکھی

نہر سویز

مختلف بادشاہوں نے نہر سویز کی جگہ ایک نہر کھودنے کا ارادہ کیا۔ بعض ان میں سے وقتی طور پر کامیاب بھی ہوئے مگر پھر اس نہر کو جاری نہ رکھ سکے۔

یہ ایک خشکی کا ٹکڑا تھا۔ جو ۹۷ میل لمبا تھا۔ اس حصہ میں بعض جھیلیں بھی واقع تھیں۔ جنہوں نے اس خشکی کو اور بھی کم کر دیا تھا۔

بعض فرعونوں نے بھی اس جگہ کی خشکی کو کاٹ کر بحر احمر اور ابیض کو ملا دینا چاہا تھا۔ اور مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں بھی ایسی تحریکیں ہوتی رہیں۔ مگر چونکہ ایک طرف صحرا تھا۔ اس لئے نہر میں صحرا سے مٹی اڑ اڑ کر پڑتی رہتی تھی اور نہر کھودنے والوں کے لئے مشکلات پیدا کر دیتی تھی۔

بالآخر

سعید پاشا کے زمانہ میں ایک فرانسیسی انجینئر نے اس سکیم کو خدیو کے سامنے رکھا۔ جو اس نے منظور کر لی۔ اس وقت جہازات لنڈن سے براستہ کیپ ٹاؤن۔ ہندوستان آیا کرتے تھے۔

نہر سویز کی مخالفت

نہر سویز کی سب سے زیادہ مخالفت انگریزوں نے کی۔ ان کو خیال تھا۔ کہ اس نہر کے کھدنے سے کہیں دیگر یورپی اقوام کا اقتدار نہ بڑھ جائے۔

مگر

۱۸۵۶ء میں نہر سویز کے کھودنے کا اجارہ ایک فرانسیسی کمپنی کو مل گیا۔ یہ کمپنی ۸۰ لاکھ پونڈ کے سرمایہ سے جاری ہو گئی۔ ہر حصہ ۲۰ پونڈ کا تھا۔ کل حصص چار لاکھ تھے۔ جن میں سے صرف سوا دو لاکھ فروخت ہوئے۔ اور باقی فروخت نہ ہو سکے۔ اس لئے بقیہ حصے سعید پاشا نے خود خرید لئے۔ اور اس طرح ۱۸۵۶ء میں پورٹ سعید کے مقام پر پہلی کدال چلائی گئی۔ مگر کام کے متعلق جیسا خیال تھا اس کے مطابق نہ ہوا۔ تین سال کی لگاتار محنت نے کارکنوں کو صرف بحیرہ تمساح تک پہنچایا۔

اس تمام عرصہ میں انگلستان بدستور نہر سویز کی مخالفت کرتا رہا۔ اور اس مخالفت کے لئے ہر ممکن ذرائع اختیار کئے گئے۔ چنانچہ ایسی تدابیر اختیار کی گئیں۔ جن کی وجہ سے مزدوروں نے ہڑتال کر دی۔ چونکہ ہمیشہ تازہ دم بیس ہزار مزدور اس جگہ کام کرتے تھے۔ جو ماہ بماہ بدلتے رہتے تھے اور ان مزدوروں کے مہیا کرنے کی ذمہ داری گورنمنٹ مصر پر تھی۔ جن کو اجرت کمپنی دیتی تھی۔

مزدوروں کو مصر کے رواج کے مطابق شرح مزدوری دی جاتی تھی۔ مگر اب مزدوروں نے یہ مطالبہ کیا۔ کہ چونکہ کمپنی فرانسیسی ہے۔ اس لئے اجرت فرانسیسی مزدوروں کی شرح کے مطابق ملنی چاہیئے۔ اور اس مطالبہ پر اڑ کر مزدوروں نے ہڑتال کی۔ کام بند ہو گیا۔ کمپنی نے فرانس میں دعویٰ کر دیا۔ اور فرانسیسی حکومت نے فیصلہ کیا۔ کہ اس ہڑتال کا تاوان مصر پر ڈالا جائے۔ جس کی مقدار ۱۵ لاکھ بیس ہزار پونڈ تھی۔

مصر نے اس وقت بعض دسائس کا شکار ہو کر کمپنی سے دو مطالبے کر دیئے۔

اول۔ یہ کہ نہر کی جانب کمپنی نے بہت سی زمین لے لی تھی اس کے چھوڑنے کا مطالبہ تھا۔

دوم۔ اس الوادی نامی نہر کا شیریں پانی کمپنی کو مفت مل رہا تھا۔ اس کی قیمت کا مطالبہ کیا گیا۔

فرانس نے ان دونو مطالبات پر جو دراصل معقول تھے۔ عجیب و غریب فیصلہ کیا۔ پہلے مطالبہ پر کہا۔ کہ دو جانب دو دو سو گز زمین رکھکر باقی چھوڑ دی جائیگی۔ لیکن اس کی قیمت مصری حکومت کو بارہ لاکھ پونڈ دینی ہوگی۔

نہر کو خالی کر دیا جائے گا۔ مگر اس کا معاوضہ ۶ لاکھ چالیس ہزار پونڈ مصر کو دینا ہوگا۔ گویا

پونڈ تاوان ہڑتال	۱۵۲۰۰۰۰
پونڈ قیمت اراضی	۱۲۰۰۰۰۰
پونڈ قیمت نہر	۶۴۰۰۰۰

میزان ۳۳۶۰۰۰۰

اس طرح اس نہر کے وجود سے سب سے پہلا خسارہ تینتیس لاکھ ساٹھ ہزار پونڈ کا مصر کو ہوا۔

اس فیصلہ کے بعد ۲۴ لاکھ پونڈ کی مشینیں فرانس سے منگوائی گئیں۔ جن سے کھدائی شروع ہوئی۔ ان مشینوں پر چالیس ہزار پونڈ ماہانہ صرف ہو رہا تھا۔

فرانسیسی کمپنی نے مصر کو اپنے اس ٹھیکہ کے ذریعے سخت نقصان پہنچایا۔ جس کی مثال اوپر آچکی ہے۔

دوسری مثال

ایک خطہ زمین موسومہ "الوادی" سعید پاشا سے کمپنی نے خریدا تھا۔ اور اس کی قیمت ۷۴ ہزار پونڈ دی تھی۔ پھر ۵ سال کے بعد مصری حکومت کو اس کے خریدنے پر مجبور کیا۔ اور اس کا ۴ لاکھ پونڈ وصول کیا۔

روپیہ اس کے باوجود کم ہوا۔ اور کمپنی نے سنہ ۱۸۶۷ء میں ۳۰ لاکھ کے جدید حصص جاری کئے۔ مگر ان حصص کو ۱۲ ۱۲ پونڈ پر کوئی نہ لیتا تھا۔ تب نہر شیرین پر جہاز چلانے کا حق خدیو کو دیکر ان سے ۲۸ لاکھ پونڈ مزید وصول کیا گیا

اور پھر مزید ضرورت کے لئے سویز کے کنارے جو مکانات عملہ کے لئے بنائے تھے۔ ان کا ملبہ فروخت کر کے مصر سے مزید ۲۴ لاکھ وصول کیا۔ اس طرح بارہ لاکھ پونڈ کی مزید رقم مصر سے وصول ہوئی۔ تب جا کر نہر کھدی۔

نہر سویز کے حسابات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کل رقم جو اس پر خرچ ہوئی۔ اس کی مقدار ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ تھی۔ جس میں سے ایک کروڑ ایک لاکھ کسی نہ کسی طریق سے مصر سے وصول کیا گیا۔

یہ نہر دس سال کے عرصہ میں پوری ہوئی۔ اور ۱۶۔ نومبر سنہ ۱۸۶۹ء میں نہر کا پانی آر پار ہو گیا۔ اور دونو سمندر یعنی بحیرہ احمر اور روم ابیض مل گئے۔ اس نہر کے کھد جانے سے انگلستان سے ۶ ہزار میل کی مسافت کی کمی ہو گئی۔

نہر کا ٹھیکہ اس کمپنی کے پاس ۹۹ سال کے لئے ہے یعنی سنہ ۱۸۶۹ء سے سنہ ۱۹۶۹ء تک ہے۔ اس کے بعد نہر سویز خالصتاً مصری قوم کے پاس چلی جائیگی۔

مصر پر جب یہ تاوان ڈالے جاتے تھے۔ تو چونکہ مصر کے خزانے میں رقم نہ ہوتی تھی۔ اس لئے اسمٰعیل پاشا فرانسیسی ساہوکاروں سے گراں قدر سود پر قرض لے کر یہ رقوم ادا کرتا رہا۔ مثلاً ایک دفعہ پہلے ۲۷ لاکھ پونڈ قرض لیا۔ اور ۳۳ لاکھ ۸۷ ہزار پونڈ لکھ دیا۔ دوسری دفعہ ۲۶ لاکھ چالیس ہزار پونڈ لے کر ۳۰ لاکھ پونڈ کی رسید لکھ دی۔

تیسری مرتبہ ۷۱ لاکھ ۹۳ ہزار لے کر ایک کروڑ ۹۱ لاکھ کی رسید لکھ دی۔ چوتھی مرتبہ ۵۰ لاکھ پونڈ لے کر ۷۱ لاکھ ۲۴ ہزار پونڈ لکھ دیا۔ پانچویں مرتبہ ایک کروڑ ۷ لاکھ پونڈ لے کر تین کروڑ بیس لاکھ لکھ دیا۔ چھٹی مرتبہ چالیس لاکھ پونڈ انگلستان سے لے کر اپنے حصے فروخت کر دیئے۔ اور اس طرح انگلستان نہر سویز کے مالکوں میں شامل ہو گیا۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا ؟

محض اس لئے کہ مصر کی اس حیثیت کی وجہ سے جو اسے قدرت نے دے رکھی تھی۔ جس کی وجہ سے جوع الارض

کی بیمار حکومتیں حسد کھا رہی تھیں۔ اور وہ کسی نہ کسی بہانے اسے جکڑنا چاہتی تھیں۔ اس لئے مصر پر بھاری تاوان پر تاوان ڈالے۔ جن کے لئے اسمٰعیل پاشا قرض لینے پر مجبور ہوا۔ اور قرض بس جاؤ ملا۔ اس کی حقیقت اوپر واضح ہو چکی ہے۔

افتتاح سویز

چنانچہ کمپنی کے لحاظ سے جو فرانسیسی تھی۔ افتتاح سویز کے لئے ملکہ اوجلینی ملکہ فرانس کو بلایا گیا۔ جس کی وجہ سے اور بھی فضول خرچیاں ہوئیں۔ جشن پر پانی کی طرح چاندی اور سونا بہا دیا گیا۔

مصر میں بڑی بڑی سڑکیں۔ بڑے بڑے خاص محل بنوائے گئے۔ شاہی تھیٹر بنایا گیا۔ تاکہ مصر فرانسیسی ملکہ اور دیگر شاہزادوں کی نگاہ میں متمدن اور مہذب ثابت ہو۔ یہ سب کچھ ہو گیا۔

مگر

اب ملک میں خاک اڑنے لگی۔ مصر کا خزانہ خالی تھا۔ یورپین ساہوکاروں نے اپنی اپنی سلطنتوں سے فریاد کی۔ وہ سب سلطنتیں درمیان میں کود پڑیں۔ اور انہوں نے اسمٰعیل پاشا کو مجبور کیا۔ کہ خزانہ ہمارے حوالے کر دو۔ جو کرنا پڑا۔

ایک فرانسیسی اور ایک انگریز مقرر ہوا۔ انہوں نے آتے ہی شاہی مال خانے پر قبضہ کیا۔ اور چیزیں نیلام ہونے لگیں۔ اسمٰعیل پاشا نے اس ہتک کو برداشت نہ کرتے ہوئے اعتراض کیا۔ اس پر سر فرنک لاسیل نے لکھا۔ کہ حکومت فرانس اور انگلستان اس امر پر متفق ہے۔ کہ آپ تخت سے دستبردار ہو جائیں۔ اسمٰعیل پاشا نے لکھا۔ کہ مجھے باب عالی کے سوا کوئی معزول نہیں کر سکتا۔ چنانچہ دونوں حکومتوں نے ترکیہ کو مجبور کیا۔ کہ وہ خدیو اسمٰعیل کو معزول کر دے۔

اس بنا پر ۲۶ جون ۱۸۷۹ء کو باب عالی کی تار کی بنا پر خدیو اسمٰعیل کو معزول ہونا پڑا۔ ۳۰ جون کو اسمٰعیل پاشا نے مصر کو چھوڑ کر اٹلی کا رخ کیا۔ اسمٰعیل پاشا نے شہر اسمٰعیلیہ آباد کیا۔ سوڈان تک محکمہ تار وسیع کیا۔ ابراہیمیہ و اسمٰعیلیہ دو نہریں کھدوائیں۔ دار الکتب خدیویہ قائم کیا۔ قصر النیل نامی بارکیں بنوائیں۔ منبع نیل دریافت کرنے کے لئے باکر پاشا کی زیر سرکردگی وفد روانہ کیا۔ پارلیمنٹ کا افتتاح کیا۔

ان ترقیوں کے ساتھ جب سویز کی وجہ سے مصائب میں پھنس گیا۔ تو امتیازات اجنبیہ کی لعنت قبول کی۔ محکمہ مختلط کی بنیاد رکھی۔

قاہرہ سے اسکندریہ تک سڑک بنوائی۔ بعض میدان بنوائے۔ حبش فتح کرنے کے لئے فوج بھیجی۔ مگر شکست کھائی۔ اسمٰعیل پاشا پہلا شخص تھا۔ جو خاندان محمد علی میں سے خدیو کے لقب سے ملقب ہوا تھا۔ اسمٰعیل پاشا کے کارناموں پر ایک نظر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بہت بڑے دل اور گردے کا انسان تھا۔

محمد توفیق پاشا

اسمٰعیل پاشا کے بعد اس کا بیٹا توفیق پاشا تخت نشین ہوا۔ اس نے ملکی قرضوں کی ادائیگی کے لئے ایک خاص محکمہ صندوق الدین کے نام سے قائم کیا۔

اس کے زمانے میں مجلس النواب کا نام مجلس شوریٰ رکھ دیا گیا۔ انہوں نے ان قرضوں کی طرف بڑی توجہ رکھی تاکہ ملک اس مصیبت سے نکل سکے۔ اس نے ساتھ ساتھ بہت سے مدرسے کھولے۔ اور عدالتیں جدید قائم کیں۔ اس کے زمانے میں انگریزی فوج مصر میں داخل ہوئی۔ یہ خدیو ۱۸۹۲ء میں فوت ہو گیا۔ توفیق پاشا کی وفات کے ساتھ مصر کی تاریخ کا پہلا دور ختم ہوا۔ اور دوسرا دور شروع ہوا۔

خدیو عباس حلمی پاشا

خدیو عباس حلمی پاشا

۲۶ مارچ ۱۸۹۲ء کو حسب فرمان سلطان عباس حلمی پاشا تخت نشین ہوا۔ عباس حلمی پاشا کی عمر اسوقت ۱۸ برس کی تھی۔ خدیو عباس کی تربیت یورپ میں ہوئی تھی وہ وہاں آزادی اور حریت کی لہروں کو دیکھا کرتا تھا۔ جب وہ یہاں خدیو ہو کر آیا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ ملک میں اجنبی حکومتوں کے لشکر چھائے ہوئے ہیں۔ اور بادشاہ وقت کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ اس سے اس کی طبیعت میں از حد صدمہ پیدا ہوا۔ وہ خود لوگوں میں وطنیت کا جذبہ پیدا کرنے کی سعی کرتا تھا۔ اور اس قید سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم کام جو خدیو نے کیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ اس نے مصطفیٰ فہمی پاشا وزیر اعظم کو مجبور کیا۔ کہ وہ مستعفی ہو جائے۔ اس لئے کہ اسکی سیاست حکومت محتلہ کے ساتھ اتحاد و اتفاق کی سیاست تھی۔

ملک میں اس وزارت کے سقوط سے ایک بڑی خوشی کی لہر پیدا ہوئی۔ طالب علموں نے خوشی کے مظاہرات نکالے۔ خدیو دیندار آدمی تھا۔ اور پابند صوم و صلوٰۃ تھا سقوط وزارت کے بعد ایکدن جبکہ وہ سیدنا حسین کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے جا رہا تھا۔ مظاہرین نے خدیو زندہ باد کے نعرے لگائے۔ اور گاڑی کے گھوڑے کھول دیئے۔ اور خود گاڑی کو کھینچتے ہوئے لے گئے۔

انگریزی حکومت پر یہ بات واضح ہو چکی تھی۔ کہ خدیو عباس ان کو پسند نہیں کرتا۔ اس لئے وہ بھی اس کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے۔

فتح سوڈان

۱۸۹۶ء میں محمد احمد مہدی سوڈانی کی جنگوں کا آغاز ہو گیا۔ اس فتنہ کو کچلنے کے لئے حکومت برطانیہ کا حکم ۱۲ مارچ کو لارڈ کچنر کو پہنچا۔ اسی رات اس امر کی اطلاع خدیو کو دی گئی اس جنگ میں ۲۵ ہزار مصری شریک ہوئے۔ اور ۵ ہزار انگریز۔ اس جنگ میں مصریوں اور انگریزوں کو فتح ہوئی۔ خرطوم پر انگریزی اور مصری جھنڈا لہرایا۔

ناشودہ پر دوبارہ قبضہ

خدیو کے زمانہ میں دوسرا اہم کام یہ ہوا۔ کہ سوڈان کے ایک حصہ پر جس کا نام ناشودہ تھا۔ تو فرانسیسی فوج نے قبضہ کر دیا تھا۔ حکومت برطانیہ نے اس احتلال پر مصری حکومت کی طرف سے صدائے احتجاج بلند کی۔ اور یہ مطالبہ کیا:-

"(۱) کہ سوڈان کا مالک خدیو ہے۔ اس لئے احتلالی حکومتوں میں سے کسی حکومت کے لئے جائز نہیں۔ وہ اس پر اس کے مالک کی موجودگی میں قبضہ کرے"

اس طرح ایڈورڈ گرے نے اپنی ایک تحریر میں کہا:-

"نیل کے اوپر کے حصے پر ہم فرانس کے احتلال کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ نیل مصر ہے۔ اور مصر نیل ہے"

چنانچہ لارڈ کچنر ناشودہ پر فوج لے کر گئے۔ جسکی وجہ سے فرانس نے اپنی فوج وہاں سے واپس بلالی۔ اور مصری جھنڈا ۱۹ ستمبر ۱۸۹۹ء کو ناشودہ پر لہرایا گیا۔

معاہدہ سوڈان

۱۸۹۸ء میں جب کہ سوڈان کی حکومت پہلی سی حالت پر آگئی۔ تو حکومت برطانیہ نے مصری حکومت سے مطالبہ کیا۔ کہ چونکہ اس فتح میں ہم شریک ہیں۔ اس لئے ہم کو سوڈان کی حکومت میں شریک کیا جائے۔ اور اس امر کا ایک باقاعدہ معاہدہ لکھا جانا چاہیئے۔

مصر کے وطن پرستوں کے لئے یہ بات بڑی شاق گذری۔ اسلئے کہ اس جنگ میں روپیہ تو سارا مصری خزانہ سے صرف ہوا۔ اور فوج میں مصری فوج پانچ گنا تھی۔ لیکن مال غنیمت اور فتح کا

مطالبہ انگریزی حکومت کی طرف سے ہو گیا۔ چنانچہ معاہدہ تو ہو گیا۔ لیکن مصریوں کے اندر اس معاہدے سے رنج و غم کی لہر پیدا ہو گئی۔ اس معاہدہ کے بعد عملی طور پر سارا انتظام انگریزوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ مصر کے اندر بھی بہت سے انگریز ملازم تھے۔ خاص کر وزارت مال میں جو انگریز مستشار تھے۔ یہ سب لوگ انگریزی اقتدار کے بڑھانے میں لگے ہوئے تھے اور حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی۔ کہ خدیو اپنی مرضی سے کسی کو وزیر اعظم بھی مقرر نہیں کر سکتا تھا۔ اور کوئی وزیر اپنے مستشار کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا تھا۔ اس طرح وزراء تو نام کے رہ گئے تھے۔ اور سب کام مستشاروں کے ہاتھ اور اس طرح حکومت مصر کی مشکلات اس قدر بڑھ گئیں۔ کہ کوئی قدم انگریزی حکومت کے مشورے کے بغیر اٹھایا نہیں جا سکتا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ جب خدیو عباس نے وزیر اعظم کو تبدیل کر کے فخری پاشا کو وزیر اعظم مقرر کیا تو۔ لارڈ سالسبری نے ایک تار ارسال کی۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

"برطانوی حکومت مصری وزارت کی تبدیلی
کی کوئی وجہ نہیں پاتی۔ آئندہ ایسے حالات
میں ہماری رائے کا جاننا ضروری ہے"

ایک دوسری تار جو لارڈ گرینول نے دی تھی۔ وہ اس سے بھی زیادہ واضح تھی۔ اس میں لکھا کہ:۔

"جو مصری وزیر برطانوی حکومت کے نمائندے
کے ارشادات کی تعمیل نہ کرنا چاہے۔ اسے
مستعفی ہو جانا چاہیئے"

مصر میں اس وقت عملی طور پر دو قسم کی حکومتیں تھیں۔ ایک حاکم وقت کی اور اس کے وزراء اور حکام کی۔ اور دوسری حکومت برطانیہ کے نمائندے کی۔ پہلی حکومت کا کوئی اثر نہ تھا۔ اور دوسری حکومت کلی طور پر غالب تھی۔ اس حالت نے مصریوں کے دل میں اور خود خدیو المعظم کے دل میں منافرت کے جذبات کو پیدا کر دیا تھا۔ اس سے بڑھ کر انگریزی مستشار مالی وزیر اعظم اور مجلس وزراء کی پوری نگرانی کرتا تھا۔ تا کہ مصری حکومت انگریزی مفاد کے خلاف کوئی اقدام نہ کر سکے۔

انگریزی مستشار

مصری مورخین اور سیاست دانوں نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ کہ انگریزی مستشاروں نے خزانہ کی حالت بہت حد تک درست کی۔ مگر قرضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ نہ کی۔ چنانچہ مسٹر دیرمین قونصل جنرل امریکہ نے اپنی کتاب الموسومہ مصر اور اس کی تباہی مطبوعہ ۱۹۰۸ء میں لکھا۔ کہ مصر کا قرضہ بدستور ہے۔ اس لئے کہ قرضہ کا وجود انگریزی احتلال کے اسباب میں سے ایک ہے۔

سویز کینال کی مدت کا اضافہ

حکومت برطانیہ نے انہی ایام میں سویز کینال کے معاہدہ کی مدت میں چالیس سال کا مزید اضافہ کرنا چاہا۔ یعنی بجائے اس کے کہ اس کی مدت ۱۹۶۹ء میں ختم ہو ۲۰۰۸ء تک لمبی کر دی جائے۔

ملک میں اس توسیع کی سخت مخالفت ہوئی اس مخالفت کے بڑے لیڈر مصطفیٰ کامل پاشا اور شیخ علی یوسف پاشا تھے۔ اور سعد پاشا زغلول وزیر تعلیم۔ پہلے تو حکومت اسے منظور کرنے لگی تھی۔ مگر بالآخر اس توسیع کو نامنظور کر دیا گیا اور یہ نامنظوری ۷۔ اپریل ۱۹۱۰ء کو ہوئی۔

سیاسی انجمنوں کی تشکیل

اس شدید حالت سے نکلنے کے لئے مصریوں کی جدوجہد بڑھ گئی۔ اور سب سے پہلے ایک سیاسی انجمن قائم ہوئی جس کا نام

حزب الوطنی

تھا۔ اس انجمن کے رئیس مصطفیٰ کامل پاشا تھے۔ جو فن تقریر میں ایک شعلہ نار تھے۔ اس حزب کا لسان الحال اخبار اللواء تھا۔ پھر

حزب الاصلاح

قایم ہوا۔ اس حزب کے اصول قواعد دستوری اساس پر تھے اور اس کے رئیس شیخ علی یوسف پاشا جو نہایت اعلیٰ درجہ کے لکھنے والے تھے۔ اور اپنے زمانہ کے نابغہ سمجھے جاتے تھے ان کا اخبار المویّد تھا۔ تیسرا حزب

حزب الاصلاح

کے نام سے موسوم ہوا۔ اس کے رئیس لطفی یک سید تھے جو بعد میں جامعہ مصری کے مدیر مقرر ہوئے تھے۔ ان کے حزب کا اخبار (الجریدہ) تھا۔ یہ تینوں احزاب بڑی سرگرمی سے ملک کی آزادی کے لئے کوشش کرنے لگے۔

معاہدہ برطانیہ و فرانس

مصریوں کا خیال تھا۔ کہ فرانسیسی ہی سارے یورپ میں ایک ایسی قوم ہیں۔ جو ہم پر شفقت کی نظر رکھتے ہیں۔ مگر سنہ ۱۹۰۴ء میں ایک معاہدہ ان دونو حکومتوں کے درمیان قرار پایا۔ جس کی شرط یہ تھی۔

> "یہ کہ فرانس انگلستان سے کبھی یہ مطالبہ نہیں کریگا۔ کہ انگلستان مصر کو چھوڑ دے۔ اس کے بالمقابل انگلستان فرانس سے مغرب اقصیٰ کے تخلیہ کا مطالبہ نہیں کریگا۔"

فرانس نے اس کے مقابلہ میں یہ شرط کی۔ کہ

> "یہ انگلستان ۳۰ سال کی مدت میں مصر کے سیاسی نظام میں کوئی تبدیلی نہیں کریگا۔ اور نہ ہی کوئی ایسا امتیاز اپنے لئے حاصل کرے گا۔ جو دوسری سلطنتوں کو حاصل نہیں۔"

خدیو عباس آستانہ میں

خدیو کی عادت تھی۔ کہ وہ ہر سال استنبول جایا کرتا تھا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۴ء میں حسب عادت وہ وہاں گیا۔ اور اپنی جگہ رشدی پاشا کو قائمقام مقرر کر گیا۔ تاکہ اپنی عقیدت مندی کا خراج بادشاہ ٹرکی کی خدمت میں پیش کرے۔

۲۵ - جولائی سنہ ۱۹۱۴ء کو آستانہ میں ایک مصری طالبعلم نے جس کا نام محمود مظہر تھا گولی چلائی۔ جس سے خدیو بری طرح زخمی ہوا۔ اس خبر سے ملک میں ایک زلزلہ پیدا ہوا۔ ہزارہا تاریں ترکی میں روانہ کی گئیں۔ اور بہت سے وفود مزاج پرسی کے لئے ٹرکی میں روانہ ہوئے۔

جنگ عظیم

ابھی یہ وفود ٹرکی میں ہی تھے۔ کہ جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ ۴ - اگست سنہ ۱۹۱۴ء کو انگلستان نے اعلان جنگ کر دیا اور فرانس کے ساتھ ملک بلجیم کی حفاظت کرنے کا اعلان کیا۔ مصر اس وقت تک غیر جانبدار تھا۔ مگر انگریزوں کی شمولیت کی وجہ سے مصریوں کو اس جنگ میں شامل ہونا پڑا۔

اور مجلس وزراء نے ایک قرارداد کے ذریعہ فیصلہ کیا۔

> "مصری رعایا کے لئے یہ امر ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ کہ جرمنوں کے ساتھ وہ کسی قسم کا تعلق رکھیں۔ خواہ وہ مصر میں مقیم ہوں۔ یا یہاں سے گذر رہے ہوں۔"

اس کے ساتھ بند نمبر ۱۳ میں یہ فیصلہ کیا:-

> "ہز میجسٹی شاہ برطانیہ کی افواج بری اور بحری کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ وہ سرزمین مصر اور اسکی

بندرگاہوں کو جنگی ضرورتوں کے لئے استعمال کریں۔"

اس کے بعد ہندوستانی فوجوں کی آمد مصر میں شروع ہوئی۔ اور مصر اختلال فوجوں کی عام چھاؤنی قرار پایا۔

۲۰ اگست کو سرکاری اعلان ہوا کہ مصری تاروں پر سنسر ہوگا۔

قانون عدم دفع اموال

حکومت مصر کی جنگ کی وجہ سے حالت خراب ہوگئی۔ اس لئے ایک قانون بنایا گیا۔ جس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ حکومت لوگوں کی امانتیں اور قرضے وغیرہ ایک خاص مدت تک ادا نہ کرے گی۔ اس سے تجارت ملکی کو بہت نقصان پہنچا۔ روئی کے موسم میں روئی کا بھاؤ اس قدر گر گیا۔ کہ لوگ سرکاری ٹیکس تک ادا نہ کر سکے۔ تنگ ہو کر لوگوں نے زیورات اور برتن وغیرہ فروخت کرکے ٹیکس ادا کرنے شروع کر دیئے جس کی وجہ سے سونے چاندی کا بھاؤ بھی گر گیا۔ جس سے لوگ اور بھی تباہ ہو گئے۔ تب حکومت نے لوگوں کو قرضہ دیا۔ اور سرکاری آدمی مقرر کئے۔ جو بھاؤ مقرر کریں۔ مگر قحط بڑھتا چلا گیا۔ اور ملک کی حالت تباہ و خستہ ہو گئی۔ اور بے کاری بڑھ گئی۔

اخبارات کی نگرانی

انگریزی کمانڈر انچیف نے ایک اعلان کے ذریعہ مصری اخباروں کو حکم دیا۔ کہ وہ خبروں کو سنسر کرا لیا کریں۔

مصر مارشل لا کے ماتحت

۲ نومبر ۱۹۱۴ء کو جنرل مکسویل نے ایک اعلان کیا۔ کہ کہ بادشاہ انگلستان کی حکومت کے حکم کی بنا پر اعلان کیا جاتا ہے۔ تمام ملک مصر کا مراقبہ میرے سپرد کیا گیا ہے۔ تاکہ مصر کی حمایت کی گارنٹی ہو سکے۔ اس لئے آج کی تاریخ سے ملک فوجی احکام کے ماتحت کر دیا گیا ہے۔

اس طرح فوجی قوت کو پورے طور سے قبضہ و اقتدار حاصل ہو گیا۔

ٹرکی سے قطع تعلق

۵ نومبر ۱۹۱۴ء کو ایک اعلان کمانڈر انچیف نے بدیں الفاظ جاری کیا۔

"میں لفٹیننٹ جنرل جان گرینول مکسویل کمانڈر انچیف افواج برطانیہ مملکت مصریہ اس امر کے لئے مکلف کیا گیا ہوں۔ کہ یہ اعلان کردوں۔ کہ برطانیہ عظمیٰ اور ٹرکی اس وقت جنگ کی حالت میں ہیں۔"

ایک دوسرے اعلان کی رو سے یہ شائع کیا گیا۔ کہ "کہ مصری کوئی مدد ٹرکی کو نہ دیں۔ اور نہ ان سے کوئی تعلق رکھیں۔"

اس کے بعد حکومت برطانیہ نے ایک آرڈر کے ذریعے وزیر اعظم کو لکھا۔ کہ اب جنگ کی وجہ سے تمام سلطنت فوج کے ہاتھ میں دیدیا گیا۔

اگرچہ اس پر اعتراض ہوا۔ مگر احکام عرفیہ کی صورت میں کوئی بات نہ سنی گئی۔

لارڈ کرومر کا مضمون

انہی ایام میں لارڈ کرومر نے ایک مضمون ٹائمز میں شائع کیا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا۔

"خدیو کا معزول کر دینا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ اس کا سیاسی طور پر کوئی اثر نہیں۔

. . . .

یہ مناسب نہیں کہ خدیو کو اب مصر کا ولی الامر رکھا جائے۔ اور نہ ہی یہ مناسب ہے۔ کہ

ترکوں کی سیادت باقی رہے۔ اس لئے مصر کے تباہ کن بندھنوں کو کھول دیا جائے۔"

ترکوں کو اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ ملک کا نظام سلطنت بدلنے والا ہے۔ اس کے بعد وزیر اعظم کے دفتر میں بعض تبدیلیاں شروع ہو گئیں۔

برطانوی حمایت کا اعلان

۱۸ر دسمبر کو رسمی طور پر برطانوی حمایت کا اعلان کر دیا گیا۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

"مصر کو آج سے برطانیہ کی حمایت میں لے دیا گیا ہے۔ اس لئے اب ترکی کی سیادت باقی نہیں رہی۔ آئندہ شاہ انگلستان کی حکومت مصر کی حفاظت و حمایت کی تمام تدابیر اختیار کریگی۔"

عباس پاشا کی معزولی

مصر کی حمایت کی بنا پر ۱۹ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو خدیو عباس حلمی پاشا معزول کر دیئے گئے۔ اور ان کی جگہ سلطان حسین پاشا منتخب کئے گئے۔

سلطان حسین پاشا

چونکہ خدیو عباس معزول ہو گئے۔ اس لئے ان کے بیٹے کو ان کی جگہ تخت نشین نہ کیا گیا۔ بلکہ اس وقت خاندان شاہی میں سب سے بڑے امیر کو تخت نشین کر دیا گیا۔ اور وہ حسین کامل پاشا تھے۔ جو سابق خدیو کے چچا تھے۔ اس کے ساتھ خدیو کا لقب منسوخ کر کے ان کو سلطان کا لقب دیا گیا۔

ایک بات

یہاں اس امر کا بھی ذکر کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں۔ کہ خدیو عباس کے بعد کئی ایک امراء کے سامنے تخت پیش کیا گیا۔ مگر سب نے انکار کر دیا۔ تب سر آغا خاں کو ہندوستان سے بلایا گیا۔ جو ۱۹ر دسمبر کو اسکندریہ میں پہنچے۔ در اصل سر آغا خاں کو اس لئے بلایا تھا۔ کہ مصری شہزادے اس خوف سے کہ حکومت ہمارے خاندان سے نکل جائے گی۔ تخت و تاج کو قبول کر لیں۔ چنانچہ اسی بنا پر سلطان حسین نے تخت کو قبول کر لیا۔

رشدی پاشا وزیر اعظم

سلطان حسین کامل نے رشدی پاشا کے سپرد وزارت عظمیٰ کا قلمدان سپرد کیا۔ جنہوں نے حسب ذیل وزارت قائم کی:-

حسین رشدی پاشا	وزیر اعظم و وزیر داخلیہ
احمد حلمی پاشا	وزیر زراعت
عدلی یکن پاشا	معارف
اسمٰعیل صدقی پاشا	اوقاف
اسمٰعیل سری پاشا	اشغال والحربیہ والبحریہ
یوسف وہبہ پاشا	المالیہ
ثروت پاشا	الحقانیہ

ترکوں کا حملہ نہر سویز پر

۲۸ر جنوری ۱۹۱۵ء کو ترکوں نے نہر سویز پر حملہ کیا۔ مگر حملہ ناکام رہا۔

سلطان حسین پر قاتلانہ حملہ

۱۹ر اپریل ۱۹۱۵ء ایک دوکاندار نے منصورہ کے مقام پر سلطان حسین پر پستول سے حملہ کیا۔ مگر سلطان

بال بال بچ گئے۔ اور حملہ آور گرفتار کیا گیا۔ جسے مجلس عسکری نے موت کی سزا دی۔ ۹۔ جون کو آپ کی سواری پر بم کسی نے پھینکا۔ اس وقت آپ جمعہ کی نماز کو جا رہے تھے۔ مگر بم پھٹا نہیں۔ اور آپ بچ گئے۔

انگریزوں سے دشمنی

چونکہ ان ایام میں مصر میں لاکھوں فوجی جمع تھے۔ جو مختلف قوموں اور مختلف طبقات سے تھے۔ ان میں سے بعض نے ایسے کام کیے۔ جو مصریوں کی نگاہ میں اچھے نہ تھے اس لئے ان کے ان افعال کی وجہ سے مصریوں کی انگریزوں کی نسبت رائے خراب ہوتی جاتی تھی۔ میں ان واقعات کی تفصیل نہیں دے سکتا۔ البتہ اس قدر کہوں گا۔ یہ فوجی لوگ اپنے افعال کی وجہ سے انگریزوں کے خیر خواہ نہ تھے۔ بلکہ بدخواہ اور دشمن تھے۔

تاہم سلطان حسین نے اپنے تعلقات حکومت برطانیہ سے بہت مضبوط کر لئے تھے۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے۔ "حکومت برطانیہ ہمارے لئے برکت کا موجب ہے"

جرمنی گولے مصر پر

۱۳۔ نومبر ۱۹۱۷ء کو مصر کا یہ بادشاہ مصر کو ایسی حالات میں چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ جبکہ ملک پر بالکل سیاسی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ سلطان حسین نے اپنے بیٹے امیر کمال الدین کو اپنا جانشین بنانا چاہا۔ مگر امیر کمال الدین نے اسے منظور نہ کیا۔ آپ کی وفات پر دار الحمایہ کے ملازموں نے ایک ہفتہ تک سیاہ نشان پہنا۔

سلطان حسین پاشا بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ جن کی تفصیل یہاں بوجہ تنگی مقام کے دی نہیں جا سکتی۔ مصر کی تاریخ میں یہ دور یہاں ختم ہو گیا۔

تیسرا دور

سلطان احمد فواد الاول آزاد مصر کا پہلا بادشاہ

امیر کمال الدین کے انکار پر مصر کے تاج و تخت سلطان احمد فواد الاول کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جو انہوں نے قبول کر لیا۔ نئے بادشاہ کی تخت نشینی پر رشدی پاشا نے حسب قاعدہ اپنا استعفیٰ داخل کر دیا۔ مگر بادشاہ نے آپ کو نئے سر سے وزارت قائم کرنے کا حکم دیدیا۔

جشن تاجپوشی

۱۰۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو آپ کا جشن تاجپوشی منایا گیا۔ جو بہت شاندار تھا۔ جس میں انگریزی فوجوں نے بھی حصہ لیا۔ اور توپوں کی سلامی ہوئی۔

۱۱۔ نومبر ۱۹۱۸ء کو جنگ صلح کی ابتدائی گفتگو کے لئے ختم ہو گئی۔ اور اس کے بعد مصری زعما نے جو وطن کی آزادی کے لئے کوشش کی۔ وہ سعد پاشا زعیم مصر کے حالات میں تفصیل سے آجائیگی۔

وطن پرستوں کی کوشش جاری تھیں۔ فرانس۔ اٹلی اور امریکہ تک کے دروازے کھٹکھٹائے گئے۔ لیڈروں کی گرفتاریاں ہوئیں۔ اور ملک سے سختی کی گئی۔ مگر کسی طرح بھی ملک کی آواز دبائی نہ گئی۔ بلکہ مرد تو ایک طرف رہے یہ بیداری عورتوں میں پیدا ہو گئی۔ اور وہ سیاسی کاموں میں برابر کی شریک ہو گئیں۔ ازہر کے علماء اور طالب علم بھی میدان عمل میں آ گئے۔ ریل کی پٹریاں اکھاڑ دی گئیں۔ تار ٹیلیفون وغیرہ کاٹ دیئے۔ روشنی ضائع کر دی گئی۔ حتیٰ کہ مختلف مقامات پر گولی چلائی گئی۔ اور کئی آدمی مارے گئے۔ اور جب کسی طرح ملک کی حالت نہ سنبھل سکی۔ تو سر ریجنلڈ ونگٹ کی جگہ

لارڈ ایلن بی ہائی کمشنر مقرر کئے گئے ۔

لارڈ ایلن بی کے زمانے میں بھی سختی سے کام لیا گیا ۔ مگر جنگ آزادی بند نہ ہوئی ۔ بلکہ انگریزی لشکر کے خلاف شکایات کا سلسلہ وسیع تر ہوتا چلا گیا ۔

الغرض

یہ معاملہ وسیع تر ہوتا چلا گیا ۔ بڑے بڑے مظاہرات ہوئے اور مظاہرات پر گولیاں تک چلیں ۔ اس طرح مصریوں نے نہایت شدید طور پر اس جنگ آزادی میں قربانیاں دیں ۔ احمد فواد پاشا کے زمانہ میں رشدی پاشا کو پھر ایک دفعہ وزارت عظمٰی قائم کرنے کے لئے کہا گیا ۔ مگر ان کی وزارت کوئی زیادہ دیر تک نہ رہ سکی ۔ اور وہ جلد مستعفی ہو گئے ۔ ان کے بعد وزارت عظمٰی سعید پاشا کے سپرد کی گئی ۔ سعید پاشا کے بعد وہبہ پاشا نے وزارت قائم کی ۔ ان کے زمانہ میں لارڈ ملز مصر آئے ۔ اور ناکام واپس گئے ۔

ولادت ولی عہد

۱۱ر فروری ۱۹۲۰ء کو مصر کے ولی عہد پیدا ہوئے ۔ جن کا نام فاروق رکھا گیا ۔ اس سال سوڈان میں نیل پر بند بنانے اور زراعت کے عام کرنے کی سکیم پر غور ہو کر کام شروع کیا گیا ۔

نسیم پاشا کی وزارت

۱۹ مئی سنہ ۲۲ء کو نسیم پاشا کی وزارت قائم ہوئی ۔ اس زمانہ میں وفد المصری مفاوضات کے لئے لنڈن گیا ۔

وفد کے مطالبات

وفد کے حسب ذیل مطالبات تھے :-

اوّل :- برطانیہ عظمٰی استقلال مصر کا اعتراف کرے ۔ اور برطانیہ کی حمایت مصر سے ختم کی جائے ۔

دوم :- مصر سے انگریزی فوج اٹھائی جائے ۔

سوم :- مصر سے انگریزی ملازمین کی ملازمت ختم کرتے ہوئے مصر وعدہ کرے گا ۔ کہ اُن سے خاص سلوک کیا جائے گا ۔ اور قبل از وقت الگ کرنے پر تعویض دیگا ۔

چہارم :- امتیازات اجنبی کے بوجھ کو اٹھا لیا جائے گا ۔

اسی طرح کی شرائط اور مطالبات تھے ۔ انگریزی اخبارات نے اس کا خلاصہ یوں دیا ۔

۱ ۔ اعتراف استقلال مصر
۲ ۔ مصر کی اجنبی ممالک میں نمائندگی ۔
۳ ۔ عصبۃ الامم میں شرکت ۔
۴ ۔ فوجی محالفہ انگلستان کے ساتھ
۵ ۔ مستشار مالی اس وقت تک باقی رکھا جائیگا ۔ جب تک صندوق دین ہے ۔
۶ ۔ امتیازات اجنبیہ کی تنسیخ
۷ ۔ انگریزی چھاؤنی کا بقا
۸ ۔ ایک جدید سیاسی انجمن کی تاسیس
۹ ۔ مصری پارلیمنٹ کو آزادی کامل
۱۰ ۔ سوڈان مصر اور انگلستان کے ماتحت رہے وغیرہ وغیرہ ؛

ان امور کے متعلق لنڈن سے بعض ممبر مصر واپس آئے ۔ یہاں آکر مشورہ کر کے واپس گئے ۔ مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا ۔ اس طرح یہ زمانہ شدید اندرونی جنگ کا تھا ۔ ایک وزارت کے بعد دوسری وزارت بنتی تھی ۔ بالآخر حکومت برطانیہ نے مصر کی آزادی کو تسلیم کر لیا ۔ بادشاہ مصر کو

جلالۃ الملک

کے خطاب سے ملقب کیا گیا۔ مصر کو پارلیمنٹری حکومت عطا کی گئی۔ ہاؤس آف لارڈز اور مجلس نواب بنائی گئیں۔ مجلس اُمم میں مصر کو نمائندگی حاصل ہوئی۔ اجنبی حکومتوں سے معاہدات کرنے کا مصر کو حق ملا۔ امتیازات اجنبی مٹا دیئے گئے۔ انگریزوں سے دوستانہ معاہدہ ہوا اس طرح اس بادشاہ ذی شان کے زمانہ میں مصر اپنی قیود کو توڑ کر آزاد ہو گیا۔

پس
جلالۃ الملک احمد فواد الاول آزاد مصر کے پہلے بادشاہ تھے

نوٹ

یہ حالات اس قدر وسیع ہیں۔ کہ جن کے لئے کئی سو صفحے کی کتاب کی ضرورت ہے۔ میں نے خلاصہ در خلاصہ کرتے ہوئے یہ سب کچھ لکھا ہے۔ اور اب بھی سینکڑوں باتیں جو تفصیل چاہتی تھیں مجھے چھوڑنی پڑیں۔

مصر کا محبوب لیڈر سعد پاشا زغلول

آزادیٔ مصر کی جدوجہد کا ایک ورق

ہندوستان میں ہر ہندوستانی سعد پاشا زاغلول کے نام سے واقف ہے۔ سعد پاشا کے متعلق اگرچہ ہندوستان میں سینکڑوں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ مگر ان مضامین میں بہت سی خامیاں رہ گئی ہیں۔ میں اُن مضمون نگاروں کا اس میں کوئی قصور خیال نہیں کرتا۔ بلکہ جن ذرائع سے حالات ہمارے ملک تک پہنچتے ہیں۔ وہ ذرائع مکمل نہیں ہوتے تاہم لکھنے والوں نے بڑی خوبی سے جہاں تک ہو سکا سعد پاشا کے ذکر کو ہندوستانی صحافت میں محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں بھی البشریٰ کی اس اشاعت میں سعد پاشا کے مختصر تذکرے کو پیش کرتا ہوں۔ اور اپنے ذاتی علم اور مطالعہ کی بنا پر یقین رکھتا ہوں۔ کہ یہ معلومات ایک حد تک بالکل مکمل ہیں۔ میں نے ان حالات کیلئے محلیات مصر السیاسہ لاحمد شفیق پاشا اور سعد زاغلول مصنفہ استاذ عقاد اور آثار سعد زغلول مصنفہ استاذ جزیری اور اخبارات مصریہ سے استفادہ کیا ہے۔ اور بلا مبالغہ کئی سو صفحات کی ورق گردانی کی ہے مجھے خوشی ہے۔ کہ یہ مضمون سعد پاشا کی تاریخ زندگی کا مکمل اور مختصر خلاصہ ہے۔

پیدائش و خاندان

سعد زغلول ربیع الاوّل ۱۲۷۷ھ ہجری مطابق جون ۱۸۶۰ء میں ایک گاؤں ابیانہ نامی میں پیدا ہوئے۔
یہ گاؤں مصر کے ڈسٹرکٹ غربیہ کی تحصیل فوہ میں واقع ہے۔ آپ کا پورا نام سعد اللہ ابراہیم زغلول تھا۔ آپ کے والد کا نام شیخ ابراہیم زغلول تھا۔

چھ سال کی عمر میں آپ کے والد کی وفات ہوگئی اور آپ یتیم ہو گئے۔ اس وقت ان کی کفالت ان کے بڑے بھائی کے سپرد ہوئی۔ آپ کی والدہ عین جوانی میں بیوہ ہوگئیں۔ بیوگی کے وقت ان کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔

تعلیم

باپ کی وفات کے بعد آپ کو گاؤں کے مکتب میں حصول تعلیم کے لئے بٹھا یا گیا۔ جہاں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ کی تعلیم کا پہلا دور جو دیہاتی مدرسہ تک تھا ختم ہوا۔

اس کے بعد تین سال تک آپ نحو اور فقہ اور تجوید مختلف استادوں سے پڑھتے رہے۔

ازہر

چودہ سال کی عمر میں آپ کو قاہرے میں تعلیم کے لئے روانہ کیا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ شیخ محمد عبدہ اور سید جمال الدین افغانی ازہر میں موجود تھے۔ اور ان کے حلقات درس کا بڑا چرچا تھا۔ اور لوگ جوق در جوق ان کے حلقات درس میں آکر شامل ہوتے تھے۔

چنانچہ

سعد طالب علم شیخ محمد عبدہ کے حلقہ درس میں شامل ہوا اور پانچ سال تک ان کے سامنے زانوے شاگردی طے کیا اور پھر ترقی کر کے سید جمال الدین افغانی کے حلقہ درس میں پہنچا۔ جہاں فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ اپنے زمانہ طالب علمی میں نہایت محنتی۔ ہوشیار اور ذکی طالب علم تھے۔ اپنی ذہانت کی وجہ سے استادوں کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔

صحافت

گورنمنٹ مصر ایک سرکاری اخبار "وقائع مصریہ" کے نام سے شائع کیا کرتی تھی۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں اس اخبار کی ادارت کا کام شیخ محمد عبدہ کے سپرد کیا گیا۔ شیخ محمد عبدہ کو اس اخبار میں کام کرنے کے لئے دو مددگاروں کی ضرورت تھی۔ انہوں نے اپنے شاگردوں پر نظر ڈال کر دو شاگرد منتخب کر لئے۔ ان میں سے ایک سعد زغلول تھے۔ اس طرح سعد پاشا کی تعلیم کا زمانہ ختم ہو کر عملی کام شروع ہوا۔

الغرض

سعد کی زندگی کا عملی پروگرام اخبار نویسی سے شروع ہوا سعد کے سپرد اخبار کا ادبی حصہ تھا۔ آپ کی تنخواہ آٹھ پونڈ ماہانہ مقرر ہوئی۔ مگر جلد آپ کو ترقی دی گئی۔ اور نو پونڈ ۳۴ قرش لینے لگے۔

اخبار نویس سعد

اخبار نویسی میں سعد کی تحریر صاف۔ سادہ عام فہم۔ قافیہ بندی سے پاک ہوتی تھی۔ سعد پاشا ادب کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کے متعلق بھی مضامین لکھا کرتے تھے۔ ان کو صحافت سے ایسا لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ کہ وہ اپنی ساری زندگی میں اخباری دنیا سے وابستہ رہے۔ اور اخبارات کے لئے مضامین لکھتے رہے۔ سعد پاشا کی صحافت کے متعلق یہ رائے تھی:-

> "الصحافة حرة تقول فی حدود القانون ما تشاء و تنتقد ما تريد فليس من الرأی ان نسأ لها لم تنتقد بل الواجب ان نسأل انفسنا لم نفعل ما تنتقد عليه"

آپ نے ایک سال اور کچھ ماہ بحیثیت اخبار نویس کام کیا۔

سرکاری ملازمت

۳؍مئی ۱۸۸۲ء کو آپ کی قابلیت کی وجہ سے حکومت نے

آپ کو اخباری دنیا سے نکال کر وزارت داخلیہ میں معاون کے عہدے پہ لے لیا۔ اور تنخواہ پندرہ پونڈ مقرر کی گئی۔ اسی سال آپ کو ناظم قلم القضائیہ قسم الجیزہ مقرر کیا گیا۔ مگر تنخواہ وہی رہی۔

سعد نے ملازم سرکار ہونے کی حیثیت سے جب تک کام کیا نہایت دیانتداری اور اخلاص سے کام کیا۔ اور کام کے متعلق آپ کی زندگی کا دستور العمل یہ تھا۔ کہ:-

"صرف مصلحت عامہ کو دیکھنا چاہیئے۔ اور
اپنے فائدے کی طمع نہیں کرنی چاہیئے"

یہ وہ سنہری اصل تھا۔ جس پہ اگر ملازمت پیشہ لوگ کام کریں۔ تو دنیا کی آدھی مصیبتیں دور ہو جائیں۔

سعد پاشا نے ایام ملازمت میں کبھی ترقی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور جب ان کو ترقی حاصل ہوئی۔ وہ ان کی ذاتی مقدرت اور ذاتی قابلیت کی وجہ سے ہوئی۔

سعد وکیل

۱۸۸۱ء میں عرابی پاشا کی بغاوت کی ابتدائی تحریکات شروع ہو گئی تھیں۔ سعد کے زمانہ ملازمت میں یہ بغاوت پورے زوروں پہ ہو گئی۔ اور جب یہ سیل رُکا۔ تو ان لوگوں کی تلاش شروع ہوئی۔ جو اس تحریک سے ہمدردی رکھتے تھے۔ چونکہ سعد پاشا شیخ محمد عبدہٗ اور سید جلال الدین افغانی کے شاگردوں میں سے تھے۔ اس لئے حکومت کی نظر ان پر پڑنی بھی ضروری تھی۔ جو پڑی اور ان کو ملازمت سے اس الزام میں الگ کر دیا گیا۔ کہ

وہ باغیان سرکار سے ہیں

ملازمت سے الگ ہو کر سعد کو کسی نئے پیشہ کی ضرورت ہوئی۔ سرکاری ملازمت کے دروازے اس کے لئے بند ہو چکے تھے۔ کہ وہ حکومت کی نظر میں

سعد باغی تھا

سعد نے ہر چند کام تلاش کیا۔ مگر کوئی کام نہ مل سکا۔ اسلئے سعد پاشا نے وکالت کا کام شروع کرنا پسند کیا۔

ملک میں اس وکالت کا پیشہ معزز نہیں خیال کیا جاتا تھا۔ مگر سعد نے وکالت کو اپنے طرز عمل سے چار چاند لگا دیئے۔ سعد نے وکالت کے لئے اپنا ایک دستور العمل تجویز کیا۔ جو یہ تھا۔ کہ:-

"مقدمہ کی خوب سٹڈی کی جائے۔ جھوٹے مقدمہ
کو ہاتھ نہ لگایا جائے" اور اگر کسی مرحلہ پر موکل
اور اس کے دشمن کی صلح ہو جائے۔ تو سعد اسکی
فیس واپس کر دیا کرتا تھا"

یہ اصول تھا جس کی وجہ سے سعد کی شہرت ملک کے کونے کونے میں ہو گئی۔ اور ہر شخص چاہنے لگا۔ کہ مقدمہ میں اسکا وکیل سعد ہو۔ اور سعد پاشا کا کسی مقدمہ کو ہاتھ میں لینا اس مقدمہ کی کامیابی کی گارنٹی ہو جاتا تھا۔

دیوانی عدالتیں

۱۸۸۴ء میں پہلی مرتبہ مصر میں عدالتہائے دیوانی کا افتتاح ہوا۔ اور ان عدالتوں کے لئے جو وکلاء مقرر مقرر ہوئے ان میں سعد کا نمبر اوّل تھا۔ عدالتہائے دیوانی کے کام میں سعد کو بڑی کامیابی ہوئی۔ اور سعد کی پریکٹس ۵۰۰ پونڈ ماہانہ تک پہنچ گئی۔

فرانسیسی تعلیم

عدالتہائے دیوانی کی وکالت کے دوران میں سعد کو ایک کمی محسوس ہوئی۔ کہ وہ فرانسیسی زبان سے واقف

اس لئے وکالت کی شدید محنت کے ساتھ فرانسیسی زبان کو سیکھنا شروع کیا۔ اور تھوڑے عرصے میں اس زبان پر عبور حاصل کر لیا۔

سعد سب جج

آپ کی قانونی قابلیت کا اس قدر اثر تھا۔ کہ حکومت نے آپ کی قانون دانی سے فائدہ اٹھانے کے لئے آپ کو سب جج مقرر کر دیا۔ اور مصر کی تاریخ میں یہ بالکل پہلا واقعہ تھا کہ ایک وکیل کو سب جج بنایا گیا۔ اور اس لحاظ سے بھی کہ یہ وہی سعد تھا۔ جسے تھوڑا عرصہ قبل باغی خیال کر کے ملازمت سے نکال دیا گیا تھا۔ سعد پاشا کا سب ججی کے منصب کو قبول کرنا آپ کی ایک بہت بڑی قربانی تھی۔ کیونکہ اس پیشہ کی وجہ سے اس کے گھر کی طرف چاندی اور سونے کا ایک دریا بہتا ہوا آ رہا تھا۔ جو اب بند ہو رہا تھا۔ مگر سعد نے اپنے ملک کی خدمت کے لئے اس امر کی پرواہ نہ کی۔ ملک کے وکلاء میں اس تقرر پر بڑی خوشی کا اظہار ہوا۔ اور سعد پاشا کے اعزاز میں حدیقۃ الازبکیۃ میں ایک شاندار جلسہ ہوا۔ جس میں بڑی زبردست تقریریں ہوئیں۔

سعد پاشا کو ۴۵ پونڈ ماہانہ سب ججی کی تنخواہ ملنے لگی۔ سعد پاشا چودہ سال تک جج رہے۔ اس عرصہ میں حسب ذیل ترقیاں ہوئیں۔

(۱) ۱۸۹۴ء میں دس پونڈ ترقی ہوئی۔
(۲) ۱۸۹۵ء میں پھر پانچ پونڈ ترقی ہوئی۔
(۳) ۱۸۹۹ء میں آپ جج بنائے گئے۔
(۴) ۱۹۰۲ء آپ کو مجیدی تمغہ عطا ہوا۔
(۵) ۱۹۰۶ء آپ کی ہزار پونڈ سالانہ تنخواہ مقرر ہوئی۔

ججی کے زمانے میں تعلیم

باوجود اس کے کہ آپ بہترین قانون دان تھے۔ مگر آپ نے فرانسیسی لا ججی کے زمانہ میں پڑھا۔ اور ۱۸۹۷ء میں امتحان دیکر فرانس سے قانون کی انتہائی ڈگری حاصل کی۔ پندرہ نومبر کو یہ ڈگری موسیو رمبو وزیر تعلیم کے دستخطوں سے آپ کو موصول ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔ سعد پاشا کو زبانوں کے حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ

جرمنی اور انگریزی

۱۹۱۰ء میں جب کہ سعد پاشا کارلسباد میں ٹھیرے ہوئے تھے آپ نے ایک جرمن ملازم سے جرمن زبان سیکھی۔

اور انگریزی زبان اپنی جلاوطنی کے زمانے میں مالٹا میں سیکھی۔ سعد پاشا کا یہ کارنامہ کہ وہ تمام عمر

اطلبوا العلم من المهد الى اللحد

کے اصل پر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ دنیا کے لئے ایک بہترین اسوہ ہے۔ انہوں نے کبھی اپنے وقت کو ضائع نہ کیا۔ جلاوطنی کی گھڑیوں کو بھی ایک نئی زبان سیکھ خوشگوار بنا لیا۔

سعد وزیر تعلیم

۲۸ر اکتوبر ۱۹۰۶ء میں سعد پاشا وزیر تعلیم بنائے گئے یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ وزراء کے ساتھ انگریز مشیر مقرر کئے جاتے تھے۔ اور عملی طور پر سب کام مشیر ہی کرتے تھے۔

سعد پاشا نے انگریز مشیر کے ہاتھ میں کھلونا بننا پسند نہ کیا۔ اور پورے معنوں میں وزارت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بہت سی تعلیمی اصلاحات جاری کیں۔ مثلاً

(۱) سرکاری خرچ پر یورپ میں طالب علم اعلیٰ تعلیم کیلئے بھجوائے۔

۲۔ جامعہ مصریہ کی بہت بڑی مدد کی۔ اور سے وزارت کی نگرانی میں لے لیا۔

۳۔ انگریزی درسی کتابوں کے ترجمے کروائے۔

۴۔ لاکالج قائم کیا۔

۵۔ دیہاتی تعلیم کی طرف توجہ کی۔ امدادی سکول قائم کئے۔ سکولوں کو معقول گرانٹ دی۔ بذات خود دیہاتی مدرسوں کا معائنہ شروع کیا۔

۶۔ اخراجات تعلیم میں کمی کی۔

سعد پاشا نے اپنی وزارت کے ایام میں مصطفیٰ الکامل پاشا کی وفات پر تمام مدارس بند کر دیئے۔ اور طالب علموں کو ان کے جنازے میں جانے کی اجازت دی۔

۷۔ اوّل یوم سنہ ہجری میں مدارس میں تعطیلات منظور کی۔ اس طرح سعید پاشا نے وزیر تعلیم کی حیثیت سے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

سعد پاشا بنائے گئے

۱۲۔ نومبر ۱۹۰۶ء کو آپ کو میر میراں کے رتبہ پر فائز کیا گیا۔ یہی وہ رتبہ ہے۔ جسے اب پاشا کہا جاتا ہے۔ آپ کی وزارت تعلیم کا زمانہ چار سال رہا۔

سعد وزیر عدالت

۱۹۱۰ء میں محمد سعید پاشا کی وزارت میں آپ وزیر عدالت بنائے گئے۔ آپ نے اس وزارت میں بہت بڑی اصلاحات فرمائیں۔ اس وزارت سے آپ ایک حق کے لئے لڑتے ہوئے مستعفی ہو گئے۔ واقعہ یہ تھا۔ کہ ایک مصری مسلمان شاہزادی نے ایک روسی عیسائی سے شادی کر لی۔ جس کی وجہ سے اسے تمام حقوق شاہانہ سے معزول کیا گیا اور اس کی جائیداد ضبط کر لی گئی۔ اور اس کی جائیداد پر ایک افسر کورٹ آف وارڈس کے مقرر کیا گیا۔ اور یہ حکم دیا گیا۔ کہ وہ تمام حسابات وزیر عدالت کے سامنے پیش کیا کرے۔ ایک مرتبہ جب جائزہ لیا گیا۔ تو حسابات میں صریح بددیانتی دیکھ کر سعد پاشا نے شدید نوٹس لیا۔ اس شخص کو خدیو مصر اور لارڈ کچنر تک رسائی تھی۔ اس لئے ان کی پناہ چاہی۔ سعد پاشا نے چاہا۔ کہ مجرم کو سزا ہو۔ مگر اپنے آپ کو بے بس پایا۔

اس لئے

آپ نے ان وجوہات کو تحریر کر کے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ اور یہ مصر کی تاریخ میں پہلی قسم کا استعفیٰ تھا۔ اس سے قبل وزرا صرف بیماری کا بہانہ کر کے مستعفی ہوتے تھے۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ سعد کی جنگ اصول کی جنگ تھی۔ اور وہ ایک ایسا انسان تھا۔ جو زندگی کی سیدھی لائن پر چلتا تھا۔

سعد لیجسلیٹو اسمبلی میں

یکم جولائی ۱۹۱۳ء کو ایک قانون ساز مجلس تشریعی کے نام سے منظور ہوئی۔

سعد پاشا نے اپنے آپ کو حلقہ سیدہ زینب اور حلقہ بولاق سے کھڑا کیا۔ آپ کسی جماعت اور پارٹی کی طرف سے نمائندہ نہ تھے۔ بلکہ مستقل اور آزاد تھے۔ آپ نے ایک بیان ووٹروں کے نام جاری کیا۔ جس میں آپ نے ان کاموں کا ذکر کیا۔ جو آپ ممبر ہونے کے بعد ملک کی خدمت کے سلسلہ میں کرنا چاہتے تھے۔ اس بیان کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آپ دونوں حلقوں سے نہایت شاندار طریق سے کامیاب ہوئے۔

مجلس تشریعی کے وائس پریذیڈنٹ

انتخاب کے ختم ہونے پر جب مجلس کا اجلاس عام ہوا تا کہ

عہدہ داران کا انتخاب ہو۔ تو سعد پاشا ۹۵ ووٹوں کی اکثریت کے ساتھ اس مجلس تشریعی کے وائیس پریذیڈنٹ منتخب ہوگئے۔ اس مجلس تشریعی کی زندگی بہت مختصر تھی۔ یعنی صرف پانچ ماہ کی۔ مگر سعد پاشا اس عرصہ میں نیابی زندگی کے بہترین مظہر تھے۔ آپ کی تقریروں کا ممبروں پر بہت بڑا اثر ہوتا تھا۔ آپ تقریر کے دوران میں اعلیٰ درجہ کی بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی سے بھی کام لیتے۔

الحرب العظمےٰ

۱۴ر جولائی ۱۹۱۴ء کو گریٹ وار شروع ہوئی۔ ۲ر نومبر کو مصر میں احکام عرفیہ کا اعلان کیا گیا۔ اور ۱۵ر دسمبر کو برطانیہ عظمےٰ کی حمایت کا اعلان کیا گیا۔ ۸ر جنوری ۱۹۱۸ء کو پریذیڈنٹ ولسن کے چودہ نکات شائع ہوئے۔ جن میں ہر ایک قوم کا خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی یہ حق دیا گیا تھا۔ کہ وہ اپنے لئے جس قسم کی حکومت چاہے اختیار کرلے۔ اس اعلان کی بنا پر ملک کے سمجھدار طبقہ میں آزادی مصر کے متعلق سرگوشیاں شروع ہوگئیں۔ سعد پاشا اور دیگر ملکی لیڈروں کا خیال تھا۔ کہ مصر نے ایام جنگ میں عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس لئے جب ہم یہ مطالبہ انگریزوں کے سامنے رکھیں گے۔ تو وہ فوراً اسے قبول کرلیں گے۔

وفد المصری

سعد پاشا نے مجلس تشریعی کے ممبروں میں سے اپنے متحد الخیال اور قوم کے نمائندہ لوگوں میں سے ایک پارٹی تیار کی۔ جس کی یہ غرض تھی۔ کہ وہ مصر کی آزادی کا مطالبہ انگریزوں سے کرے۔ اسی پارٹی کا نام وفد المصری رکھا گیا۔

انتہائے جنگ

سوا چار سال کے بعد ۱۱ر نومبر ۱۹۱۸ء کو جنگ رک گئی۔ اور تمام میدانوں سے جنگ کی آگ بجھ گئی۔ امن و امان کا دور دورہ ہوا۔ مصر میں بھی اس کی بڑی خوشی منائی گئی۔ وزراء مصر نے انگریزی دار الحمایہ میں جاکر حکام برطانیہ کو اور انہوں نے دراروں میں ایک دوسرے کو مبارکباد دینی پیش کیں اور لنڈن سے اسی دن ہز میجسٹی نے حسب ذیل بذریعہ تار سلطان مصر کو مبارکباد دی۔

"جناب حضرت صاحب العظمۃ سلطان مصر۔ قاہرہ
ہمارے دشمنوں نے اپنی شکست کا اعتراف کرلیا ہے۔ اس مبارک مناسبت کے لحاظ سے میں آپ کو آپ کی مخلصانہ مدد کا قلبی شکریہ پیش کرتا ہوں مصر اور مصریوں کو یقین کرنا چاہیئے۔ کہ ہماری ایمپائر کو جو عظمت حاصل ہوگی یا مستقبل کی امید ہے۔ اس میں ان کا حصہ بھی کامل طور پر ہوگا"

اس تار کے جواب میں سلطان مصر نے حسب ذیل تار لنڈن میں بادشاہ انگلستان کو ارسال کیا۔

"حضرت صاحب الجلالۃ الملک لنڈن
یور میجسٹی نے جو تار دشمنوں پر کامیابی کی مبارکباد کے سلسلہ میں ارسال فرمائی ہے۔ اس کا ویلکم میں نے اور میری قوم نے نہایت مسرت سے کیا۔ اور اس اعتراف سے بڑھکر کون سی چیز میرے دل کو مسرت دے سکتی ہے۔ کہ جناب نے مصر کی اس خدمت کا اعتراف فرمایا ہے۔ جو مصر نے خود اپنے پر فرض کرلی تھی۔ اس مشترکہ معاملہ کے متعلق۔
میرے دل میں ان عظیم الشان کاموں کی بڑی عزت ہے۔ جو انگریزی فوجوں نے خشکی و تری میں ایسے سرانجام دیئے ہیں۔ کہ جن کی مثال نہیں ملتی۔ اس کے ساتھ ہی میں یور میجسٹی پر اس جذبہ تشکر کا

بھی اظہار کر دینا چاہتا ہوں۔ جو آپ مصر کے مستقبل آپ نے ظاہر فرمائے ہیں "

اسی دن یعنی ۱۱ نومبر کو سعد پاشا نے ہائی کمشنر برطانیہ سے ملاقات کے لئے وقت مانگا۔ جس پر ہائی کمشنر نے ۱۳ نومبر ۱۸ء کو ۱۱ بجے صبح کا وقت دیا۔

سعد پاشا کے ساتھ علی شعراوی پاشا اور عبدالعزیز فہمی پاشا تھے۔ ایک گھنٹہ تک اس معاملہ میں گفتگو ہوتی رہی یہ گفتگو بہت لمبی ہے۔ اس لئے اس جگہ درج نہیں ہو سکتی۔ مختصر یہ کہ سعد پاشا نے کہا کہ :۔

" ہم میں سے کونسی چیز کم ہے۔ جس کی وجہ سے ہم کو آزاد قوموں کی طرح نہیں کیا جاتا۔ اور انگلستان کیوں ہم کو اپنا دوست اور حلیف نہیں بناتا

شعراوی پاشا نے کہا :۔

" کہ ہم انگلستان کے دوست بننا چاہتے ہیں ایسے دوست جیسے ایک آزاد دوسرے آزاد کا دوست ہوتا ہے۔ ہم کسی آقا کے غلام نہیں بننا چاہتے "

ہائی کمشنر نے گفتگو ختم کرتے ہوئے کہا کہ :۔

" اس بارے میں میں ابھی حکومت برطانیہ کی رائے سے واقف نہیں ہوں۔ اس طرح یہ ملاقات ہو گئی "

آزادی مصر کا مطالبہ پریذیڈنٹ ولسن کے ۱۴ نکات اور ان انگریزی مواعید کی بناء پر تھا۔ جو سلطنت برطانیہ کی طرف سے وقتاً فوقتاً ہو چکے تھے۔ اس لئے میدان سے واپس آکر انہوں نے منظم کام کرنے کے لئے وفد مصری کو قایم کیا۔

تالیف وفد المصری

اسی بناء پر وفد مصری کی تکوین ہوئی۔ اور مجلس تشریعی کے ممبروں نے ایک وکالت نامہ حسب ذیل اصحاب کو دیا۔ کہ قومی مطالبات میں ساری قوم مصری کے قائمقام سمجھے جائینگے وہ حسب ذیل حضرات تھے۔ سعد زغلول پاشا۔ علی شعراوی پاشا عبدالعزیز فہمی بک۔ محمد علی بک۔ عبداللطیف مکبال بک۔ محمد محمود پاشا۔ احمد لطفی السید بک۔ اور اُن کو اختیار دیا گیا۔ کہ وہ جسے چاہیں اور شامل کر لیں۔ چنانچہ حسب ذیل ممبر پہلے وفد المصری کے مقرر ہوئے :۔

سعد پاشا[۱] زغلول۔ علی شعراوی[۲] پاشا۔ عبدالعزیز[۳] فہمی بک۔ محمد علی[۴] بک۔ عبداللطیف[۵] مکباتی بک۔ محمد محمود[۶] پاشا۔ احمد لطفی السید[۷] بک۔ اسمٰعیل[۸] صدقی پاشا۔ سینوت[۹] حنا بک۔ محمد الباسل[۱۰] پاشا۔ جورج[۱۱] خیاط بک۔ محمود[۱۲] ابوالنصر بک۔ مصطفےٰ[۱۳] النحاس بک۔ دکتور[۱۴] حافظ عفیفی بک۔

مقصد

وفد کی تالیف کا مقصد یہ قرار پایا۔ کہ وہ کامل آزادی مصر کو حاصل کرے۔

طریق حصول مقصد

حصول مقصد کے لئے کوشش پُر امن اور جائز وسائل سے کی جائیگی۔

قانون الوفد

قانون الوفد کے ۲۶ بند تھے۔ جن میں سے ایک یہ تھا کہ ہر ایک ممبر حلف اٹھائے۔ کہ وہ وفد کے کسی راز کو فاش نہ کرے گا۔

سعد پاشاہ کی جلاوطنی

اس جدوجہد پر ابھی لمبا عرصہ نہیں گذرا تھا۔ کہ ۶ مارچ ۱۹۱۹ء کو جنرل واٹسن عام قوات برطانیہ مصر نے سعد پاشا

اور اُن کے ساتھیوں کو بلا کر ان کی سیاسی سرگرمیوں پر تنبیہہ کی۔ اس تنبیہہ پر ابھی چند گھنٹے بھی نہ گذرے تھے۔ کہ سعد پاشا کا جواب برطانیہ کے وزیر اعظم کے پاس پہنچ گیا۔ جس کا ایک فقرہ یہ تھا۔

"وفد مصری کبھی آزادی کے مطالبے سے
رک نہیں سکتا۔ اور اس کے مقابلے میں
ہر ایک قسم کے مصائب اور قربانیاں خندہ
پیشانی سے برداشت کرنے کو تیار ہے"

اس جواب پر ابھی دو ہی دن گذرے تھے۔ کہ ۸/ مارچ ۱۹۱۹ء کو سعد پاشا۔ محمد محمود پاشا۔ اسمٰعیل صدقی پاشا۔ حمد الباسل پاشا گرفتار کر کے مالٹا میں بھیج دیئے گئے۔ اس طرح سے ۸/ مارچ کا دن آزادی مصر کی جنگ کا پہلا دن تھا۔

آزادی

اس سختی نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ملکیوں کی سرگرمیوں نے حکومت کو مجبور کر دیا۔ کہ سعد پاشا اور ان کے ساتھیوں کو آزاد کر دے۔ چنانچہ ۷/ اپریل کو حکم دیا گیا۔ کہ آپ جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں۔

لجنہ ملنر

سعد پاشا نے یورپ اور امریکہ میں مصر کی آزادی کا پروپیگنڈا اپنی آزادی کے بعد پوری قوت کے ساتھ شروع کر دیا۔ ادھر سعد پاشا یورپ میں اپنے پروپیگنڈے میں مشغول تھے۔ کہ ملنر کمیٹی کے ممبر مصریوں سے گفت و شنید کرنے کے لئے مصر میں وارد ہو گئے۔ مگر مصر کے وطنیوں نے ملنر پارٹی کا مکمل بائیکاٹ کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ لارڈ ملنر کو مصر سے ناکام واپس جانا پڑا۔ اور انگلستان جا کر سعد پاشا کے ساتھ اس سلسلے میں سلسلہ جنبانی کی۔ اور سعد پاشا کو لنڈن آنے پر آمادہ کیا۔ جہاں اُن کا شاندار استقبال ہوا۔ لارڈ ملنر نے اپنی سکیم سعد پاشا کے سامنے رکھی۔ جو سعد پاشا نے اپنی قوم کی منشا کے ماتحت رد کر دی۔

لنڈن سے واپسی

سعد پاشا نے اپنی قوم کے حقوق کا مطالبہ پورے طور سے کیا۔ اور اس کا حق ادا کر دیا۔ اس لئے جب ۴/ اپریل ۱۹۲۰ء کو لنڈن سے واپس آئے۔ تو ملک نے آپ کا ایسا استقبال کیا۔ کہ جس کی نظیر مصر نے پھر کبھی نہیں دیکھی۔

سیشل میں نظربندی

سعد پاشا کی سیاسی ساعی کو دیکھکر ۲۲/ دسمبر ۱۹۲۰ء کو مستشار داخلی نے قائد عام کے قائم مقامی کی حیثیت سے سعد پاشا کو ایک نوٹس دیا۔ کہ وہ سیاسیات سے علیحدہ ہو جائیں۔ اور قاہرے کو چھوڑ کسی گاؤں میں سکونت پذیر ہو جائیں۔

اس نوٹس سے چند گھنٹے کے بعد سعد پاشا نے حسب ذیل جواب دیا:۔

"میں اپنے مرکز میں موجود رہوں گا اور
اپنے فرائض کے ادا کرنے میں مخلص
اور حکومت ہمارے ساتھ جو کرنا
چاہتی ہے کرے"

اس جواب کے دو دن بعد سعد پاشا کو ان کے مکان سے گرفتار کر کے اور بعض دیگر ارکان کے ساتھ سیشل بھیج دیا گیا۔ جہاں سے ۲۰/ جولائی ۱۹۲۱ء کو آپ رہا کر دیئے گئے۔

سعد پاشا وزیر اعظم

۱۵ مارچ ۱۹۲۳ء وزارت عظمیٰ یحییٰ پاشا ابراہیم کے سپرد ہوئی۔ آپ کے زمانہ میں پارلیمنٹری انتخابات ہُوئے۔ انتخابات کا نتیجہ ۱۲۔ جنوری ۱۹۲۴ء کو ظاہر ہُوا۔ وفد پارٹی کو ۲۱۴ نشستوں میں سے ۱۹۰ ملیں۔ جس کے نتیجہ میں ۲۸ جنوری ۱۹۲۴ء کو شاہی فرمان سعد پاشا کے نام وزارت بنانے کے لئے جاری ہُوا۔ جس کی بناء پر سعد پاشا نے وزارت مرتب کی۔ اور خود وزیر اعظم کے علاوہ وزیر داخلیہ ہُوئے۔

۱۵۔ مارچ ۱۹۲۴ء کو سعد پاشا کی وزارت میں مصر کی پہلی پارلیمنٹ کا افتتاح جلالۃ الملک احمد فواد الاوّل نے کیا۔

سعد نے وزیر اعظم ہو کر سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ فوج کے اخراجات جو مصری خزانے سے دیئے جاتے تھے۔ ان کا ادا کرنا منسوخ کر دیا۔

اور سعد پاشا نے سر رامزے میکڈانلڈ سے پھر آزادی مصر کی گفتگو شروع کی۔ مگر سعد پاشا کی صلابت کی وجہ سے گفتگو ایک ہفتہ کے بعد منقطع ہو گئی۔

سعد پاشا نے اپنے زمانے میں انگریز ملازمین کے اثر کو بہت کم کر دیا۔ اور بہت سی اصلاحات نافذ کیں بہت سے وفد بیرونی ممالک میں بھیجے۔ فنون جملہ کی طرف توجہ کی۔ صناعت۔ زراعت اور آب پاشی کی طرف بڑی توجہ دی۔ چنانچہ سعد پاشا اپنی وزارت کے پہلے ہی دن وزارت اشغال میں گئے۔ اور آب پاشی کے محکمہ انجینیرز سے یوں خطاب کیا۔

"مصری انجینیروں سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ آب پاشی کی بہت بڑی اہمیت ہے میں اس محکمہ کی تنظیم کے لئے تم پر اعتماد کرتا ہوں۔ تاکہ نیل کے پانی کے ایک ایک قطرہ کی تم حفاظت کرو۔ جس کی مصر کو ضرورت ہے"

وزارت عظمیٰ سے استعفیٰ!

سعد پاشا نے اس وزارت سے مسئلہ سوڈان کی وجہ سے اپنا استعفیٰ پیش کیا۔ جبکہ لارڈ پارمور نے کہا:—

"کہ حکومت برطانیہ سوڈان کو کسی صورت چھوڑ نہیں سکتی"

اس کے جواب میں سعد پاشا نے پارلیمنٹ میں کہا۔—

"کہ مصری قوم جب تک زندہ ہے وہ سوڈان سے تنازل اختیار نہیں کریگی"

اور یہ کہکر استعفیٰ دیدیا۔ مگر بادشاہ نے اسے منظور نہ فرمایا۔ دوسری مرتبہ سر لی سٹیک پاشا گورنر سوڈان کے قتل پر حکومت برطانیہ نے جو نوٹس مصری حکومت کو دیا۔ اسے قبول نہ کرتے ہُوئے استعفیٰ دیدیا۔ اور اسدفعہ بادشاہ کو اس کے قبول کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ استعفیٰ کے قبول ہونے کے بعد سعد پاشا نے پارلیمنٹ میں ایک بیان دیا۔ جو حسب ذیل تھا۔

"ہم پورے اخلاص سے مستعد ہیں۔ کہ ہم ہر اس وزارت کی پارلیمنٹ میں تائید کریں گے۔ .... جو وزارت ملک کے مصالح کے لئے کام کرے ہم میں کوئی مقابلے یا معارضے کا شوق نہیں۔ مگر ان امور میں

جو مصلحت عامہ سے متعلق ہوں۔ ہم تو اس مصلحت کے خادم ہیں۔ اور جو بھی اس مصلحت کی تائید کرے۔ ہم اس کے موید ہیں۔"

پارلیمنٹ مصری کے صدر

۲۲ر مارچ ۱۹۲۴ء میں سعد پاشا پارلیمنٹ کے صدر منتخب کئے گئے۔ اور پھر دوسری مرتبہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۶ء کو صدر مقرر ہوئے۔

آپ کے زمانہ صدارت میں آپ لفظ نظام میں نصوص قانون اور حق ریاست کو استعمال نہیں کرتے تھے۔ بلکہ دلائل کو استعمال کرتے تھے۔

معارضہ میں آپ بڑے قوی الدلائل اور نکتہ سنج اور لطیفہ گو واقع ہوئے تھے۔ اس لئے ممبر جب گفتگو کرتے تھے تو یا تو معقول مدلل بات کرتے۔ ورنہ چپ ہو رہتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ اگر ہم نے کوئی ایسی ویسی بات کی۔ صدارت کی کرسی سے اس بات کے جواب میں ایسی بات کہی جائیگی۔ جس کا جواب بن نہ پڑے گا۔

یہ آخری منصب تھا۔ جو سعد پاشا کی زندگی میں ان کو ملا۔

بعض مصائب قابل ذکر

۱۔ پہلی دفعہ آپ عرابی بادشاہ کی بغاوت کے وقت ملازمت سے اس لئے الگ کئے گئے۔ کہ آپ محمد عبدہٗ کے شاگرد ہیں۔

۲۔ وکالت کے ایام میں اپنے ایک دوست حسین صقر فندی کے ساتھ اس جرم میں متہم کئے گئے۔ کہ آپ نے ایک انجمن انتقام بنا رکھی ہے۔ تاکہ عرابی کی بغاوت میں جو لوگ مارے گئے ہیں۔ ان کا انتقام لیں۔

ایک پنچ جج فلنکس کی صدارت میں مقرر ہوا۔ اور اس نے تحقیق کرکے ان کو بری کیا۔ مگر برأت کے بعد بھی ۹۸ دن جیل میں رہے۔

۳۔ دو دفعہ ملک بدر کئے گئے۔ آپ کے مکان پر چھاپا مارا گیا۔

۴۔ ایک دیوانے نوجوان نے ۱۲ر جولائی ۱۹۲۴ء کو قاہرہ کے اسٹیشن پر پستول سے حملہ کر دیا۔ گولی دائیں بازو میں سے ہو سینے میں لگی۔ خون بہ رہا تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا:۔

"اگر سعد مر گیا۔ تو اس پر کوئی فکر مت کرنا کیونکہ سعد کا مشن مر نہیں سکتا۔ میرے بعد تم اس پروگرام کو منتظم طور پر جاری رکھنا۔"

مگر سعد پاشا اس گولی سے مرا نہیں۔ بلکہ اپنی طبعی موت سے فوت ہوا۔

سعد پاشا جب تک زندہ رہا۔ مصر کے لئے زندہ رہا۔ اور اس نے اپنی قوم، ملک کے لئے اپنا علم۔ اپنی زندگی۔ صحت۔ قوت سب ختم کر دیں۔ وہ بے لاگ خدمت کرتا ہوا اس دنیا سے ۱۹۲۷ء کو اپنی قوم کو خون کے آنسو رلاتا اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گیا۔ ؎

تلسی ایسی کرنی کرنیو تم ہنسو جگ روئے

المبشر احمدی نوجوانوں میں ادبی۔ علمی مذہبی جذبہ پیدا کرنے کا ذریعہ ہے

حکومت مصر کا قونصل خانہ بمبئی میں

مصر کو اس وقت عالم اسلامی میں جو مقام حاصل ہے۔ وہ اس ایک قسم کی زعامت اور سیادت کا مقام ہے۔ دیگر تمام عربی ممالک میں مصر کی علمی ادبی، تمدنی برتری کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ میں خود اس امر کا واقف حال ہوں۔ کہ مصری قوم اس گئے گذرے وقت میں بھی اسلامی دنیا کی گراں قدر خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ ہزارہا کتابیں علوم عربیہ میں نہایت اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر نہایت دیدہ زیب طباعت کے ساتھ شائع ہوتی ہیں۔ اور ان چیزوں کا اہتمام کتابوں کے تاجر ہی نہیں کرتے۔ بلکہ حکومت خود ان نایاب جواہر خانوں کو جو دنیا سے قریباً مفقود اور معدوم ہو رہے تھے۔ تلاش کر کے تقسیم کر رہی ہے۔

دیگر ممالک عربیہ اسلامیہ کے معاملات سے بھی حکومت مصر کو ہمیشہ دلچسپی ہمدردی رہی ہے۔ اور اپنی طاقت سے بڑھ کر مصری قوم اور مصری حکومت نے حصہ لیا۔ اس مضمون میں ان تمام تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ تاہم کسے نہیں معلوم ہے۔ کہ حجاز میں ہر سال مصری خزانہ سے ہزارہا روپیہ غلّہ اور کپڑا جاتا ہے۔

حج کے ایام میں مصری ہسپتال حجاج کے آرام کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیتے ہیں۔

حجاز مقدس میں سڑکوں کے بنوانے میں حکومت مصر نے نہایت شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔ سارا سال ایک خاص سٹاف باوضو ہو کر غلاف کعبہ کا کام کرتا رہتا ہے۔

فلسطین کے قضیہ میں حکومت مصر نے اپنے اثر و رسوخ کو ہمیشہ فلسطینی عربوں کے لئے استعمال کیا۔ اور ان کی امداد اپنا فرض جانا۔

الغرض

تمام ملکوں کے اسلامی ممالک کے ساتھ مصری حکومت کے تعلقات ایسے ہیں۔ جو نہایت عزت و احترام کے ساتھ دیکھے جانے کے قابل ہیں۔ اس کے علاوہ مصری اپنے ذاتی اخلاق کے لحاظ سے نہایت ہی قابل احترام لوگ ہیں۔ ان سب وجوہات کی بناء پر میرا دل ہمیشہ چاہتا تھا۔ کہ میں مصری سفارت خانہ ہندوستان میں دیکھوں۔ ہندوستان میں عراق۔ حجاز۔ ایران افغانستان۔ ٹرکی کے سفارت خانے تو تھے۔ مگر مصر کا سفارتخانہ نہ تھا۔ اگرچہ حکومت مصر کا ایک عرصہ سے یہ خیال تھا۔ کہ وہ ہندوستان میں قونصل خانہ کھول دے۔ مگر بعض تغیری روکیں اس راستہ میں روک رہیں۔ بالآخر حکومت مصر نے گذشتہ سال بمبئی میں ایک قونصل خانہ کھول دیا۔ اور سب سے پہلا قونصل جسے اس تاریخی قونصل خانہ کے افتتاح کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہ صاحب العزت محمد صادق بک ابو خضرہ تھے۔ ابو خضرہ بک مصر کے ایک نہایت معزز گھرانے کے فرد تھے۔ ایک ایسے گھرانے کے جو اپنے مال و دولت تمول کے لحاظ سے اپنے علاقے میں نہایت معزز ہے۔ ابو خضرہ بک نہایت متین اور سنجیدہ مزاج کے آدمی تھے۔ اور ہر ایک معاملات کو نہایت غور و فکر سے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

انہوں نے اپنے زمانہ قیام میں بنفس نفیس بہت محنت سے کام کیا۔ کچھ عرصہ وہ تنہا کام کرتے رہے۔ پھر جناب قنادی بک صاحب آپ کے اسسٹنٹ بنا کر بھیجے گئے۔ قنادی بک بھی ابو خضرہ بک کی طرح نہایت شریف خاندان کے رکن تھے۔ اور نہایت ہی اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ ان دونوں حضرات نے مصری قونصل خانہ

کی بنیاد رکھی۔ اور اس کا ابتدائی کام مکمل کرنے کے بعد وہ دونو یہاں سے تبدیل ہو گئے۔ ابو خضرہ بک سان فرانسسکو میں قونصل مقرر ہوئے۔ اور قنادی بک مانچسٹر میں وائس قونصل ہو گئے۔

ان کے جانے کے بعد نیا سٹاف آیا۔ اگرچہ قونصل جنرل تو ابھی تشریف نہیں لائے۔ مگر قائمقام قونصل جنرل

احمد بک نجیب شکری

مصر کے نہایت وقیع المنزلت خاندان کے رکن ہیں۔ اس وقت مصری حکومت کی طرف سے احمد نجیب بک شکری بطور قائمقام قونصل جنرل کے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ احمد نجیب بک ابھی نوجوان ہی ہیں۔ اور ان کے سامنے ایک نہایت چمکتا ہوا مستقبل ہے۔ وہ دن دور نہیں۔ جب کہ وہ مرکزی حکومت میں کسی بہت بڑی پوسٹ پر لے لئے جائیں گے۔

ان کا خاندان

وہ ایک رفیع المنزلت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو مصر میں ہر طرح محترم ہے۔ کیا بلحاظ ظاہری مال و دولت اور تموّل کے اور کیا بلحاظ وجاہت اور اعلےٰ مناصب پر فائز ہونے کے۔ اور کیا بلحاظ اپنی وسیع زمینداری کے

آپ کے والد

صاحب العزت محمد نجیب بک شکری ۳۸ سال تک حکومت مصر میں مجسٹریٹ کے اعلےٰ عہدے پر فائز رہے۔ اور اس سے ترقی کر کے مستشار ہو گئے۔ اور اس اعلیٰ منصب سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ کی ملّی و ملکی خدمات کا دائرہ اور بھی وسیع ہو گیا۔ اور ہاؤس آف لارڈز کے ممبر ہو کر زیادہ مفید کام کرنے لگ گئے۔

احمد پاشا شکری

آپ کے دادا صاحب السعادۃ احمد پاشا شکری پاشا کے معزز خطاب سے مفتخر تھے۔ آپ اسیوط کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ اور پھر وزارت داخلیہ میں نائب وزیر کے منصب پر فائز کئے گئے۔

محمد پاشا شکری

آپ کے پردادا تھے۔ آپ پہلے ڈیلیگیٹ تھے۔ جو مصر سے حکومت فرانس کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اور اسی پر اکتفا نہیں۔ بلکہ آپ ان چند لوگوں میں سے تھے۔ جو واضعان قانون مصر ہوئے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس خاندان کے جس قدر افراد ہیں۔ وہ سب کے سب معزز اور اعلیٰ مناصب پر فائز رہے ہیں۔

احمد نجیب بک شکری عرب ہیں

اس خاندان کے مورثان اعلیٰ مراکش سے مصر میں وارد ہوئے تھے۔ اور مراکش میں بھی وہ کوئی معمولی درجہ کے عرب نہ تھے۔ بلکہ مشہور و معروف شاہان ادراسہ میں سے تھے۔ پس وہ مصر میں آنے سے قبل بھی ایک شاہی خاندان کے افراد تھے۔ نجیب بک شکری کے چچا صاحب الدولہ اسمٰعیل صدقی پاشا ہیں۔

صدقی پاشا

کا نام مصری تاریخ میں بہت واضح الفاظ میں لکھا جائے گا۔ انہوں نے ملک کی خدمت میں ہر قسم کی تکالیف برداشت کی ہیں وہ سعد پاشا زاغلول کے اول الانصار میں سے تھے اور خدمات ملّی و ملکی کے سلسلہ میں ان کو جلاوطنی کی مصیبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔

صدقی پاشا بطور ماہر اقتصادیات

صدقی پاشا مصر میں ایک بہت بڑے ماہر اقتصادیات ہیں۔ وہ کئی مرتبہ وزیر مالیات مقرر ہوئے۔ اور جب بھی وہ وزیر مالیہ ہوئے ان کا وجود گورنمنٹ کے خزانہ کے لئے بطور ایک

حصار

کے ثابت ہوا۔ کئی دفعہ گورنمنٹ مصر کو بیرونی منڈیوں کے اتار چڑھاؤ کے باعث اور کئی دفعہ ایکسچینج کی وجہ سے مصری حکومت کا خزانہ خطرے میں پڑ جاتا رہا۔ مگر صدقی پاشا کا وجود ایسے وقتوں میں

طوفان میں چٹان

بن جاتا ہے۔ وہ متعدد کمپنیوں کے ڈائرکٹر رہے اور ہیں۔ جن کمپنیوں میں صدقی پاشا نے شرکت کی ملک کے لوگوں نے ان کے وجود کو

کامیابی کی گارنٹی یقینی کیا۔

صدقی پاشا بطور سیاسی اور وزیر کے

یہاں گنجائش نہیں۔ کہ میں صدقی پاشا کے تمام صفات کو تفصیل سے بیان کر سکوں۔ مگر صدقی پاشا نے ۱۹۳۲ء میں جب وزارت عظمیٰ کا چارج لیا۔ اس وقت وہ حزب الاحرار دستوریین میں ایک بلند مرتبہ لیڈر شمار کئے جاتے تھے۔ وزارت کا چارج لینے سے قبل انہوں نے حزب الاحرار سے اپنا تعلق قطع کر لیا۔ لوگوں کا خیال تھا۔ کہ ان کی وزارت قائم نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ ان کے ساتھ ملک کی کسی سیاسی پارٹی کی طاقت نہیں ہے۔ اور جس وزارت کو ملک کی کسی سیاسی جماعت کا اعتماد حاصل نہ ہو۔ وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ مگر صدقی پاشا ایک نہایت حکیم اور سیاسی آدمی تھا۔ اس نے پارٹیوں اور احزاب کی حالت کو دیکھ کر اور مرور زمانہ کیا۔ اور اس نے ملک کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ایک

ایک جدید حزب کی بنیاد رکھدی

یہ حزب حزب الشعب تھا۔ حزب الشعب کے عالم وجود میں آنے سے ان خطرات کا ازالہ ہوگیا۔ صدقی پاشا نے اس وقت ملک کی ضرورتوں کو دیکھکر محسوس کیا۔ کہ ملک میں بڑے لوگ تو سیاسیات میں منہمک ہیں۔ اور عام لوگوں کا ایک بڑا حصہ بے کار ہے جن کو قوت لایموت بھی میسر نہیں۔ ان کے لئے سب سے بڑا سوال

روٹی کا سوال ہے

صدقی پاشا نے روٹی کی گرانی دور کرنے کے لئے سرکاری دوکانیں کھول دیں۔ جن میں سستی اور عمدہ روٹی مل سکتی تھی۔ غرباء کے لئے ایسے سرکاری ہوٹل کھول دیے۔ جن میں ایک قرش میں گوشت روٹی مل سکے۔ پھر اسی پر بس نہیں کیا۔ وہ خود ان ہوٹلوں میں جاتے۔ اور غرباء کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھتے۔ ان کے آرام کا لحاظ رکھتے۔ ان کھانوں کی پڑتال کرتے۔ اور خود اس کھانے میں سے کھانا کھاتے اسی طرح غرباء کی دیکھ بھال کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔

الغرض

صدقی پاشا اپنی سیاست۔ تدبر اور حکمت کے لحاظ سے مصر کے چوٹی کے چند آدمیوں میں سے ایک ہیں۔ صدقی پاشا ان لوگوں میں سے ایک ہیں۔ جو ہندوستان اور ہندوستانیوں سے محبت کرتے ہیں۔ میں تو ذاتی طور پر ان کی اس محبت کے مظاہرے دیکھ چکا ہوں۔

مگر

اس امر کی ایک بڑی دلیل یہ ہے۔ کہ ہز ایکسلنسی صدقی پاشا نے احمد نجیب بک شکری کو ہندوستان کی طرف رخصت کرتے ہوئے کہا۔ کہ:۔

"ہندوستان میں دیکھکر کام کرنا۔ وہاں ہمارے بہت سے دوست ہیں"

یہ بات ان کے قلب کی آئینہ دار ہے۔ ان کو وہم بھی نہیں گذر سکتا تھا۔ کہ میری یہ آواز ہندوستان پہنچ جائے گی۔ جو انہوں نے اپنے ملک میں اپنے ایک عزیز کو رخصت کرتے ہوئے کہی۔

میرا اس تفصیل کے لکھنے سے یہ مدعا ہے۔ کہ جو شخص ہمارے ملک میں بھیجا گیا ہے۔ وہ ہر لحاظ سے ایک معزز ترین خاندان کا معزز رکن ہے۔ اور یہ انتخاب ہر لحاظ سے مناسب اور موزون ہے۔

پس

میں احمد نجیب بک شکری کو ہندوستان کی سرزمین میں اترنے پر

اھلاً وسھلاً ومرحباً

کہتا ہوں۔

اس لئے بھی کہ بہت سے ہندوستانی مصر کی سرزمین میں نہایت امن کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور روزگار پیدا کرتے ہیں۔ بہت سے ہندوستانی طالب علم مصری اساتذہ سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور ازہر یونیورسٹی ان کی تعلیم کیلئے ہی نہیں۔ بلکہ ان کے اخراجات کی بھی بہت بڑی حد تک کفیل ہے۔ مصریوں کا ہم پر اس رنگ میں بھی احسان ہے۔ کہ وہ ہمارے ملک کے نوجوانوں کی تعلیم کا ہر طرح اہتمام کر رہے ہیں۔ اس لئے مصری نمائندوں کا ویلکم کرنا ہمارا حقیقی فرض ہو جاتا ہے۔

قائمقام وائس قونصل

میں یقیناً بہت بڑی فروگذاشت کا مرتکب ہوں گا۔ اگر میں قونصل خانہ کے ایک دوسرے آفیسر کا ذکر نہ کروں۔ میری مراد اس سے

ابراہیم بک الدسوقی امام

سے ہے۔ آپ مصری یونیورسٹی کے فارغ التحصیل نوجوان ہیں۔ آپ کا تعلق ایک علم وفضل کے گھرانے سے ہے۔ آپ بالکل نوجوان ہیں۔ اور نہایت ہی وجیہ اور ہنس مکھ ہیں میں نے آپ کو مجسم شرافت و مجسم اخلاق پایا۔ میں نہایت وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ آپ جیسا شریف النفس اور کریم الطبع آدمی جس محکمہ میں بھی ہوگا۔ وہ محکمہ ہر طرح قابل تعریف و ستائش ہوگا۔

میں اپنے اچھے اور معزز افسروں کے انتخاب پر حکومت مصر کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اور اپنے بھائیوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنے تعلقات کو مصری قونصل خانہ سے مضبوط بنانے کی کوشش کریں۔

محمود احمد عرفانی ایڈیٹر البشریٰ

مصری قوم کی خصوصیتیں

ہر ایک قوم میں کچھ نہ کچھ خصائص ہوتی ہیں۔ مصری قوم میں بعض ایسی خصوصیتیں مجھے نظر آتی ہیں۔ جن کی وجہ سے میرے دل میں ان کی عزت پیدا ہو گئی۔ ان میں سے سب سے پہلی چیز

جذبہ حب الوطنی

ہے۔ میں نے مصری بچوں میں۔ مصری عورتوں میں۔ مردوں میں۔ بوڑھوں میں ہر طبقہ میں جذب حب الوطنی موجزن پایا۔ وہ مصر کے لئے مرنے تک سے دریغ نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے قومی نغمے جنہیں وہ مست ہو ہو کر گاتے ہیں۔ ان میں مصر پر فدا ہونے کا بار بار ذکر آتا ہے۔ ان کے ملکی گیت میں بھی حب الوطن من الایمان کا تذکرہ آتا ہے۔ ایک مصری جب نیل کا پانی پیتا ہے۔ تو وہ فطری طور پر ایسا ظاہر کرتا ہے گویا کہ اس نے کوثر و سلسبیل کا جام پیا ہے۔ مصری قومی تقریبوں پر دل و جان سے شریک ہوتے ہیں۔ اور اس غرض کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

قومی تیہاریں

وہ اپنی مذہبی عیدوں کے ساتھ ساتھ قومی عیدوں کو بڑی گرمجوشی سے مناتے ہیں۔ چنانچہ "شم النسیم" "وفا النیل" کے دو ایسے تیوہار ہیں۔ جو ہزارہا سال سے مصری مناتے چلے آرہے ہیں۔ پہلا تیوہار تو موسم بہار کا تیوہار ہے۔ اور دوسرا نیل میں طغیانی کا تیوہار۔

مصری نوجوان کام کرنے کو عیب خیال نہیں کرتا

ایک زمانہ تھا۔ کہ مصری نوجوان بالکل آرام پسند ہو گئے تھے۔ مگر اب گذشتہ چند سالوں سے ان کے اندر ایک عجیب روح پیدا ہو گئی ہے۔ جس کا نام روح عمل ہے۔ وہ کسی کام کو عیب خیال نہیں کرتے۔ اچھے گھرانوں کے لڑکے ورزش

کی طرف پوری توجہ دے رہے ہیں۔ پہلوانی۔ مکہ بازی۔ جمناسٹک۔ تربیت بدنی۔ کشتی رانی۔ تیراکی۔ دوڑ۔ سائیکل ریس۔ وغیرہ۔ کھیلوں میں پوری سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں جگہ جگہ اکھاڑے بنے ہوئے۔ خوبصورت لڑکے جو بظاہر دیکھنے میں انگریزی لباس میں ملبوس ہیں۔ وہ رات کو ان اکھاڑوں میں جمع ہوکر خوب ڈنڈ پیلتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تندرست نوجوان بے کار بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں نے کئی قسم کے کام اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں۔ اور بیکاری کا مقابلہ شروع کر دیا ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوان کھانے کے ہوٹل کھول کر صابون سازی کے کارخانے کھول کر مختلف قسم کی چھوٹی چھوٹی تجارتیں لے کر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ اپنے گاہکوں سے نہایت مہذبانہ سلوک کرتے ہیں۔ اور وطن پرست مصری ان تعلیم یافتہ نوجوانوں کے پاس جاکر اور ان سے سودا خرید کر خوش ہوتے ہیں۔

شبان المسلمین

آج سے چند سال قبل مسلمان نوجوانوں کے لئے کوئی معزز کلب نہ تھی۔ وہ مجبوراً وائی۔ ایم۔ سی کے ممبر ہوکر عیسائی تمدن اور مذہب کے گرویدہ ہوتے تھے۔ مگر خدا بھلا کرے ڈاکٹر عبد الحمید سعید کا جس نے مسلمانوں کی اس ضرورت کو محسوس کرکے بالکل اسی شان اور اسی طرز کی ایک انجمن کھول دی۔ اس نے مسلمان نوجوانوں کو بالکل عیسائیوں کی وائی۔ ایم۔ سی سے مستغنی کر دیا۔ یہ بھی مصریوں کے جذبہ وطنیت کا نتیجہ تھا۔ کہ باوجود اس کے کہ اجنبی اور غیر ملکی وائی۔ ایم۔ سی اس شبان المسلمین کی نسبت اپنے اندر جذب کرنے کا زیادہ سامان رکھتی تھی۔ مگر پھر بھی انہوں نے اپنی ملکی تحریک کو مقدم کیا۔

مصریوں کا جذبہ محبت

مصری صاف دل ہوتا ہے۔ عام طور پر جب مصری کسی سے محبت کرتا ہے۔ وہ اس سے خالص محبت کرتا ہے وہ اس پر اس حد تک اعتماد کرتا ہے۔ کہ اسے اپنے گھر کا ایک ممبر خیال کرنے لگتا ہے۔ حتّٰی کہ اس سے اپنے گھر کا کوئی امر پوشیدہ نہیں رکھا جاتا۔ مصری اپنی زندگی کے تمام ادوار میں باوجود یورپین بننے کے سادہ ہوتا ہے۔ دیکھنے والے اسے دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اوّل نمبر کا بوٹڈ سوٹڈ ہوتا ہے۔ مگر جب وہ اپنے گھر میں ہوتا ہے۔ تو بعض اوقات ایک بڑا پاشا بھی پاؤں تک کا عربی کرتہ۔ اور سر پر معمولی کپڑے کی ٹوپی اور پاؤں میں مصری قدیم طرز کا جوتا پہن لیتا ہے۔ وہ زمین پر بچھے ہوئے فرش پر التی پالتی مار کر بیٹھ جاتا ہے۔ وہ پانی پینے کے لئے گلاس کی بجائے فلاحین کی طرح صراحی کو منہ لگا کر غٹ غٹ پانی پی کر بے اختیار بول اٹھتا ہے۔ کہ اس طرح منہ سے پانی پینا کس قدر لذیذ اور مزے دار ہوتا ہے۔

مصری مہمان نواز

مصری میں نے عام طور پر مہمان نواز دیکھے ہیں۔ ہر ممالک میں کچھ لوگ شاذ طبیعت لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ مگر میں نے علی العموم مصریوں کو مہمان نواز دیکھا ہے۔

مصریوں کے گھر سے کوئی شخص چائے پیئے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔ اگر کھانے کا وقت ہو تو کھانا کھائے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔ یہاں تک کہ دیہات میں بھی مہمان نوازی کا بہت اعلیٰ انتظام ہے۔ اور مہمانوں کے لئے معزز لوگوں نے دائرے بنا رکھے ہیں۔ دائرہ اسے اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس میں ہر وقت نوکر اور مہمان گردش کرتے رہتے ہیں۔ ان دائروں میں واقف اور ناواقف سب کو مہمان بنایا جاتا ہے۔ اس میں چارپائیاں۔ بستر۔ اور کھانے کا نہایت اچھا انتظام موجود رہتا ہے۔

مصری مہمان نوازی گھر سے باہر قہوہ خانے اور ریل کے سفر میں بھی دیکھنے میں آتی ہے۔ اگر آپ ریل میں سفر کر رہے ہیں۔ تو ایک مصری جب اپنے بنڈل میں سے بھنے ہوئے تیتر۔ مرغ۔ کبوتر وغیرہ نکالے گا۔ تو ناممکن ہے۔ کہ وہ آپ کو کھانے کی دعوت نہ دے۔ قہوہ خانے میں بیٹھا ہوا مصری ہر ایک اپنے واقف کار کو جو وہاں آجائے تفضل کہکر ضرور دعوت دے گا۔

خوش باش مصری

مصری عادتاً ہر وقت بے فکر اور خوش باش رہتا ہے۔ اس کے پاس کچھ ہو تو بھی اور نہ ہو تو بھی وہ بے فکر ہوتا ہے۔ اگر اس کی جیب میں روپیہ ہو۔ تو وہ حاتم طائی ہے اور اگر نہ ہو۔ تو اسے تب بھی کوئی فکر نہیں۔ مصریوں کو جب غصہ آ جائے۔ تو وہ مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں۔ مگر جب انکو یقین دلا دیا جائے۔ کہ بدنیتی سے یہ بات نہیں ہوئی۔ تو پھر فوراً راضی ہو جاتے ہیں۔ غصے میں اگر اس سے معذرت خواہی کی جائے اور کہا جائے کہ جانے دیجئے۔ معاف کیجئے۔ تو وہ معذرت کو قبول کر لیتا ہے۔

صلّ علی النبی

مصری کے منہ پر صلّ علی النبیؐ کا فقرہ بہت چڑھا ہوا ہے۔ کیسا ہی غصے میں بھرا ہوا مصری ہو یہ فقرہ اس کے غصے کی آگ پر پانی ڈال دیتا ہے۔

الغرض

مصریوں میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں نقائص بھی ہیں۔ عیوب سے تو اللہ ہی کی ذات پاک ہے۔ مگر میرے قلب پر ان کی خوبیوں کا بڑا نقش ہے۔

مصری جذباتی لوگ ہیں

مصری تمام کے تمام جذباتی لوگ ہیں۔ دلائل کی نسبت جذبات پر اپیل ان پر فوراً اثر کرتی ہے۔ اور بعض اوقات تو مصری کسی جذباتی تحریک سے اتنا متاثر ہو جاتے ہیں۔ کہ اچھلنے کودنے اور ناچنے تک سے دریغ نہیں کرتا۔ اور اچھے اور پڑھے لکھے لوگ بھی چیخیں دینے اور آوازے یا حلاوہ۔ یا سکّر۔ یا عینی۔ یا نوری وغیرہ تحسین کے کلمات استعمال کرنے سے رک نہیں سکتے۔

بہت سے لوگوں نے مصر کے سفرناموں میں مصریوں کے کے متعلق ایسی باتیں لکھدی ہیں۔ جو حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے لکھی گئی ہیں۔ ورنہ جس قدر قریب سے آپ دیکھینگے۔ ان میں خوبیاں زیادہ نظر آئیں گی ؂

ریویو

سب رس حیدر آباد دکن

حیدر آباد دکن اسوقت اردو زبان کی بہت بڑی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ وہاں بلند پایہ مصنفین اور بلند پایہ شعرا اور ادیب پیدا ہو رہے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہاں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو علم و ادب کی خدمت میں مسرت محسوس کرتے ہیں۔ اسلئے وہاں سے اچھی کتابوں اور عمدہ رسالوں کا طبع ہونا کوئی خلاف توقع بات نہیں۔ حیدر آباد سے ایک رسالہ سب رس کے نام سے دو تین سال سے جاری ہے۔ یہ رسالہ نہایت اعلیٰ درجہ کے ادباء کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا عام معیار بھی بلند ہے۔ علم کے ساتھ ساتھ ادب اور ادب کے ساتھ ساتھ تاریخ اور پھر مضامین ایسے کہ روح پر کسی قسم کا بوجھ نہیں پڑتا۔ علم و ادب کے شوقینوں کو یقیناً ایسے رسالہ کی خریداری سے مسرت ہوگی۔ پتہ اس قدر کافی ہے۔

دفتر سب رس حیدر آباد دکن

مصر کے دلچسپ مناظر

قناطر الخیریہ

مصر میں متعدد سیرگاہیں ہیں۔ ان میں سے ایک سیرگاہ کا ذکر آج کے نمبر میں ہم کرتے ہیں۔ قاہرہ سے گھنٹے دو گھنٹے کے راستہ پر ایک جگہ قناطر الخیریہ ہے۔ یہاں پر دریائے نیل کی متعدد شاخیں ہو گئی ہیں۔ اور یہ ساری شاخیں ایک ہی جگہ پر جمع ہو گئی ہیں۔ یہاں جانے کے لئے ریل کا راستہ بھی ہے۔ اور دریا کا بھی۔ ہم دونوں راستوں سے قناطر الخیریہ کی سیر کو گئے۔ دریائے نیل کا سفر بڑا ہی پُر کیف ہے۔ نیل کے راستے سے وقت زیادہ صرف ہوتا ہے۔ مگر یہ مدت کوئی ناگوار نہیں معلوم ہوتی۔ دریائے نیل کے دونو طرف سرسبزی ہے۔ اور کنارہ بالکل آباد ہے۔ قاہرہ کے ایک حصہ سے جس کا نام روض الفرج جہاز قناطر الخیریہ کو روانہ ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے جہاز سارا دن چلتے رہتے ہیں۔ ان میں فسٹ کلاس اور ڈیک ہوتا ہے۔ کرایہ اتنا تھوڑا کہ ہر شخص باسانی ادا کر سکے۔ جہاز صاف ستھرے اور سبک رفتار ہوتے ہیں۔ نیل کی ہوا بڑی منعش اور پُر کیف ہوتی ہے۔ ڈیک کے سوار عام طور پر زیادہ لطف اندوز ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کو چلنے پھرنے کو کافی جگہ مل جاتی ہے۔ نیل میں ان جہازوں سے علاوہ سینکڑوں چھوٹی کشتیاں اور بادبانی کشتیاں ہر وقت چلتی رہتی ہیں۔ ہلکے نیلے رنگ کا دریائے نیل اور اس کے کنارے پر کھجور کے بلند و بالا درخت۔ کھیتوں میں فلاحین کے نیلے رنگ کے لمبے کرتے پہنے ہوئے گھومتے ہوئے پھرنا بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح نیلے رنگ کے لمبے کرتے پہنے ہوئے فلاح عورتوں کا صراحی کی شکل کے مٹکے لے کر نیل پر پانی بھرنے کے لئے [illegible] در قطار آنا بھی بھلا معلوم ہوتا ہے۔

جہاز نیل میں چلتا جاتا ہے۔ کنارے کے منظر طبیعت میں گدگدی پیدا کرتے ہیں۔ جہاں کوئی گاؤں آیا۔ وہاں چند منٹ کے لئے جہاز لنگر انداز ہو گیا۔ اور پہلے مسافروں کو اتارنے اور نئے مسافروں کو چڑھانے میں مشغول ہو گیا۔ اور جیسے ہی جہاز لنگر انداز ہوا۔ دیہاتی عورتیں مولیاں۔ گاجریں۔ گنے اور بعض روٹیاں۔ پنیر۔ انڈے لے کر آ گئیں۔ اور نغمہ اندوز آواز میں بیچنے لگیں۔ اس طرح نہایت شاداب اور پُر لطف مناظر سے گذرتے ہوئے جہاز قناطر الخیریہ کے ایک پل کے سامنے جا کھڑا ہوتا ہے۔ قناطر الخیریہ کے جتنے پل ہیں بڑے شاندار ہیں۔ ریلوے اسٹیشن سے لوگ ٹرالیوں میں سوار ہو کر اس جگہ تک آتے ہیں۔ پلوں کے درمیان جس قدر جگہ ہے۔ اسے حکومت نے ایک تختہ زمرد بنا دیا ہے۔ نہایت اعلیٰ درجے کے نشیب و فراز بنا کر سرسبز گھاس سے سجا دیئے گئے ہیں۔ جگہ جگہ پھولوں کے تختے اور خوبصورت درخت عجیب بہار دیتے ہیں۔ اس سیرگاہ میں ہزاروں کی تعداد میں روزانہ سیر کرنے والے مرد و عورتیں آتے ہیں۔ بچے ادھر سے ادھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ کسی جگہ مختلف خاندان پکنک پارٹیاں بنائے بیٹھے ہیں کہیں بے فکرے گا اور بجا رہے ہیں۔ نیل کا پانی۔ سبزہ زار زمین کا نشیب و فراز۔ ہزارہا مردوں عورتوں بچوں کا اجتماع نہایت پُر لطف نظارہ پیدا کرتا ہے۔ شام ہوئی اور وہ لگا ہوا میلہ کہاں گم ہو جاتا ہے معلوم بھی نہیں ہوتا۔ آنے والے سب چلے جاتے ہیں۔ اور ایک ہو کا عالم پیدا ہو جاتا ہے اور بیک اللہ کی ذات کے سوا وہاں کچھ نظر نہیں آتا

رہے نام سائیں دا

123818

مصر کے متعلق جدید لٹریچر

مصر چونکہ ایک اسلامی سلطنت ہے ۔ اور اس کے متعلق اردو زبان میں بہت کم معلومات کا ذخیرہ ہے ۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے ۔ کہ اردو لٹریچر میں مصر کے متعلق صحیح معلومات کا قیمتی اضافہ کروں ۔ اس لئے میں آئندہ سال اگر اللہ تعالےٰ نے توفیق دی ۔ تو حسب ذیل کتابیں شائع کرنے کی کوشش کروں گا ۔

۱ ۔ آزادی مصر کی مکمل تاریخ

۲ ۔ مصر کی نامور ہستیاں

۳ ۔ مصر کا شاہی خاندان

۴ ۔ مصر کے قابل دید مقامات

یہ کتابیں باتصویر ہوں گی ۔ اور جو کچھ بھی لکھا جائیگا ۔ اس کے مصادر صحیح اور درست ہونگے ۔ مجھے یقین ہے ۔ کہ اردو لٹریچر میں مصر کے متعلق ایسی کتابیں اس سے قبل شائع نہیں ہوئی ہوں گی ۔

محمود احمد عرفانی

دہلی DELHI

رسالہ المبشر کا جوبلی نمبر

ہم نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرکے المبشر کا جوبلی نمبر نکالنے کا فیصلہ کیا ہے۔

المبشر کے جوبلی نمبر میں کیا ہوگا

گذشتہ پچیس سال میں سلسلہ کے شاعروں نے جس قدر منظوم کلام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ کی شان میں لکھا ہے۔ اسے المبشر کے جوبلی نمبر میں جمع کر دیا جائے گا۔ اس نمبر کی لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔

رسالہ مصوّر ہوگا

* المبشر کا جوبلی نمبر حسب معمول ۲۵ دسمبر کو شائع ہو جائے گا۔ ایک پرچہ کی قیمت ۴ر ہوگی۔

* جن خریداروں کا بقایا ہوگا۔ ان کو المبشر کا جوبلی نمبر ارسال نہیں کیا جائے گا۔

بقائے صاف کریں

بقائے صاف کرنے کے لئے وی پی ارسال کئے جائیں گے۔ احباب وصول کرنے کیلئے تیار رہیں

محمود احمد عرفانی ایڈیٹر المبشر

123818

قادیان دارالامان